بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْد

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اللہ کے فضل وکرم سے میرے دادا عارف باللہ حضرت اقدس مرشدنا ومولانا شاہ حکیم **محمد اختر** صاحب دامت برکاتہم کے اصلاحی بیانات "مواعظ درد محبت" پانچ جلدوں کی شکل میں شائع ہو چکے ہیں۔ اور "مواعظ درد محبت" جلد نمبر ۶ ان شاء اللہ بہت جلد شائع ہونے والی ہے۔ مواعظ درد محبت کی ہر جلد میں دس وعظ شامل ہیں۔ اس طرح پانچ جلدوں میں سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۱ سے سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۵۰ تک شامل ہیں۔ الحمدللہ دادا کی تمام تصانیف اور ہمارے تمام اکابرین کی تصانیف کتب خانہ مظہری سے ہر سال ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوتی ہیں۔ اللہ پاک اخلاص کے ساتھ اپنے دین کا کام کرنے کی سعادت عطا فرمائیں۔ رب کائنات جل شانہ اپنی بارگاہ میں اس محنت کو شرف قبولیت عطا فرمائیں۔ اور محبوب کائنات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی و شفاعت کا ذریعہ بنائیں۔ آمین۔

اللہ پاک نے میرے دادا کے ارشادات عالیہ میں عجیب تاثیر عطا فرمائی ہے۔ جس سے ملک و بیرون ملک ہزاروں بندگانِ خدا کی زندگیوں میں انقلاب آگیا۔ اللہ تعالیٰ اس عالم کے گوشہ گوشہ میں میرے دادا کے درد دل کی آواز نشر فرمادیں۔ شرف قبولیت عطا فرمائیں اور قیامت تک کے لئے صدقہ جاریہ بنائیں۔ آمین۔

اللہ رب العزت میرے دادا کے فیوض و برکات کو ہمیشہ تابندہ رکھیں۔ آمین۔

حافظ محمد ابراہیم عفی اللہ تعالیٰ عنہ
ناظم کتب خانہ مظہری

حُسنِ ترتیب

فہرست

پیش لفظ

احباب برطانیہ کی فرمائش پر اس سال صفر المظفر ۱۴۱۹ھ مطابق جون ۱۹۹۸ء کو عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کا برطانیہ کا تیسرا سفر ہوا۔ راستہ میں ایک ہفتہ ترکی میں قیام فرمایا جہاں لندن اور جنوبی افریقہ سے بہت سے اکابر علماء اور احباب تشریف لائے۔ کل بتیس ۳۲ احباب تھے جن کی ہمراہی میں استنبول سے دو دن کے لئے مولانا رومی کے شہر قونیہ کا سفر ہوا۔

اس کے بعد حضرت والا مع احباب لندن تشریف آوری ہوئی جہاں چند دن قیام کے بعد بار بڈوز (ویسٹ انڈیز) کا سفر ہوا۔ وہاں ایک ہفتہ قیام رہا۔ ان تمام اسفار میں عظیم دینی نفع جملہ احباب نے ظاہراً و باطناً محسوس کیا۔

بار بڈوز روانگی سے قبل حضرت مولانا آدم صاحب زید مجدہم کی فرمائش پر حسب سابق جامع مسجد الفیصل لیسٹر میں ۲۱ جون ۱۹۹۸ء بروز جمعہ بعد نماز ظہر دو بج کر پینتالیس منٹ پر حضرت والا دامت برکاتہم کا بیان تجویز تھا۔ سامعین کی کثیر تعداد تھی۔ اللہ تعالیٰ کی محبت پر عجیب درد بھرا بیان تھا اور بعض ایسے جدید الہامی مضامین بیان ہوئے جو اس سے پہلے کبھی بیان نہ ہوئے تھے اور اکثر سامعین اشکبار تھے۔

بیان کے بعد حضرت مولانا آدم صاحب دامت برکاتہم نے احقر راقم الحروف سے فرمایا کہ حضرت کے بیان سے دل زندہ ہوگیا اور اسلاف کی

یاد تازہ ہوگئی اور فرمایا کہ حسبِ سابق اس بار بھی بیان کی کتابت طباعت کے جملہ مصارف کا میں انتظام کروں گا لہٰذا اس کو ضبطِ تحریر میں لایا جائے چنانچہ داعیٔ سفر حضرت مولانا ایوب سورتی صاحب دامت برکاتہم نے اس کو ٹیپ سے نقل فرمایا، احقر راقم الحروف نے مرتب کر کے جا بجا عنوان قائم کئے اور اس کا نام عرفانِ محبت تجویز کیا گیا اور خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی سے پہلی بار شائع کیا جا رہا ہے۔

آج مورخہ ۲۹ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ بمطابق ۴ راگست ۱۹۹۷ء بروز دوشنبہ طباعت کے لئے دیا جا رہا ہے اور اس کا مسودہ عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ لیسٹر روانہ کیا جائے گا۔ جہاں حضرت مولانا آدم صاحب زید مجدہم خطیب جامع مسجد لیسٹر (برطانیہ) کی حسبِ خواہش برطانیہ سے علیحدہ شائع کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ شرفِ قبول عطا فرمائیں۔

راقم الحروف
احقر سید عشرت جمیل ملقب بہ میر عفا اللہ عنہ
خادم
حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم
خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ۔ گلشنِ اقبال۔ کراچی

عرفانِ محبّت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُّبَلِّغُنِيْ حُبَّكَ. اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ نَّفْسِيْ وَاَهْلِيْ وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ۔

حضرات سامعین !

مری زندگی کا حاصل میری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا

یہ ذوق کہ اللہ والوں یعنی اللہ تعالیٰ کے عاشقوں میں زندگی گذارنا سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مراد اور شوقِ نبوت اور ذوقِ نبوت ہے جس کی دلیل ان شاء اللہ تعالیٰ آگے بیان کروں گا۔

انعامِ محبّت

صحابۂ کرام سے آپ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس مرتبہ سے نوازا ہے کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو آج اس کے آرام کدہ اور گھر سے بے گھر کرکے حکم دے رہا ہے کہ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ جو بندے میرے عاشق ہیں اور مجھے یاد کر رہے ہیں آپ ان کے پاس جاکر

بیٹھیے تاکہ آپ کی صحبت کے صدقے میں انھیں نسبت تو یہ عطا کردوں اور آپ کی خوشبو سے انھیں ایسا بسا دوں کہ جس طرف سے وہ گذریں آپ کی خوشبو پھیل جائے اور ان کے ذریعہ سے قیامت تک میری محبت کی تاریخ قائم ہو جائے۔ کسی کے جہاد سے، کسی کی شہادت سے، کسی کی فراست سے، کسی کی عبادت سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے پوچھا کہ آپ لوگ کیا کر رہے ہو؟ انھوں نے عرض کیا کہ ہم اللہ کو یاد کر رہے ہیں تو آپ فوراً سمجھ گئے کہ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ والے یہی لوگ ہیں پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوسرا سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کو کیوں یاد کر رہے ہو؟ عرض کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لئے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہتے ہیں۔

نیت کا اثر

میرے مرشد شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک شخص سبحان اللہ! سبحان اللہ کہہ رہا ہے اور سڑک سے گذر رہا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگ مجھے اللہ والا سمجھ کر چندہ دیں میری خوب خاطر ہو کہ یہ بہت بڑا عاشقِ حق جا رہا ہے تو اس کے ہر سبحان اللہ کہنے پر گناہ اور وبال لکھا جا رہا ہے کیونکہ اس کا ذکرُ اللہ اللہ کے لیے نہیں ہے، پیٹ اور دُنیا اینٹھنے کے لیے ہے۔ اور ایک آدمی اللہ کا شکر کر کے اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے امرود بیچ رہا ہے اور وہ سڑک پہ کہہ رہا ہے کہ لے لے امرود، لے لے امرود تو اس کو ہر لے لے امرود کہنے پر سبحان اللہ سے زیادہ ثواب لکھا جاتا ہے کیونکہ سبحان اللہ مستحب ہے، نفل ہے اور

حلال کمائی فرض ہے۔ طَلَبُ الْحَلَالِ فَرِیْضَۃٌ بَعْدَ الْفَرِیْضَۃِ۔

تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ تمہاری عاشقی ہم تسلیم کرتے ہیں کیونکہ یاد وہی کرتا ہے جو عاشق ہوتا ہے۔ مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ جو کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کا کثرت سے ذکر کرتا ہے۔

نگاہوں کا فیض

(درمیان میں ایک سامع وعظ آنکھیں بند کئے ہوئے تھے تو انہیں متنبہ کرنے کے لئے فرمایا کہ) ادھر دیکھو! نظر سے نظر کو ملانے میں ایک فائدہ یہ ہے کہ آپ کو نیند نہیں آئے گی اور ہمیں بھی یقین رہے گا کہ آپ سو نہیں رہے ہیں۔ اگر آپ نے آنکھ بند کرلی تو ممکن ہے کہ آپ عرشِ اعظم کی سیر کر رہے ہوں مگر دوسرا وسوسہ بھی آسکتا ہے کہ نہیں زمین پر دھرے ہوں۔ اس لئے جب دلیل قوی موجود ہو دلیل ضعیف مت پیش کرو۔ آنکھ کھول کر سنو کچھ باتیں آنکھوں سے ملتی ہیں۔

میکشو یہ تو میکشی زندی ہے میکشی نہیں
آنکھوں سے تُم نے پی نہیں آنکھوں کی تم نے پی نہیں

کچھ باتیں آنکھوں سے پی جاتی ہیں اور آنکھوں کی پی جاتی ہے۔

ایک نابینا مومن ہے نابینا! نبی اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے وہ صحابی ہوگیا حالانکہ خود نابینا ہے۔ آنکھوں میں اللہ تعالیٰ نے بہت تاثیر رکھی ہے۔

سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر کی کرامت

دہلی سے دیوبند اور دیوبند سے بالاکوٹ جہاد میں جارہے ہیں۔ راستہ میں ایک شخص اس زاویہ سے کھڑا ہوگیا کہ سیّد صاحب جب ادھر سے گذریں تو مجھ پر ایک نظر پڑجائے چنانچہ جاتے جاتے سیّد صاحب کی ایک نظر اس پر پڑگئی بس اسی دن سے اس کا یہ اثر ہوا کہ جب وہ مسجد چھتہ جاتے تھے تو مسجد روشن ہوجاتی تھی۔ حضرت مولانا یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ استاد حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لوگوں سے پوچھا کہ بھئی مسجد میں کس کے آنے سے روشنی ہوتی ہے؟ ایک لڑکے کو مقرر کردیا کہ وہ اس کا اندازہ کرے چنانچہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور روشنی ہوئی۔ یہ انہیں لے آیا۔ حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا کہ آپ کیا وظیفہ پڑھتے ہیں کہ آپ کے آنے سے مسجد میں روشنی ہوجاتی ہے؟ اس نے بتایا کہ میں کوئی وظیفہ نہیں پڑھتا ہوں میں ایک عامی مسلمان ہوں مجھ میں کوئی خوبی نہیں ہے لیکن اللہ کے ایک زبردست عظیم الشان صاحب نسبت کی مجھ پر نظر پڑی تھی جب وہ جان دینے کے لئے بالاکوٹ جارہے تھے۔

جان تم پر نثار کرتا ہوں
میں نہیں جانتا وفا کیا ہے؟

یہ ان کی نظر کا صدقہ تھا۔ معلوم ہوا نظر سے بھی کچھ چیزیں مل جاتی ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ

حضرت شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر کی کرامت

صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادے شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسجد فتحپوری دہلی میں چھ سات گھنٹے عبادت کر کے جب دل کا نور لبریز ہو کر آنکھوں سے ٹپکنے لگا اور چہرہ سے جھلکنے لگا تو جیسے ہی مسجد فتحپوری سے نکلنے لگے ایک کتا وہاں بیٹھا تھا اس پر نظر پڑ گئی۔ حضرت حکیم الامت مجدد الملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت ہے کہ جہاں جہاں وہ کتا جاتا تھا، دہلی کے سب کتے اس کے سامنے ادب سے بیٹھتے تھے جب کہ کتوں کا مزاج باادب بیٹھنے کا نہیں ہے۔ بھونکنے کا مزاج ہے اپنی برادری سے انہیں زیادہ حسد ہوتا ہے۔

کسی غیر مسلم نے حضرت والا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ کتا بڑا باوفا ہوتا ہے تو حضرت نے فرمایا مگر اپنی قوم سے غدار رہتا ہے۔ کتا جب دوسرے کتے کو دیکھتا ہے پھر دیکھو کیسا بھونکتا ہے۔ اتنا دوڑائے گا کہ جب تک وہ اپنی دُم کو اپنی دونوں رانوں کے درمیان سرنڈر نہ کرلے دوڑاتا رہے گا۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ والوں کی نظر سے کتا بھی محروم نہ ہوا اور وہ کتوں کا پیر بن گیا۔ جہاں جا رہا ہے۔ سارے کتے اس کے سامنے ادب سے بیٹھ رہے ہیں جب ان کی نظر سے کتا بھی محروم نہ ہوا تو آہ! انسان کیسے محروم رہ سکتے ہیں؟ تو مقرر کو بھی آپ کی آنکھوں سے فیض ہوتا ہے آپ کی طلب آپ کی آنکھوں سے ظاہر ہوتی ہے۔

دِل کی بات آنکھوں سے پالی جائے گی
بے سوالی بھی نہ خالی جائے گی

یہ چند باتیں ضمناً آگئی تھیں! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم تمہاری عاشقی قرآن کریم کی آیت سے ملا کر تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ ہمیں گھر سے بے گھر کر کے ان لوگوں میں بیٹھنے کے لیے کہا گیا جو نمبر (۱) اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اس لیے کہ مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ جو جس سے محبت کرتا ہے تو وہ اپنے محبوب کو ضرور یاد کرتا ہے ضبط نہیں کر سکتا ہے۔

کہاں تک ضبطِ بیتابی کہاں تک پاسِ بدنامی
کلیجہ تھام لو یارو کہ ہم فریاد کرتے ہیں

یہ کسی بزرگ کا شعر ہے اور میرا شعر یہ ہے۔

کہاں تک ضبطِ غم ہو دوستو راہِ محبت میں
سنانے دو تم اپنی بزم میں میرا بیاں مجھ کو

ذوق و مُرادِ نبوت

تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کے لیے ذکر کرتے ہو تمہارے اخلاص پر قرآن نازل ہو رہا ہے۔ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ. کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہیں تو تمہارے اخلاص پر کون تنقید کر سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ خود فرما رہے ہیں یہ وہ قوم ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے اللہ کو یاد کر رہی ہے۔ لہٰذا میرا جینا اور مرنا ایسے عاشقوں کے ساتھ ہی ہوگا۔

اہلِ محبت کی قیمت

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ آپ لوگ غریبی کی وجہ سے ایک لباس میں ہیں آپ لوگوں کی کھالیں خشک ہیں، فاقہ کی وجہ سے آپ لوگوں کے بال

بکھرے ہوئے ہیں غربت کی وجہ سے، لیکن اللہ تعالیٰ کے یہاں آپ لوگوں کی یہ قیمت ہے کہ تمام پیغمبروں کے سردار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گھر سے بے گھر کرکے تمہارے پاس بیٹھنے کا حکم ہو رہا ہے اور وَاصْبِرْ کے ذریعہ سے یعنی خلوت مع اللہ کو چھوڑنے سے اگر آپ کو تکلیف بھی ہو تو برداشت کیجئے اور جلوت میں ان صحابہ میں بیٹھئے اور آپ کو جو نسبت حق تعالیٰ سے ہے اس کو ان صحابہ میں منتقل کرکے قیامت تک کے لیے اسلام ایمان اور اخلاص کی خوشبو کے نشر کا ذریعہ بنا دیجئے (سبحان اللہ)

آپ نے ان صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قیمت دیکھی؟ آج ہم قیمت لگاتے ہیں اپنی مرسڈیز سے بلڈنگ سے اور اپنے بیلنس سے ہم قیمت لگاتے ہیں لباسوں سے اور ہم قیمت لگاتے ہیں مخلوق کی سلامی سے۔ اگر سارا برطانیہ کسی کو سلام کر رہا ہو تو مسجد میں بیٹھ کر کہتا ہوں کہ اس کی کوئی قیمت نہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ ؎

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

پتہ چلے گا قیامت کے دن کہ کس کی کیا قیمت ہے؟ جس غلام سے مالک خوش ہو اس کی قیمت ہوتی ہے۔

آدمیت کیا ہے؟ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر کو اللہ تعالیٰ نور سے بھر دے فرماتے ہیں ؎

آدمیت لحم و شحم و پوست نیست

آدمیت گوشت کھال اور چربی کا نام نہیں ہے، پھر آدمیت کس چیز کا نام ہے؟

آدمیت جز رضائے دوست نیست

آدمی آدم والا ہونا چاہیے ' رَبَّنَا ظَلَمْنَا والا ہونا چاہیے اپنے بابا آدم علیہ السلام والے طریقہ پر جینے والا ہونا چاہیے ۔ آدمیت جز رضاء دوست نیست. آدمیت اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے علاوہ اور کسی چیز کا نام نہیں ہے ۔جس آدمی سے اللہ تعالیٰ راضی ہو وہ آدمی ہے اور جس سے خدا ناراض ہو اس کو آدمی کہنا جائز نہیں ہے وہ صورۃً آدمی ہے ' غلافِ آدمیت میں ہے اور حقیقتِ آدمیت سے محروم ہے اسی کو اگلے شعر میں فرماتے ہیں ۔

این کہ می بینم غلافِ آدم اند
نیست اند آدم غلافِ آدم اند

یہ جو میں دیکھ رہا ہوں یہ آدمیت کی کھال میں ہیں آدمی نہیں ہیں. آگے فرماتے ہیں کہ ۔

آں کہ فرزندان خاص آدم اند
نعرۂ اِنَّا ظَلَمْنَا می دمند

جو لوگ کہ حضرت آدم علیہ السلام کی خاص اولاد ہیں اگر ان سے خطا ہو جاتی ہے تو چین سے نہیں رہتے ۔چائے نہیں پیتے ' مکھن نہیں نگلتے ' سموسے نہیں اڑاتے ۔ دو رکعت توبہ کی پڑھ کر سجدہ گاہ کو اپنے آنسوؤں سے تر کرتے ہیں ۔تڑپ کر مالک کو راضی کرتے ہیں اور اپنے بابا کی میراث رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا کو استعمال کرتے ہیں کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کا کام اسی سے بنا تھا ۔آپ کو تاجِ خلافت اسی سے عطا ہوا تھا ۔ تو جو حضرت آدم علیہ السلام کی

خاص اولاد ہیں ان سے اگر خطا ہو جاتی ہے تو وہ بھی رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا
پڑھ کر روتے ہیں اور جب تک ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز
نہیں آجاتی کہ ہم نے معاف کر دیا۔ اس وقت تک چائے اپنے اوپر حرام سمجھتے
ہیں، کباب بریانی کو اپنے اوپر حرام سمجھتے ہیں نعمتیں دینے والے کو ناراض کر کے جو نعمتیں
ٹھونستا ہے وہ نالائق ہے بے غیرت ہے۔ شرافتِ بندگی کا تقاضا ہے کہ گناہ کر کے
پہلے توبہ کرو، اتنا روؤ کہ آسمان سے آواز بغیر حروف کے دل میں آجائے کہ ہم نے معاف
کر دیا، اللہ تعالیٰ کی آواز حروف کی محتاج نہیں ہے۔ بغیر حروف کے آواز آتی ہے،
الہام ہوتا ہے، مضمون کے لیے حروف کی ضرورت نہیں۔ مفہوم آتا ہے پھر
وہ اپنے ملفوظ میں پیش کرتا ہے۔

ایک دفعہ ایک صاحب نے مجمع میں پوچھا کہ گناہوں کی معافی کا طریقہ
آپ نے آہ وزاری، اشکباری بتایا تھا، لیکن کتنا روؤں، کتنی توبہ کروں اور کیسے
معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا؟ اس کی کوئی علامت ہے؟ میں نے عرض کیا
کہ جب اللہ تعالیٰ تمہارے آنسوؤں پر رحم فرمائیں گے تو شانِ رحمت کا احساس قلب کو ہو جائے
گا، دل میں ٹھنڈک اور سکون آجائے گا۔ یہی علامت ہے کہ معافی ہو گئی۔

حدیث اَللّٰھُمَّ اغْسِلْ خَطَایَایَ بِمَآءِ الثَّلْجِ کی

الہامی تشریح کیونکہ گناہوں سے دل پر دو قسم کے عذاب آتے ہیں، ایک تو
اندھیرا پیدا ہوتا ہے دوسرے دل میں جلن اور سوزش پیدا ہوتی ہے اس لئے
کہ گناہ کا تعلق دوزخ سے ہے لہٰذا دل میں گرمی جلن اور سوزش اور اندھیرا

پیدا ہوتا ہے۔ اسی لیے سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں استغفار کا عجیب مضمون عطا فرمایا ہے۔ فرمایا اَللّٰھُمَّ اغْسِلْ خَطَایَایَ بِمَآءِ الثَّلْجِ اے اللہ میرے گناہوں کو دھو دے برف کے پانی سے وَالْبَرَدِ اور اولے کے پانی سے۔ میرے شیخ نے مجھے جب یہ حدیث پڑھائی تو ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جونپور سے اعظم گڑھ آئے ہوئے تھے اور مجلس میں موجود تھے انھوں نے سوال کیا کہ برف اور اولے کے پانی سے گناہوں کے دھلوانے کی کیوں درخواست کی جارہی ہے؟ حضرت کو جواب معلوم نہیں تھا۔ آنکھ بند کر کے سر کو جھکایا، چند سیکنڈ کے بعد فرمایا کہ آگیا آگیا جواب آگیا۔ فرمایا کہ گناہ سے دو باتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ایک حرارت اور گرمی دوسری اندھیرے۔ گناہوں سے اندھیرے کیوں آتے ہیں؟ اس کا جواب اختر سے سن لو کہ چونکہ سورج کے ڈوبنے سے عالم میں اندھیرا پیدا ہوجاتا ہے تو سورج کا پیدا کرنے والا جس سے منہ پھیر لے اس کے دل میں اندھیرا نہیں آئے گا؟ میرے شیخ نے فرمایا کہ برف کا پانی ٹھنڈا ہوتا ہے اس کے ذریعہ گناہوں کے دھونے کی درخواست کی جارہی ہے تاکہ گناہوں کی گرمی ٹھنڈک سے تبدیل ہوجائے اور اولے کا پانی چمکدار ہوتا ہے اس کے ذریعہ سے اندھیرے اجالوں میں تبدیل ہوجائیں گے۔

قبولیتِ توبہ کی علامت اور اس کی مثال

تو استغفار اور توبہ اتنا کرو کہ دل میں بغیر حروف کے ایک آواز محسوس ہو کہ اب بس کرو مت رو ورنہ بیمار ہوجاؤ گے ہم نے معاف

کردیا۔ اس کی حسّی مثال پیش کرتا ہوں ایک بچہ ہے اس سے غلطی ہوگئی اب ابا سے لپٹ کر روتے جا رہا ہے جب ابا نے دیکھا کہ اب تو بے ہوش ہونے والا ہے تو اس کو گود میں اٹھا کر پیٹھ پر ہاتھ پھیرتا ہے اور اس کا سر سینہ سے لگا کر کہتا ہے کہ بیٹے! اب مت روؤ ورنہ تمہاری صحت خراب ہوجائے گی ہم نے تم کو معاف کر دیا، ہم تمہاری ندامت اور درخواست معافی اس درجہ نہیں چاہتے کہ تم بے ہوش ہو جاؤ، بیمار ہو جاؤ بس ہم نے تمہیں معاف کر دیا۔ جب ماں باپ کی رحمت کا یہ تقاضا ہے تو ارحم الراحمین کی رحمت کا کیا تقاضا ہوگا کہ اپنے بندوں کو رلاتے رلاتے بے ہوش کر دیں؟ اور ہارٹ اٹیک ہو جائے؟ یا کوئی اور مصیبت آجائے؟ ہرگز نہیں! اللہ تعالیٰ بھی جب دیکھتے ہیں کہ بندہ مسلسل رو رہا ہے سجدہ گاہ کو آنسوؤں سے تر کر رہا ہے اور اپنے جگر کا خون پیش کر رہا ہے تو تھوڑی ہی دیر میں ان شاء اللہ تعالیٰ دل میں ٹھنڈک آجائے گی اور اُسے محسوس ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا۔ یہی قبولیتِ توبہ کی علامت ہے۔ وہ ہمارے پالنے والے ہیں اس لئے بہت جلد معاف کر دیتے ہیں لیکن میں آپ حضرات کو مشورہ دیتا ہوں کہ جب کبھی بدنظری ہو جائے یا نماز قضا ہو جائے یا کوئی خطا ہو جائے تو جب تک نماز ادا نہ کرے اور کوئی قطرۂ آنسو کا نہ گرائے تب تک چین نہ آئے۔ یہ صاحبِ قصیدۂ بردہ نے فرمایا کہ دریا کا دریا انڈیل دو معافی نہیں ہوگی لیکن ایک آنسو گرا لو معافی ہو جائے گی۔

گوری کو دیکھو یا کالی کو دیکھو یہ حرام ہے خالی مکروہ نہیں ہے۔ سرورِ عالم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان عورتوں کو بے پردہ دیکھنا چاہے کہ چینی ہوں، چاہے مسلمان ہوں یا یہودی ہوں کوئی ہو زِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ۔ یہ دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ۔ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ نظر کو بچائیں۔

حفاظتِ نظر کا حکم بواسطہ رسالت فرمانے کے عجیب اسرار

اللہ تعالیٰ نے نظر بچانے کا براہ راست ہم کو حکم نہیں دیا سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطہ سے حکم دیا تاکہ ان کے جذبات میں دو قسم کا طوفان آئے۔ ایک تو بحیثیت محسن و خالق کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا ماں کے پیٹ میں ہم نے تمہیں دو آنکھیں دیں پھر تم میری مرضی کے خلاف کیسے چلتے ہو؟ دوسرے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہلوایا تاکہ تم کو جو محبت اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے تو محبت سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غیرت ہو کہ ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی ہمیں حکم فرمایا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس حکم پر عمل کرنے کے لئے دو انجن لگا دیئے جیسے کوئٹہ (پاکستان) میں پہاڑی پر جب ریل جاتی ہے تو دو انجن لگائے آگے اور پیچھے اسی طرح نظر کی حفاظت چونکہ مشکل پرچہ تھا اس لئے قُلْ کے ذریعہ اپنا حکم بھی شامل کیا اس قُلْ میں اللہ تعالیٰ کا حکم شامل ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بھی شامل ہوگیا کہ آپ فرما دیجئے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جب ابا اپنے بیٹوں کو دیکھتا ہے کہ نامحرم لڑکیوں

کے ساتھ کھیل رہے ہیں اور غلط حرکت کر رہے ہیں تو ابا خود تو نہیں کہتا، باپ کو شرم آتی ہے کہ بچے کہیں گے کہ باپ کو کیسے پتہ چل گیا اس لئے ابا اپنے دوستوں سے کہتا ہے کہ میرے بچوں کو سمجھا دو کہ لڑکیوں کے ساتھ اٹھا بیٹھا نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کو بھی حیا آتی کہ میں اپنے غلاموں کو کس طرح کہہ دوں نالائق بندے شرما جائیں گے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ فرما دیجئے کہ میرے بندے اپنی نظر کی حفاظت کریں ہم کو چھوڑ کر غیروں کی طرف نہ دیکھیں۔

کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس وقت مسجد کے مقتدی نہیں ہیں ہمارے شاگرد نہیں ہیں، ہمارے مُرید نہیں ہیں، محلہ والے نہیں ہیں لہٰذا یہاں بس اسٹاپ پر لڑکیاں ہیں انہیں دیکھ لو لیکن میرا ایک شعر ہے ۔

جو کرتا ہے تو چھپ کے اہلِ جہاں سے
کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

بدنظری کا اثر

جو بدنظری کرتا ہے اسے پھر اپنی بیوی سے محبت نہیں رہتی، دوسری آنکھوں میں سماجاتی ہے، اِس لئے حُسنِ مُعاشرت اور بیوی کے حقوق کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ نظر کی حفاظت کی جائے جو جتنا نظر بچاتا ہے اتنا ہی وہ اپنی بیوی کو پیار کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے مُعافی حاصل کرنے کا طریقہ

اچانک ایک بات یاد آ گئی حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ عورتوں کی خطاؤں کو معاف کر دیا کرو، ان کو مارنا پیٹنا غیرتِ مردانگی کے خلاف ہے، کمزوروں کو کیا مارنا ہے، لڑائی کرنی ہے تو محمد علی کلے کے پاس جاؤ وہاں باکسنگ لڑو۔ ارے میاں! عورت کتنی ہی تندرست ہو، دو تین بچوں کے بعد اس میں جان نہیں رہتی۔ ہمارے ایک پُرمذاق دوست کہتے ہیں کہ جب آدمی سے آدمی منفی ہو گیا یعنی عورت کو بچہ پیدا ہوا، آدمی سے آدمی نکل آیا تو کیا رہا؟ کچھ بھی نہیں۔ عورت بچہ پیدا ہو جانے کے بعد کمزور ہو جاتی ہے لہٰذا ان کی ہزار خطائیں معاف کر دو۔ قیامت کے دن ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائیں گے۔

بیویوں سے نیک برتاؤ کی دلسوز مثال

دیکھئے آپ کی بیٹی کو آپ کا داماد معاف کر دیتا ہے تو ایسے داماد سے آپ کتنے خوش ہوں گے؟ قربان ہو جائیں گے ایسے داماد پر، کوئی بلڈنگ آپ کی ہو تو وہ بھی آپ اس کے نام لکھ دینا چاہیں گے تو جب ایک ابا کو اتنی محبت ہے تو ربا کو اپنی بندیوں سے کتنی محبت ہوگی؟ جس نے ان بندیوں کو پیدا کیا۔

ولی اللہ بننے کا راستہ

جو شخص اپنی بیوی کی خطاؤں کو معاف کرتا ہے، ان کو پیار کرتا ہے، شفقت کرتا ہے ایسے بندے کو اللہ تعالیٰ کی ولایت اور دوستی کا اعلیٰ مقام نصیب ہوتا ہے۔ تہجد گذاروں سبحان اللہ پڑھنے والوں سے بھی زیادہ، جو اپنی بیویوں پر رحم کرتے ہیں، اچھے اخلاق سے پیش آتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ بہت اونچے درجہ کا مقام عطا کرتا ہے یہاں تک کہ بعض لوگوں کو اس پر کرامت عطا ہوئی جیسے شاہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ

تعالیٰ علیہ کی بیوی بدمزاج اور کڑوی تھی مگر برداشت کرتے تھے اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں شیر کی سواری دی۔ دیکھو جلال الدین رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ شاہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شیر پر چلتے تھے اور سانپ کا کوڑا ہاتھ میں ہوتا تھا۔ ایک شخص ہزار میل دور سے ان سے بیعت ہونے کے لیے پہنچے۔ گھر جا کر پوچھا کہ شاہ ابوالحسن کہاں ہیں؟ (وہ جنگل گئے تھے لکڑیاں لانے) بیوی نے کہا کہ حضرت وضرت کچھ نہیں تم کہاں کے چکر میں آ گئے؟ وہ بے چارا رونے لگا کہ میرا تو اتنا لمبا سفر بیکار گیا۔ لوگوں سے پوچھا انہوں نے کہا گھبراؤ مت' وہ کڑوی مزاج ہے جاؤ جنگل میں ان کی کرامت دیکھو۔ وہ بڑے بزرگ ہیں۔ یہ جنگل میں پہنچے گھبراتے ہوئے۔ شاہ صاحب سمجھ گئے کہ ان کو گھر سے کوئی بات ملی ہے۔ فرمایا گھبراؤ مت بیوی کے مزاج کی کڑواہٹ برداشت کرنے سے آج اللہ تعالیٰ نے ہمیں شیر کی سواری دی ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شاہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اس بات کو کس طرح مثنوی میں ضبط کیا ہے وہ سنئے۔

گر نہ صبرم می کشیدے بار زن
کے کشیدے شیر نر بیگار من

اگر میرا صبر میری بیوی کی کڑوی باتوں کے بوجھ کو نہ اٹھاتا اور صبر نہ کرتا تو یہ شیر نر میری بیگاری کرتا؟ میری مزدوری کرتا کہ لکڑیاں اٹھا رہا ہے؟

بیویوں کا ایک اور حق

اور بیویوں کا ایک حق اور ہے جو کم لوگ جانتے ہیں کہ ان کو مہینہ میں کچھ وظیفہ کچھ ہدیہ دے دیا کرو

اور پھر اس کا حساب لو اور اس کی مقدار کیا ہو؟ جتنا ہو؟ جتنا آپ کا امپورٹ ہو۔ (کھائے تو دس کلو اور ایکسپورٹ کرے مرغی کے برابر) جتنی آپ کی آمدنی ہو اس کے تناسب وظیفہ بھی دیا جائے۔

میری بات اس پر شروع ہوئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا کہ تمہاری عاشقی مسلم ہے اس لئے میرا جینا اور مرنا تمہارے ساتھ ہوگا لہٰذا میرا یہ شعر جو شروعِ خطبہ میں پڑھا تھا اس حدیث کا ترجمان ہے۔

مری زندگی کا حاصل مری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا

اور

مجھے کچھ خبر نہیں تھی ترا درد کیا ہے یارب؟
ترے عاشقوں سے سیکھا ترے سنگِ در پہ مرنا

اور

کسی اہلِ دل کی صحبت جو ملی کسی کو اختر
اسے آگیا ہے جینا اسے آگیا ہے مرنا

بہت تھکا ہوا ہوں اس لئے مضمون سمیٹتا ہوں لیکن ؎

میں تھک جاتا ہوں اپنی داستانِ درد سے اختر
مگر میں کیا کروں چُپ بھی نہیں مجھ سے رہا جاتا

دیکھئے کراچی میں ابھی ابھی یہ شعر ہوا تھا جس کو میں نے پرچہ میں لکھوا کر جلسہ میں پڑھوایا۔ یہ شعر ابھی ابھی حالت سفر میں ہوا ہے۔

ارض و سما سے غم جو اُٹھایا نہ جا سکا
وہ غم تمہارا، دِل ہے ہمارا لیے ہوئے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا زمین و آسمان اور پہاڑوں نے ڈر کر انکار کر دیا کہ ہم آپ کے دردِ محبت کو برداشت نہیں کر سکتے وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اس دردِ غم کو انسان نے اٹھایا۔ (حضرت والا نے شعر پڑھنے والے سے فرمایا کہ میرا جہاں قیام ہے وہاں آ کر اس کو ریکارڈ کرنا اور فرمایا کہ میرا قیام مجلس دعوۃ الحق میں ہے۔ جامع)

مجلس دعوۃ الحق کیا ہے اور کس نے قائم کی؟

دعوۃ الحق کیا ہے؟ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کو قائم فرمایا اور میرے شیخ شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا نام رکھا۔ حضرت والا نے ایک مجلسِ شوریٰ بلائی اور موجود علماء کرام سے فرمایا کہ اللہ کے بندوں کی ہدایت کے لیے ایک مرتب نظام تجویز ہے پھر اس کے نام کے لیے پوچھا تو کسی نے کچھ کسی نے کچھ کہا مگر حضرت کو پسند نہ آیا میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ قرآن شریف کی آیت پڑھ دی۔ بس حضرت پھڑک گئے اور فرمایا کہ یہ بہترین نام ہے۔ دعوۃ الحق۔

تعمیرِ ظاہر و باطن

تو دعوۃ الحق کا مقصد ہے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو نیک عمل سکھایا جائے اور برائیوں سے بچایا جائے۔ یہ ہے روحانی بیوٹی پارلر۔ اگر لڑکی کو خوب بیوٹی پارلر میں سجایا لیکن جب رات

میں شوہر کے پاس گئی تو پہلا جملہ کیا کہا ؟ You Are Bloody Fool شوہر نے کہا ظالم شکل تو اتنی خوبصورت اور زہر اگلتی ہے جسمانی بیوٹی پارلر میں تو صرف جسم کو سجاتے ہیں، باطن کی اصلاح نہیں کر سکتے لیکن روحانی بیوٹی پارلر یعنی خانقاہوں میں ظاہر کی بھی اصلاح کی جاتی ہے اور باطن کی بھی اصلاح کی جاتی ہے، ظاہر کو بھی سُنّت کے مطابق بنایا جاتا ہے اور باطن کو بھی سُنّت کے مُطابق بنایا جاتا ہے۔ دوستو! جتنا ہم داڑھی اور گول ٹوپی میں رہتے ہیں تو صورت بھی بنائیں اور سیرت بھی بنائیں ہم سے لعنتی کام نہ ہوں تعمیر الظاہر و الباطن، ظاہر و باطن دونوں کو آراستہ کرلو۔ لیسٹر والو۔ مُبارک ہو تم کو کہ مولانا محمد ایوب سورتی صاحب نے لیسٹر میں دعوۃ الحق قائم کی ہے اور ان کو کم لوگ پہچانتے ہیں، یہ بہت بڑے محدّث ہیں ان کے شاگرد مجھے کینیڈا امریکہ جنوبی افریقہ میں ملے۔ ماشاءاللہ ترکیسر میں جو انھوں نے پڑھایا تو آج ان کے شاگرد جگہ جگہ پھیلے ہوئے ہیں کوئی امام بنے کوئی پڑھا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو ان علماء کے لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعاء مانگی تھی کہ اے خدا عالموں کی روٹی ایک جگہ نہ فرما، ان کی روٹی سارے عالم میں پھیلا دے تاکہ اپنی روٹی کی خاطر جب یہ سفر کریں تو میرے دین کو پھیلا دیں اس لیے مولویوں کو دعوت ملتی ہے۔ آپ سمجھتے ہیں آپ کھلاتے ہیں۔ یہ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دُعا ہے۔ لیکن آپ کو بھی ثواب ملے گا کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دُعا آپ کے پاس قبول ہو کر آئی ہے اور اللہ نے آپ کو ان کے رزق کے انتظام کا واسطہ بنایا ہے۔

ایک صاحب نے پوچھا ان مولویوں کو مرغا بہت ملتا ہے۔ میں نے کہا مرغا ملنے کی وجہ یہ ہے کہ جب یہ چھوٹے بچے تھے تو اُستاد نے انہیں مرغا بنایا جب سبق یاد نہیں ہوتا تھا اس کے بعد جو بڑے ہوئے اور کسی اللہ والے سے رجوع ہوئے تو نفس کی خواہشات کو پورا نہ کرکے نفس کو مرغا بنایا تو جب بچپن ہی سے یہ مرغے بنے تو اَلْجِنْسُ يَمِيْلُ اِلَى الْجِنْسِ مرغیوں کو کشف ہوتا ہے (مجمع جب خوب ہنسنے لگا تو فرمایا) حدیث شریف سے ثابت ہے کہ مرغے فرشتے دیکھتے ہیں۔ جب مرغ کی آواز سنو تو یہ کہو اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ۔ اے اللہ میں تیرا فضل مانگتا ہوں اور گدھا شیطان دیکھتا ہے۔ اس کو کشف میں شیطان نظر آتا ہے وہاں اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھو تو جب مرغوں کو فرشتے نظر آسکتے ہیں تو مرغیاں بھی نظر آسکتی ہیں قضیہ ممکنہ ہے (یعنی ایسا ہوسکتا ہے) تو جب یہ دیکھتے ہیں کہ ان کا نفس مرغا بنا ہے تو مرغیاں قطار در قطار سیریل نمبر سے ان کے پیٹ میں جانے کی کوشش کرتی ہیں اور اسے اپنی سعادت سمجھتی ہیں۔

اصلی مولوی کون ہے؟

مگر مولوی بھی اصلی وہی ہے جو مولیٰ والا ہو اور مولوی مولیٰ والا کب بنتا ہے؟

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزیؒ نہ شد

یعنی میں پہلے ملا رومی تھا مگر مولوی کب بنا؟ شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی غلامی کے صدقہ میں میرا ڈنکا پٹ گیا لیکن ڈنکا پٹوانے کی نیت سے اللہ والوں کو مت تلاش کرو، اللہ والوں کے پاس اللہ والا بننے کی کوشش کرو۔ اللہ تعالیٰ اگر مل گیا تو دونوں جہان کا مزہ پا گئے بغیر اسباب مزہ دونوں جہان کا مزہ ان شاء اللہ پائیں گے کیونکہ خالقِ لذتِ کائنات جس کے دل میں آتا ہے تو وہ تمام حاصل لذاتِ کائنات پا جاتا ہے۔ میرا اُردو کا شعر ؎

وہ شاہِ دو جہاں جس دل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

کہاں الیکشن کر رہے ہو سلطنت کے لئے؟ یہ فقیر ان شاء اللہ چٹائی اور بوریوں پر آپ کے لیے سلطنت کا انتظام کرتا ہے۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ؎

خدا کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہو کر
تو اپنا بوریا بھی پھر ہمیں تختِ سلیماں تھا

میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی تھی وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ یہ آیت مردوں کے لئے بھی ہے عورتوں کے لیے بھی ہے۔ مجھے علم ہے کہ خواتین بھی سن رہی ہیں، یہ آیت دونوں کے لئے ہے کہ ایمان والا بندہ ہو یا بندی ہو مرد ہو یا عورت ہو اگر ان کا ایمان کامل ہو جائے اور یہ ہمیں پہچان لیں ہماری معرفت حاصل ہو جائے تو ان کے دلوں میں ہماری محبت ساری کائنات سے زیادہ ہوتی ہے۔ یہ خبر کس کی ہے؟ اللہ تعالیٰ

کی. علمائے نحو کے نزدیک کُلُّ خَبَرٍ یَحْتَمِلُ الصِّدْقَ وَالْکِذْبَ
مخلوق کی ہر خبر احتمالِ صدق بھی رکھتی ہے اور احتمالِ کذب بھی. جملہ خبریہ
کی تعریف یہی کی جاتی ہے لیکن جو خبر اللہ تعالیٰ دے وہاں یَحْتَمِلُ الْکِذْبَ
کا عقیدہ کفر ہو جاتا ہے' وہ خبر سو فیصد صحیح ہے. اللہ سے بڑھ کر سچا کون
ہوگا؛ وحی الٰہی کی خبروں پر نحو کا یہ قاعدہ فٹ مت کرنا.

آیت اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ جملہ خبریہ سے نازل فرمانے کا عاشقانہ راز

سوال یہ ہے کہ جملہ خبریہ کیوں نازل فرمایا؟ جملہ انشائیہ کیوں نازل
نہ فرمایا کہ تم لوگ ہم سے اتنی محبت کرو کہ ساری کائنات سے زیادہ ہو جائے؟
امر نہیں فرمایا' خبر دی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور محبت
میں ایسی کشش ہے' ایسی مٹھاس ہے کہ اپنے بندوں کو حکم دینے کی ضرورت
ہی نہیں ہے جس دن میرے نام کی مٹھاس وہ اپنے دل میں پاجائیں گے.
سارے عالم کی شکر کو بھول جائیں گے. مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اے دل ایں شکر خوشتر یا آنکہ شکر سازد

اے لوگو! چینی زیادہ میٹھی ہے یا چینی کا پیدا کرنے والا زیادہ میٹھا ہے؟

بالبِ یارم شکر را چہ خبر

ارے میرے اللہ کے نام کی مٹھاس کو شکر کیا جانے. شکر تو حادث ہے مخلوق
ہے اور اللہ تعالیٰ کے نام کی مٹھاس خالق کی مٹھاس ہے. ذاتِ واجب الوجود
کی مٹھاس ہے اور ۔

بارخش شمس و قمر را چہ خبر

اور اللہ تعالیٰ کے نام کی روشنی کو یہ چاند اور سورج کیا جانیں؟ سورج اور چاند کیا بیچتے ہیں اپنی روشنی کو اور سلاطین کے تخت و تاج کیا بیچتے ہیں اس نشۂ سلطنت کو جو اللہ والوں کی چٹائیوں پر ان کے قلوب کو اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں؟ ؎

شاہوں کے سروں میں تاجِ گراں سے درد سا اکثر رہتا ہے
اور اہلِ وفا کے سینوں میں اک نور کا دریا بہتا ہے

اہلِ وفا کون ہے؟

اللہ والوں کو اہلِ وفا کیوں کہتے ہیں؟ کیونکہ ان کے سامنے جہاز پر ایئر ہوسٹس آتی ہے یا ایئر پورٹ پر ننگی ٹانگ والی آتی ہیں یا ننگے حسین لڑکے آتے ہیں تو اس وقت وہ اپنی وفاداری کا ثبوت پیش کرتے ہیں اور نظر اٹھا کر ان کی طرف نہیں دیکھتے اس لئے اللہ تعالیٰ کے خاص عاشقوں کو اہلِ وفا کہا جاتا ہے۔ وہ اپنے نفس کی خواہش کو دبا لیتے ہیں، زخمِ حسرت اور خونِ تمنا برداشت کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے قانون کو نہیں توڑتے اور مولانا رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس مصرع کو پیش کرتے ہیں ؎

امرِ شہ بہتر بقیمت یا گہر

یعنی اگرچہ حسین بے شک حسین ہیں۔ ان کی ناک کی اٹھان ہے۔ چہرہ کتابی اور آنکھیں مثلِ ہرن ہیں اور ان کے لبِ نازک مثلِ گلاب کی پنکھڑی کے ہیں لیکن یہ موتی زیادہ قیمتی ہے یا خدائے تعالیٰ کا حکم زیادہ قیمتی ہے؟ ان

کے پیٹ میں پاخانہ ہے یا نہیں؟ پیشاب ہے یا نہیں؟ لیکن اپنی بیویوں کو پیار کرنا چاہیئے کچھ بھی ہو یہ صرف سڑکوں والی سے بچانے کے لیے کہہ رہا ہوں اور بیویوں کو زیادہ پیار کرنے کے لیے نسخہ بتا رہا ہوں وہ حلال ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حلال کیا ہے۔ آگے فرماتے ہیں ؎

گوہر حق را بامرِ حق شکن

اللہ کے ان موتیوں کو، ان حسینوں کو خدا ہی کے حکم سے مت دیکھو۔ کچھ دن کے بعد یہ حُسن بگڑ جاتا ہے۔ سولہ سال کی گڑیا کو جس نے دیکھا تھا اب اس کو جب ستر سال کی بڑھیا دیکھو گے تو بھاگ جاؤ گے۔ کہتا ہے یہ کیسی گڑیا ہے! کیسی تھی کیسی ہوگئی؟ لاحول ولاقوۃ الا باللہ ؎

شکل بگڑی تو بھاگ نکلے دوست
جن کو پہلے غزل سناتے ہیں

بگڑنے والی شکلوں پر جو بگڑتا ہے تباہ اور برباد ہوتا ہے۔ جو حق تعالیٰ کے قانون کو توڑتا ہے ایسی لعنتی آنکھیں کیا اللہ والی ہوجائیں گی؟ اور بگڑنے والی شکلوں پر بگڑنے والے باگڑ بِلا تو ہوسکتے ہیں، عارف باللہ نہیں ہوسکتے۔

اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ کا جُملہ خبریہ حق تعالیٰ کی شانِ محبوبیت کی دلیل

تو اللہ تعالیٰ نے جُملہ خبریہ استعمال کیا اس لیے کہ اپنی محبت کا حکم دینا اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کے خلاف ہے۔ میں ہوں ہی ایسا کہ اگر تم مجھے

پہچان لو اور تمہاری آنکھوں کا موتیا نکل جائے تو خود ہی مجھ سے محبت کرنے لگو گے ۔ مجھے حکم دینے کی ضرورت نہیں ۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے جمال اپنے کمال اور شانِ محبوبیت کا خود ہی علم ہے کہ اگر انھوں نے مجھے پہچان لیا اور دل میں پالیا تو خود ہی مجھ سے محبت کرنے پر مجبور ہوں گے ۔

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
ہم جان گئے بس تری پہچان یہی ہے

اور جس دن اللہ تعالیٰ دل میں آئے گا اس دن یہ شعر پڑھیں گے ۔

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑ گئی لو شمعِ محفل کی؟
پتنگوں کے عوض اُڑنے لگیں چنگاریاں دِل کی

جس دن مولیٰ دل میں آئے گا ساری لیلائیں دل سے نکل جائیں گی سورج اور چاند کی روشنی لوڈشیڈنگ معلوم ہوگی دھیمی پڑ جائے گی ۔ سلاطین کے تخت و تاج نیلام ہوتے اور اڑتے نظر آئیں گے ۔ سارا عالم آپ کی نگاہوں سے گر جائے گا کیونکہ خالقِ عالم کی شان ہی ایسی ہے ۔ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اپنی شان کو، ان سے بڑھ کر ان کی شان اور کون جان سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ ہمارے نام میں، ہمارے ذکر میں اتنی مٹھاس ہے اتنی ہماری شانِ جمال ہے اتنی ہماری شانِ محبوبیت ہے ہم نے سارے جہان اور دونوں جہان کی لذتیں پیدا کیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے جملہ خبریہ نازل فرمایا کہ ہمیں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ تم ہم سے محبت کرو جب ہم دل میں آئیں گے تو تم خود مست ہو جاؤ گے اور علامت یہ پیدا ہوگی کہ تم

سلاطین کو خاطر میں نہیں لاؤ گے، سُورج اور چاند کی روشنی کو خاطر میں نہیں لاؤ گے۔ لیلائے کائنات کے چکر والو! میں مولائے کائنات ہوں۔ ساری لیلاؤں کو میں نے نمک دیا ہے جب وہ خالقِ نمکیاتِ لیلائے کائنات دل میں آتا ہے تو پھر وہ دِل دونوں جہاں سے مستغنی اور بے نیاز ہو جاتا ہے وہ جنت کا سوال بھی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم سمجھ کر، مگر اللہ تعالیٰ کی رضا کو اللہ تعالیٰ کی لذتِ عبادت کو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کو جنت سے بھی افضل سمجھتا ہے۔ آپ نے سمجھ لیا کہ آج میں لیسٹر میں کتنا عظیم الشان مضمون بیان کر رہا ہوں؟ میں مسجد میں کہتا ہوں کہ آج میں پہلی مرتبہ یہ مضمون بیان کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ جملہ خبریہ سے کیوں نازل فرمایا، جملہ انشائیہ کیوں نازل نہیں فرمایا؟ یہ بتاؤ کہ اگر کوئی سُورج کو پا جائے تو کیا سُورج کو یہ حکم دینے کی ضرورت ہے کہ اب تم مجھے پا گئے تو تاروں کو دیکھنے کی ضرورت نہیں؟ سُورج جانتا ہے کہ جب مجھے پائے گا تو اس کو تارے نظر ہی نہیں آئیں گے۔

جب مہر نمایاں ہوا سب چھپ گئے تارے
وہ ہم کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا

سارے عالم میں اس کو اللہ تعالیٰ ہی نظر آئے گا۔ کوئی نظر نہیں آئے گا۔

چو سُلطان عزت علم بر کشد
جہاں سر بجیب عدم در کشد

وہ سُلطان عزت جس کے دِل میں اپنی محبت و معرفت کا جھنڈا لہرا دیتا

ہے تو پوری کائنات جیبِ عدم میں داخل ہو جاتی ہے۔

اشد محبت کثرتِ ذکر سے ملتی ہے

تو آپ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے جملہ خبریہ کیوں نازل کیا؟ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میرے بندوں کو حکم دینے کی ضرورت نہیں کہ مجھ سے محبت کرو، میرا جمال جب ان پر منکشف ہو گا تو وہ خود ہی مجھ سے محبت کریں گے۔ بس ان کو یہ بتا دو کہ میرا نام لیا کریں، یہ عقل سے نہیں ملتا۔ عقل کے لیے میں نے مخلوق پیدا کی ہے یَتَفَکَّرُوْنَ خلق کے لئے اور یَذْکُرُوْنَ خالق کے لئے ہے۔ فکر خلق کے لئے اور ذکر خالق کے لئے ہے۔ جب اللہ کے ذکر سے دل میں نور آئے گا تو آپ خود ہی روز بروز مست ہوتے چلے جائیں گے۔

اشد محبت مانگنے کا طریقہ حدیث پاک سے

اب اس کے بعد سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث میں اس اشد محبت کے مانگنے کا ڈھنگ سکھا دیا بخاری شریف کی حدیث ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگ کر امت کو سکھایا کہ اس طرح مانگو۔ واہ! کیا بات ہے۔ اتباع کی لذت الگ اور اللہ تعالیٰ سے مانگنے کی لذت الگ ہے۔ جب امتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرے گا تو الفاظِ نبوت نورِ نبوت کے حامل ہوتے ہیں۔ اس کے مزہ کا کیا پوچھتے ہو؟ نبی کے الفاظ کی لذت الگ، نبی کے اتباع کی لذت الگ اور اللہ سے مانگنے کی لذت الگ۔

اہل اللہ سے محبت ذوقِ نبوت ہے

اور کیا مانگو گے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ۔

اے اللہ! مجھے آپ اپنی محبت دے دیجئے۔ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّكَ اور جو لوگ آپ سے محبت کرتے ہیں ان کی محبت دیجئے آپ کے عاشقوں کی محبت بھی میں مانگتا ہوں۔ اب آپ بتائیے کہ جو ظالم یہ کہے کہ کتابوں سے میں اللہ والا بن جاؤں گا مجھے اللہ والوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے اس کا یہ استغنا بخاری شریف کی اس حدیث کی روشنی میں حماقت ہے یا نہیں؟ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ تعالیٰ سے عاشقوں کی محبت مانگ رہے ہیں تو کون ظالم اس سے مستغنی ہوسکتا ہے؟ یہ دلیل ہے کہ یہ شخص کورا ہے۔ مرادِ نبوت اور ذوقِ نبوت سے ناآشنا ہے۔ وَحُبَّ عَمَلٍ یُّبَلِّغُنِیْ حُبَّكَ اور اے اللہ ایسے اعمال کی محبت دے دے جن سے تیری محبت ملے۔

عجیب رابطہ علامہ سید سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں کہ اللہ کی محبت اور اعمال کی محبت کے درمیان میں اللہ والوں کی محبت کیوں مانگی گئی ہے؟ اس لئے کہ یہ اللہ کی محبت اور اعمال کی محبت کے درمیان رابطہ ہے۔ یعنی اللہ والوں کی محبت میں یہ خاصیت ہے کہ اللہ والوں کے پاس بیٹھنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت بھی مل جاتی ہے اور اعمال کی محبت بھی مل جاتی ہے۔ (سبحان اللہ)

دیکھو جگر صاحب کو ایک مرتبہ ایک اللہ والے بزرگ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت نصیب ہوئی کیسے اللہ والے بن گئے؟ شراب سے توبہ کرلی۔ حج کرآئے، داڑھی بھی رکھ لی اور ان شاء اللہ خاتمہ بالخیر بھی نصیب ہوگیا۔ ساری زندگی شراب پی۔

پینے کو تو بے حساب پی لی
اب ہے روزِ حساب کا دھڑکا

مگر ایک صحبت سے کیسی توبہ کر لی؟ بیمار ہوئے، ڈاکٹروں نے کہا کہ آپ تو می امانت ہیں تھوڑی پی لیا کیجئے زندگی بچ جائے گی۔ پوچھا کہ اگر میں شراب پیتا رہوں گا تو کب تک جیتا رہوں گا؟ کہا کہ دس سال تک امید ہے جی جائیں گے۔ جگر صاحب نے کہا کہ دس سال اللہ کی ناراضگی میں جی کر گزاروں، اس سے بہتر یہ ہے کہ ابھی توبہ کی حالت میں مر جاؤں۔ میں اللہ تعالےٰ کو اپنی جان دینے کے لئے فدا ہوں۔ اس کو کہتے ہیں توبہ۔ جب تک جان نہیں لڑاؤ گے غیر اللہ سے جان نہیں چھڑا سکتے، آسانی سے گناہ نہیں چھوڑ سکتے۔ لومڑیوں کا یہ کام نہیں ہے، شیروں کا کام ہے، جسم دیکھو تو شیر سے بھی قوی اور ہمت دیکھو تو لومڑی بھی شرما جائے۔ تو اللہ والوں کی محبت سے اللہ کی محبت بھی مل جائے گی اور نیک اعمال کی توفیق بھی ملے گی۔ مجھے اپنا ایک شعر یاد آ گیا۔

جی چاہتا ہے ایسی جگہ میں رہوں جہاں
جیتا ہو کوئی درد بھرا دِل لئے ہوئے

میں خود کہتا ہوں کہ اگر کوئی درد بھرا دل لے کر کہیں بیٹھا ہو میں ایسی شخصیت پر اس عمر میں بھی فدا ہونے کے لئے تیار ہوں مجھے ہمیشہ سے اللہ تعالےٰ نے اللہ والوں کی محبت کی دولت عطا فرمائی ہے۔

محبت کی حدود اب آگے محبت کی پلاننگ ہو رہی ہے جیسے ہر چیز کی پلاننگ اور اس کی حدود ہوتی ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالےٰ

علیہ وسلم خدا تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ اتنی محبت دے دے کہ میں اپنی جان سے زیادہ آپ کو پیار کروں۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ نَفْسِیْ جب جان سے زیادہ مولیٰ پیارا ہوگا تو بتاؤ پھر کوئی بدنظری کرے گا؟ گناہ چھپ چھپ کر کرے گا؟ لعنتی مزہ لے گا؟ ارے گناہ سے ایسا بھاگے گا۔ جیسے سانپ سے اور اللہ کی رحمت پر فدا رہے گا۔

جان سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی محبت مطلوب ہے

تو زبانِ رسالت سے محبت کی حدود بیان ہو رہی ہیں کہ اے اللہ ہمیں اتنی محبت دے دے کہ ہماری جان ہمہ وقت آپ پر فدا رہے اور ہم آپ کو ناراض نہ کریں، گناہوں کی حرام لذتوں کو حرام خوشیوں کو امپورٹ نہ کریں۔ حرام خوشیوں کو کیا کریں ۔

خوشی کو آگ لگا دی خوشی خوشی ہم نے

گناہ چھوڑ کر پچھتاؤ بھی مت بلکہ خوشی خوشی گناہوں میں آگ لگا دو۔ بتاؤ سورج کب نکلتا ہے؟ جب مشرق لال ہوتا ہے۔ دل بھی جب خونِ تمنا سے لال ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کو اپنے قرب کا سورج عطا فرماتے ہیں۔

اگر لڑکیوں اور لڑکوں کا فرسٹ فلور (گال، بال، آنکھیں) دیکھو گے تو شیطان اس فرسٹ فلور سے پل (Pull) کرکے پھر گراؤنڈ فلور (پیشاب پاخانہ کے مقام پر) پُش (Push) کر دے گا اور پھر گٹر لائنوں میں پڑے چیں چیں کرتے رہو گے جیسے سانپ چھچھوندر نگلتا ہے تو چھچھوندر بھی چلاتی ہے اور سانپ بھی چلاتا ہے۔ غیر اللہ والے ہمیشہ پریشان رہتے ہیں خودکشی

ختم کر لیتے ہیں۔ سُن لو! کسی ولی اللہ نے کبھی خودکشی نہیں کی۔ مولیٰ کے عاشقین خودکشی نہیں کرتے۔ لیلاؤں کے عاشقین نے خودکشی کی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کی محبت کتنی ہونی چاہیے! یہ بخاری شریف کی حدیث ہے الفاظِ نبوت میں مانگو ان شاء اللہ ضرور قبول ہوگی۔ کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے پیارے اور مقبول ہیں، آپ کے الفاظ بھی مقبول ہیں۔ مقبول لغت میں مانگو گے تو آپ کی دعا رد نہیں ہوگی۔ ان شاء اللہ یاد کر لو۔ خالقِ حیات کی باتیں پیش کرتا ہوں جن سے حیات برستی ہے۔ خالقِ حیات اپنے عاشقوں پر حیات اور نافرمانوں کے دلوں پر موت برساتا ہے۔ چہرہ دیکھو تو پتہ چل جائے گا کہ اس پر لعنت و پھٹکار ہے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھ کر جو بدنظری کر کے آیا تھا فرمایا کہ مَا بَالُ اَقْوَامٍ یَتَرَشَّحُ مِنْ اَعْیُنِہِمُ الزِّنَا۔ کیا حال ہے ایسی قوموں کا جن کی آنکھوں سے زنا ٹپک رہا ہے؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت نہیں فرمائی؟ لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ۔ جو بدنظری کرتا ہے اس پر لعنت ہو۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا ہے تو کیا لعنت کے اثرات چہرہ پر نہیں آئیں گے؟

اہل و عیال سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی محبت مطلوب ہے

اس کے بعد فرمایا وَمِنْ اَھْلِیْ

اے اللہ اپنی محبت مجھے میرے اہل و عیال سے بھی زیادہ دے دے۔ یہ نہیں کہ بیوی نے کہا کہ ٹیلیویژن نہیں لاؤ گے تو میں ناراض ہو جاؤں گی تو مارے ڈر کے لے آیا۔ بھائی ہرگز اللہ تعالیٰ کو ناراض مت کرو، بیوی

کی تمام ڈیمانڈ پوری کرو اگر اچھے کپڑے کو کہنے لگے آؤ کوکا کولا لے آؤ، مزید مانگے لادو، سیون اپ پلادو اور شوگر والی ہے تو ڈائٹ سیون اپ لے آؤ اور ٹھنڈی کر کے پلاؤ۔ حلال نعمتیں اس پر برساؤ لیکن جب اللہ کی نافرمانی کو کہے کہ ننگی فلمیں لے آؤ تو کہہ دو کہ میری جان لے لو مگر ایمان نہ لو، ایمان نہیں دے سکتا۔

جہانگیر بادشاہ سے نور جہاں نے کہا کہ شیعہ ہوجاؤ۔ پوچھا کیوں؟ کہا کہ تم میرے عاشق ہو، عاشق کو چاہیے کہ معشوق کا مذہب اختیار کرے تو اس نے کہا کہ۔

جاناں بہ تو جاں دادم نہ کہ ایماں دادم

اے نور جہاں میری محبوبہ تجھ پر میں نے جان دی ہے ایمان نہیں دیا ہے۔ (سبحان اللہ)

شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ اللہ کی محبت مطلوب ہے

تیسرا جملہ ہے وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ۔ اے اللہ اپنی محبت مجھے اتنی دے کہ شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ۔ شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی سے رگ رگ میں جان آتی ہے، جان میں سینکڑوں جان معلوم ہوتی ہے۔ اس شدید پیاس میں پانی جتنا پیارا ہوتا ہے۔ اے اللہ اس سے زیادہ آپ مجھے پیارے ہوجائیے۔ اپنی ایسی محبت میری جان کو عطا فرما دیجئے۔ بس مضمون ختم ہوگیا۔ کوئی چیز باقی رہ گئی ہو تو ہم اس کے ذمہ دار نہیں ایک ہی مجلس میں سارا دین کون پیش کرسکتا ہے؟ تیئیس برس میں جو دین نازل

ہوا وہ لیسٹر کی اس مسجد میں ابھی ایک گھنٹہ میں پیش کردوں یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ لیکن ضروری ضروری باتیں پیش کردی ہیں (حاضرین نے کہا بہت جامع بیان ہے ماشاء اللہ) اب میں درد بھرے دل سے دُعا کرتا ہوں. میں مُسافر ہوں. آپ آمین کہیں۔

اے اللہ! ہماری جانوں میں اور ہمارے دِلوں میں اور ہمارے سینوں میں محبت کا وہ درد داخل فرما جو آپ عاشقوں کے سینوں کو عطا فرماتے ہیں جو اولیاء اور دوستوں کے سینوں میں عطا فرماتے ہیں اور منتہا اولیاءِ صدیقین کی نسبت سے نوازیئے. ہماری دُنیا بھی بنا دے آخرت بھی بنا دے. اے اللہ! اختر کو بھی اور تمام سامعین کو تقویٰ کی حیات نصیب فرما، اپنے نام کی مٹھاس اور لذت سے ہم سب کو آشنا فرما. ایسا قُرب نصیب فرما کہ ساری دُنیا کی لیلائیں نگاہوں سے گر جائیں۔ اے اللہ! ہم سب کو اپنا دیوانہ بنا دے اور دیوانہ سازی بھی نصیب فرما۔ اے خالقِ دوجہاں! دونوں جہان ہم سب کو عطا فرما، یہ دُعا میرے لئے آپ سب کے لئے اور ہمارے آپ کے بچوں کے لئے اور سارے عالم کے احباب غائبین اور ساری اُمتِ مسلمہ کے لئے قبول فرما۔ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ بِرَحْمَتِكَ یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ○

بسم اللہ الرحمن الرحیم
آدابِ راہِ وفا
سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۳۲
عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

فہرست

☆

عرضِ مرتب

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

عارف باللہ حضرت مرشدنا و مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کا یہ وعظ ملقب بہ "آدابِ راہِ وفا" جنوبی افریقہ کے شہر اسٹینگر میں ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۸ ستمبر ۱۹۹۷ء بروز اتوار بعد مغرب جناب عبد القادر ڈیسائی صاحب کے مکان پر ہوا جن کی دعوت پر حضرت والا نے وہاں کا سفر فرمایا تھا۔

ڈربن اور پیٹر میرٹز برگ اور دیگر شہروں سے حضرت والا سے تعلق رکھنے والے علماء و دیگر احباب تشریف لائے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اہلِ محبت کی اہمیت اور اہلِ محبت کی علامات سے منصوص دلائل اور محبت کے آداب، شرائط اور حصولِ محبت کے طریقے حضرت والا نے اپنے مخصوص انداز کیف و مستی اور دردِ محبت میں ڈوب کر بیان فرمائے کہ سامعین پر وجد طاری ہوگیا۔ وعظ کے بعد بہت سے علماء کرام نے اس کی اشاعت کی فرمائش کی چنانچہ جنوبی افریقہ میں ہی اس کو ضبط کر لیا گیا تھا اور آج ۱۵ شعبان المعظم ۱۴۱۸ھ بمطابق ۱۶ دسمبر ۱۹۹۷ء بروز منگل طباعت کے لئے دیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ آمین یَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِيْمُ۔

احقر سید عشرت جمیل میر عفا اللہ عنہ

یکے از خدام

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

آدابِ راہِ وفا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ
الرَّحِیْمِ وَمَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ
بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ۔

طبقہ اہلِ وفا اور طبقہ اہلِ جفا

طبقہ اہلِ محبت کے گروہ سے اور اہلِ وفا کے گروہ سے اور عاشقانِ خداوند تعالیٰ کے گروہ سے الگ ایک طبقہ نافرمان ہے جس کو اہلِ ستم اہلِ جفا اور بے وفا کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ وَمَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ تم میں سے کچھ لوگ اہلِ جفا اور بے وفا نکلے جو اللہ تعالیٰ کو اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اسلام کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور کافر ہو گئے۔

نافرمانوں سے دوستی کا نتیجہ

اور ان اہلِ ستم اور اہلِ جفا کے برباد ہونے کا سبب کیا ہے وہ اس سے پہلی آیت میں بیان فرما دیا کہ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤی اَوْلِیَآءَ اے ایمان والو! یہودیوں سے، عیسائیوں سے نافرمانوں سے دوستی مت کرو، ان کو اپنا ولی مت بناؤ۔ جو لوگ کسی نافرمان کو دوست بناتے ہیں تو اس دوستی کی راہ سے اس کی نافرمانی کے جراثیم

منتقل ہو جاتے ہیں۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ اِنَّ مَوَالَاتَ الْیَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی تُوْرِثُ الْاِرْتِدَادَ۔ یہود و نصاریٰ کی دوستی ارتداد کا سبب ہے لہٰذا نافرمانوں کو دوست بنانا اپنے دین کو تباہ کرنا ہے۔

اور نافرمانوں کی دوستی میں نفس بھی شامل ہے جو لوگ اپنے نفس سے دوستی کرتے ہیں اور اس کو خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو جیسے یہود و نصاریٰ اللہ کی بغاوت پر آمادہ ہیں اسی طرح انسان کا نفس بھی اللہ کی نافرمانی و بغاوت پر آمادہ رہتا ہے۔ نفس کو نافرمانی پر آمادہ نہیں کرنا پڑتا کیونکہ یہ تو خود اَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ ہے۔

مرتدین کے مقابلہ میں اہلِ محبت کی استقامت کی دلیل

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مرتدین بے وفا اور اہلِ جفا کے مقابلہ میں جلد ایک قوم پیدا کروں گا جو اہلِ وفا ہوں گے فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗ جن سے میں محبت کروں گا اور وہ مجھ سے محبت کریں گے۔ معلوم ہوا کہ بے وفاؤں کے مقابلہ میں اہلِ محبت کا پیدا کرنا یہ دلیل ہے کہ اہلِ محبت بے وفا نہیں ہوتے کیونکہ بے وفا کا مقابلہ باوفا سے ہوتا ہے۔ اگر بے وفا کے مقابلہ میں بے وفا ہی آئیں تو کیا مقابلہ ہوا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے مرتدین اور بے وفاؤں کے مقابلہ میں اہلِ محبت کو پیش کر کے بتا دیا کہ جو مجھ سے محبت کرتے ہیں وہ اہلِ وفا ہوتے ہیں اور اہلِ وفا کبھی مجھ کو نہیں چھوڑ سکتے۔ محبت بہت عظیم نعمت ہے۔ محبت والا تو

جان دے دیتا ہے لیکن اپنے محبوب کو ناراض نہیں کرتا۔ محبت لغت نہیں عمل کا نام ہے۔

آیتِ مبارکہ میں یُحِبُّوْنَهٗ پر یُحِبُّهُمْ کی تقدیم کا راز

یہاں ایک سوال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو پہلے بیان کیا اور اپنے عاشقوں کی محبت کو بعد میں یُحِبُّهُمْ یعنی اللہ تعالیٰ ان سے محبت کریں گے وَیُحِبُّوْنَهٗ اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے اس کا جواب یہ ہے کہ ؎

کام بنتا ہے فضل سے اختر
فضل کا آسرا لگائے ہیں

اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ ہماری محبت کے صدقہ میں تم باوفا بنو گے۔ علامہ آلوسی نے اس سوال کا یہی جواب دیا کہ قَدَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی مَحَبَّتَهٗ عَلٰی مَحَبَّةِ عِبَادِهٖ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو اپنے بندوں کی محبت پر اس لئے مقدم فرمایا تاکہ صحابہ جان لیں کہ اِنَّهُمْ یُحِبُّوْنَ رَبَّهُمْ بِفَیْضَانِ مَحَبَّةِ رَبِّهِمْ کہ یہ اپنے رب کی محبت کے فیضان کے صدقہ میں مجھ سے محبت کر رہے ہیں اور فرمایا کہ میری محبت کی تین علامات ظاہر ہوں گی۔ جو لوگ محبت محبت تو کہتے ہیں لیکن محبت اس وقت تک نہیں جب تک اس میں شدت نہ ہو۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ؎

محبت محبت تو کہتے ہیں لیکن محبت نہیں جس میں شدت نہیں ہے

اللہ تعالیٰ کے وفادار بندوں کے لئے اشد محبت کی قید ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔ اگر بال بچوں کی، مال و دولت کی سموسوں اور پاپڑ کی محبت شدید بھی ہو تو کچھ حرج نہیں بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کی محبت اشد ہو، کچھ فیصد زیادہ ہو۔ بال بچوں کی، کاروبار کی، بیوپار کی محبت اگر شدید ہے تو بس اللہ کی محبت اشد ہو۔ ۴۹ فیصد اگر کاروبار کی محبت ہے بس اکیاون فیصد اللہ کی محبت ہو تو اسے اشد محبت اللہ کی حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کی تین علامات

تو اللہ تعالیٰ نے اہلِ محبت کی تین علامات بیان فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی محبت اس درجہ کی ہم سب کو عطا فرمادیں کہ یہ تین علامات ہمارے اندر بھی آجائیں۔

پہلی علامت

مومنین کیساتھ تواضع وفنائیت، کفار کے ساتھ شدت

۱۔ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۔ یہ ہمارے عاشقین آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ نہایت تواضع وخاکساری سے رہتے ہیں لیکن کافروں پر نہایت سخت ہیں اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ذَلَّ يَذِلُّ کا صلہ ہمیشہ لام آتا ہے جیسے ذَلَّ زَيْدٌ نَفْسَهٗ لِفُلَانٍ۔ زید نے اپنے نفس کو ذلیل کر دیا فلاں کے لیے لیکن یہاں علیٰ کیوں آیا؟ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ

تعالیٰ نے نحو کے کُلیہ کے خلاف علیٰ استعمال کیا تاکہ اقوامِ عالم کو معلوم ہو جائے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اپنے نفس کو ذلیل کرنا اس لیے نہیں ہے کہ یہ ذلت کے عادی تھے بلکہ علیٰ نازل کر کے بتا دیا کہ یہ بہت بڑے درجہ کے لوگ ہیں مَعَ عُلُوِّ مَرَاتِبِہِمْ وَ مَعَ عُلُوِّ شَانِہِمْ یہ اپنے نفس کو مٹا رہے ہیں اپنے مُسلمان بھائیوں کے سامنے اپنے نفس کو ذلیل کر دیتے ہیں اور اپنے کو کچھ نہیں سمجھتے، اپنے نفس کی اکڑفوں کو ختم کر چکے۔ ایک مُسلمان دوسرے مُسلمان کے سامنے بچھا جاتا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک دفعہ چوک ہو گئی۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اے بلال تم کالے ہو لیکن فوراً تنبیہ ہوئی کہ آج یہ میرے منہ سے کیا نکل گیا۔ فوراً زمین پر لیٹ گئے۔

چوم لیتا ہے فلک بڑھ کے زمیں کو اختر
ہو مبارک کسی عاصی کا پشیماں ہونا

اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ یا سیدی بلال! اے میرے سردار بلال! اپنے پاؤں سے مجھے روند ڈالو تاکہ میری یہ خطا اللہ تعالیٰ مُعاف فرما دیں۔ یہ ہے اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ لیکن کفار کے ساتھ صحابہ کیسے ہیں؟ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکَافِرِیْنَ اگر یہ فطرۃً ذلیل ہوتے تو کافروں پر کیوں اشد ہیں۔ معلوم ہوا کہ اپنی فطرت کے اعتبار سے یہ بہت بڑے لوگ ہیں اپنے علوِ مراتب وعلوِ شان کے باوجود یہ اپنے ایمان والے بھائیوں کے سامنے بچھے جاتے ہیں۔ یہ ان کا کمال ہے اور اس میں محبت کی داستان ہے۔ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکَافِرِیْنَ کا یہ علیٰ پہلے علیٰ کی تائید کر رہا ہے کہ

بہ سبب بلندی درجات کے صحابہ میں تواضع وخاکساری کی یہ کیفیت ہے۔

دوسری علامت

جہاد فی سبیل اللہ

(۲) یُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. اللہ کے راستہ میں یہ لومڑی کی طرح بزدل نہیں رہتے۔ مشقت ومجاہدہ اٹھاتے ہیں استقامت سے رہتے ہیں اور استقامت ہزاروں کرامت سے افضل ہے اَلْاِسْتِقَامَةُ فَوْقَ اَلْفِ كَرَامَةٍ۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ دین پر استقامت سے رہنا ہزار کرامت سے افضل ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک خادم جو دس سال سے حضرت جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ تھا۔ اس نے کہا کہ میں نے آپ کے اندر کوئی کرامت نہیں دیکھی۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ دس سال کے اندر تم نے مجھے اللہ کی کوئی نافرمانی کرتے ہوئے دیکھا؟ کہا کہ میں نے آپ کے اندر کبھی کوئی نافرمانی نہیں پائی۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ آہ جس جنید نے دس سال تک اپنے مالک اور مولیٰ کو ایک سانس ناراض نہیں کیا ظالم تو اس سے بڑی اور کیا کرامت چاہتا ہے؟

اس سفر میں مجھے ایک علمِ عظیم نصیب ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ استقامت والا وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکام پر قائم رہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتا رہے وَلَا یَرُوْغُ رَوْغَانَ الثَّعَالِبِ. اور لومڑیوں کی طرح راہِ فرار نہ اختیار کرے۔ سموسہ اور بریانی اور پلاؤ پر دمادم ہاتھ مار رہا ہے

اور جب کوئی مشکل آگئی تو اسے الّو کی طرح دیکھ رہا ہے۔ اس وقت اللہ کے رزق کا حق کیوں اس نے ادا نہیں کیا اور میں بہ قسم کہتا ہوں کہ جب یہ لوگ کسی خطرناک بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں تو ان کے وہی معشوق سب سے زیادہ ان کو گالیاں دیتے ہیں اور آپس میں تذکرہ کرتے ہیں کہ اچھا ہوا جو مر رہا ہے، یہ نالائق ہمارے ساتھ منہ کالا کرتا تھا۔ کوئی معشوق دُعا نہیں کرتا کہ اے اللہ تعالیٰ اس پر رحم کر دے بلکہ جب یہ دیکھتے ہیں کہ اب یہ ہمارے کام کا بھی نہیں رہا اور کمزور ہوگیا تو مزید دولات مار کر بھاگ جاتے ہیں۔ بتاؤ ہے کوئی مصیبت میں کام آنے والا ؟ اسی لئے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُذْكُرُوا اللّٰهَ فِي الرَّخَاءِ جب خدا تم کو آرام سے رکھے تو اپنے مالک کو خوب یاد کرتے رہو یَذْكُرْكُمْ فِي الشِّدَّةِ تو تکلیف میں خدا تم کو یاد رکھے گا۔ جو سُکھ میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو دُکھ میں اللہ تعالیٰ اس کو یاد رکھتے ہیں۔ ایسے باوفا مالک کو چھوڑ کر کہاں بے وفاؤں پر مر رہے ہو؟

مُجاہدہ کی چار اقسام

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اہلِ وفا بننے کے لئے صرف لفظ محبت کا استعمال کافی نہیں ہے، اللہ پاک کی منصوص علامات کو اپنی حالت سے ملاؤ کہ وہ علامات ہم میں ہیں بھی یا نہیں؟ جن سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں ان میں جو علامات ظاہر ہوتی ہیں ہم دیکھیں کہ وہ علامات ہمارے اندر ہیں یا نہیں؟ يُجَاهِدُونَ

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں، غم اٹھاتے ہیں حلوہ کھانے سے اللہ نہیں ملتا، بلوہ اٹھانے سے ان کا جلوہ ملتا ہے اس یُجَاھِدُوْنَ کی چار تفسیر ہے۔

(۱)۔ رضائے حق کی تلاش میں مشقت اٹھانا

اَلَّذِیْنَ یَخْتَارُوْنَ الْمَشَقَّۃَ فِی ابْتِغَاءِ مَرْضَاتِنَا۔ جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے تکالیف اٹھاتے ہیں مان لیجیے بہت ہی حسین شکل سامنے آگئی تو اس سے نظر بچانے کی تکلیف اٹھانا برداشت کرتے ہیں جس مالک کے رزق سے آنکھوں میں روشنی ہے اور ہمیں دکھائی پڑ رہا ہے۔ اگر دس دن کھانا نہ ملے تو کچھ نظر آئے گا؟ بڑا ظالم ہے وہ شخص ڈوب مرنے کی بات ہے کہ اس مالک کا رزق کھا کر اس کی مرضی کے خلاف دیکھتا ہے جس نے رزق دے کر آنکھوں کو روشنی دی ہے اس رزاق کو بے حیائی سے ناراض کرتا ہے۔ یہ موقع ہے اللہ تعالیٰ کے لیے تکلیف اٹھانے کا۔ دِل پر غم اٹھا لو اپنی خوشیوں کو آگ لگا دو۔ اللہ تعالیٰ کی خوشی کو اپنی خوشیوں پر مقدم کرو۔ مالک کا قانون نہ توڑو اپنا دل توڑ دو۔ یہ ہے بندۂ باوفا۔

مولانا رومی صاحبِ قونیہ کی قبر کو اللہ تعالیٰ نور سے بھر دے۔ آج کل میں مولانا رومی کو صاحبِ قونیہ کہہ رہا ہوں کیونکہ جن لوگوں نے میرے ساتھ قونیہ کا سفر کیا ہے ان کی کافی تعداد یہاں موجود ہے وہ جانتے ہیں کہ اس سفر میں کیا لطف آیا تھا صاحبِ قونیہ کہنے سے وہ مزہ یاد آجاتا ہے تو

اگر کوئی حسین شکل سامنے آجائے تو صاحبِ قونیہ کا یہ مصرع پڑھ لیجئے کہ

امرِ شہ بہتر بہ قیمت یا گہر

فرماتے ہیں کہ نظر بچانے کا قانونِ خداوندی زیادہ قیمتی ہے یا یہ حسین ہوتی زیادہ قیمتی جن کی شکل بگڑنے کے بعد تم ان سے گدھے کی طرح بھاگو گے حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ اے ظالمو! اب کیوں بھاگتے ہو؟ اب اس کی قیمت کیوں نہیں لگاتے؟ ان کے کرم کی بدولت ہماری یہ خرمستیاں ہیں ورنہ اگر اللہ تعالےٰ ایک ایک فرشتہ مقرر کر دیتا کہ جو کوئی کسی حسین کو دیکھے تین جوتے اس کی کھوپڑی پر لگاؤ تو ہر شخص دیکھتا رہتا کہ کس پر جوتے پڑ رہے ہیں۔ کس قدر رسوائی ہوتی مگر پھر عالمِ غیب رہتا، عالمِ امتحان نہ رہتا۔ مالک کو ناراض کرنا حیا کے بھی خلاف ہے۔ اس مالک کو ناراض نہ کرو جس نے ہمیں وجود بخشا۔ زندگی دی اور توفیقِ بندگی دی۔ مسلمان کے گھر میں پیدا کر کے ہم کو ایمان اور اسلام عطا فرمایا۔ لہٰذا ایسے مالک کو خوش کرنے کے لئے قانونِ خداوندی کو مت توڑو، اپنا دِل توڑ دو۔ میں پوچھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے قانون کی زیادہ عظمت ہے یا ہمارے دل کی اور دِل توڑنے کی یہ ہمت خانقاہوں اور اللہ والوں کی صحبت سے ملتی ہے۔ جب اللہ والوں کے ساتھ رہ کر بھی دِل توڑنے کی توفیق نہ ہوئی تو بتاؤ پھر کہاں جاؤ گے؟ حسینوں کے حُسن کو ہینڈل نہ کرو ورنہ سر پر انہیں حسینوں کی سینڈل پڑے گی۔ لہٰذا اپنا دِل توڑ لو کیونکہ شکستہ دل ہی کو اللہ تعالیٰ پیار کرتا ہے۔ بتایئے اللہ تعالےٰ کا پیار زیادہ قیمتی ہے یا ان لیلاؤں کا؟ جو بندہ اپنا دل توڑتا ہے تو اللہ تعالےٰ

کی رحمت حلاوتِ ایمانی کی صورت میں اس دل کا پیار لیتی ہے۔ اس پر میرا ایک اُردو شعر ہے جس کو جب مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سُنا تو فرمایا کہ میں سمجھتا تھا کہ تمھارا فارسی شعر ہی درد بھرا ہوتا ہے۔ لیکن آج معلوم ہوا تمھاری اُردو شاعری بھی عجیبؔ غریب ہے۔ وہ شعر یہ ہے ؎

تِرے ہاتھ سے زیرِ تعمیر ہوں میں
مُبارک مجھے میری ویرانیاں ہیں

نہ ہم اپنا دِل توڑتے نہ اللہ تعالیٰ ہمارے شکستہ دِل کی تعمیر حلاوتِ ایمانی سے فرماتا۔ اللہ تعالیٰ کا وفادار بننے کا آج نسخہ بیان ہورہا ہے' آج راہِ وفا کے آداب سکھا رہا ہوں آج کی تقریر کا نام آدابِ راہِ وفا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے وفادار بندوں کا رستہ دکھا رہا ہوں۔

تواضع کے حصول اور تکبر سے نجات کا طریقہ

جس کا پہلا نمبر ہے کہ تواضع سے رہو تکبر نہ آنے دو اور اس کا علاج یہ ہے کہ ہم روزانہ اللہ تعالیٰ سے کہیں کہ اَے خدا میں تمام مُسلمانوں سے کمتر ہوں فی الحال اور کافروں اور جانوروں سے کمتر ہوں فی المآل۔ مآل کے معنیٰ ہیں انجام یعنی انجام کے اعتبار سے کمتر ہوں کیونکہ معلوم نہیں کہ خاتمہ کیسا ہوتا ہے۔ ابھی ہم کیسے سمجھیں کہ کافر اور جانور ہم سے خراب ہیں یہ تو خاتمہ کے بعد معلوم ہوگا۔ اگر خاتمہ اچھا ہوگیا تو اس وقت یقیناً ہم کافروں سے اور جانوروں سے اچھے ہوں گے اور اگر خدانخواستہ جس کا خاتمہ خراب ہوگیا تو کافر اور جانور اس سے اچھے ہیں۔ یہ دو

جملے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے سکھاتے کہ یہ اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کرو تو ان شاء اللہ تکبر سے پاک ہو جاؤ گے مگر پھر بھی اپنے آپ کو پاک نہ سمجھو۔

تزکیہ فرض، خود کو مزکّٰی سمجھنا حرام

اپنے نفس کو پاک کرنا تو فرض ہے لیکن پاک سمجھنا حرام ہے۔

فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ کی نص ہے کہ اپنے نفس کو مزکّٰی اور پاک و صاف نہ سمجھو۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا۔ نفس کا تزکیہ تو فرض ہے لیکن مزکّٰی اور پاک سمجھنا حرام ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ دو جملے میں بھی اللہ تعالیٰ سے عرض کرتا ہوں کہ اے اللہ سارے مسلمانوں سے اختر کمتر ہے فی الحال۔ نہ معلوم کس کی کیا ادا اللہ کے یہاں پسند ہو اور میری کوئی ادا اللہ کے یہاں باعث سزا ہو گئی ہو اور تمام کافروں اور جانوروں سے میں کمتر ہوں فی المآل کیونکہ مجھے نہیں معلوم کہ میرا خاتمہ کیسا ہوگا؟ لہٰذا کافروں کی تحقیر بھی حرام ہے بلکہ واجب تحقیر حرام۔ کفر سے نفرت کرو لیکن کسی کافر کو حقیر نہ سمجھو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ مرنے سے پہلے وہ کلمہ پڑھ لے۔ مولانا رومی صاحبِ قونیہ فرماتے ہیں ؎

ہیچ کافر را بخواری منگرید
کہ مسلماں بودنش باشد امید

کسی کافر کو بھی حقارت سے مت دیکھو کیونکہ ابھی اس کے مسلمان ہونے کی

اُمید ہے۔ اہلِ وفا کی دوسری علامت اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی یُجَاهِدُونَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ جس کا پہلا نمبر ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے اپنا دِل توڑ دے لیکن اللہ کا قانون نہ توڑے۔ کوئی حسین شکل سامنے آگئی تو دل سے کہہ دے کہ اے دِل میں تجھے توڑ دوں گا لیکن اللہ تعالیٰ کا قانون نہیں توڑوں گا۔ کیا اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین نہیں ہیں؟ کیا ان کو رحم نہیں آئے گا کہ میرا بندہ میرے لیے کتنا غم اُٹھا رہا ہے؟

دورِ حاضر میں منتہائے اولیاء صدیقین تک پہنچنے کا ایک عمل

ایسا سالک اولیاء صدیقین کی خطِ انتہا تک پہنچ جائے گا جو ایک ہی عمل کرلے کہ نظر کو کبھی خراب نہ کرے کیونکہ اس زمانہ میں عریانی کی اتنی کثرت ہے کہ نظر بچا بچا کر دِل پر اتنا غم آئے گا جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ ایسے بندے کو اپنی آغوشِ رحمت میں اُٹھالے گا اور اس کو اللہ تعالیٰ ایمان صدیقین عطا فرما دے گا! اس کا دِل جلوہ گاہِ حق ہوگا' اس میں تجلیاتِ ربانی کی فراوانی ہوگی۔ اس کا قلب اور اس کا ایمان جلا بھنا کباب ہوگا۔ جدھر سے گذر جائے گا کافر کو بھی یقین کرنا پڑے گا کہ کوئی اللہ والا جارہا ہے' اس کے چہرے پر قلب کی تابانی کا اثر ہوگا اور بدنظری کرنے والوں کے چہرہ پر لعنت کا اثر ہوتا ہے اِنْ لَّمْ يَتُبْ اگر توبہ نہ کرے۔ توبہ کرلی تو اللہ تعالیٰ اس کی تلافی فرمادیتے ہیں۔

(۲) دین کی نُصرت و اشاعت میں مشقّت اُٹھانا

اور اہلِ وفا کے راستہ

کا دوسرا نمبر یعنی مجاہدہ کی دوسری قسم ہے اَلَّذِیْنَ یَخْتَارُوْنَ الْمَشَقَّۃَ فِیْ نُصْرَۃِ دِیْنِنَا جو دین پھیلانے کے لیے رات دن غم اٹھاتے ہیں دربدر پھرتے ہیں ۔

پھرتا ہوں دِل میں درد کا نشتر لیے ہوئے
صحرا و چمن دونوں کو مضطر کیے ہوئے

(۳) احکاماتِ الٰہیہ کی تعمیل میں مُشقت اُٹھانا

اور اللہ تعالےٰ کے راستہ کے مُجاہدے کی تیسری قسم ہے اَلَّذِیْنَ یَخْتَارُوْنَ الْمَشَقَّۃَ فِی امْتِثَالِ اَوَامِرِنَا جو اللہ کے احکام بجالانے میں ہر مشقت اُٹھا لیتے ہیں۔

(۴) اللہ کی نافرمانی سے بچنے کا غم اُٹھانا

اور چوتھا مُجاہدہ ہے اَلَّذِیْنَ یَخْتَارُوْنَ الْمَشَقَّۃَ فِی الْاِنْتِھَآءِ عَنْ مَنَاھِیْنَا جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنے کا غم اُٹھا لیتے ہیں نفس پر غالب ہوتے ہیں یہ نہیں کہ نفس کی کُشتی ان پر غالب ہوجائے، نفس کے اشاروں پر ناچنا بڑی ذلت کی بات ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا یہ ارشاد یاد کر لیجئے کہ اہلِ وفا اور اہلِ استقامت وہ ہیں کہ اَلَّذِیْ لَا یَرُوْغُ رَوْغَانَ الثَّعَالِبِ جو لومڑی کی طرح راہِ فرار اختیار نہیں کرتے۔ کھانے میں پیش پیش دسترخوان پر کباب اور بریانی سے کم نہ ہو اور ٹھنڈا پانی بھی ہو خوش خوراک، خوش لباس لیکن جب گناہ سے بچنے کا موقع آتا ہے تو لومڑی کی طرح بُزدل ہو جاتے ہیں اور حسینوں کا حرام نمک

چکھنے لگتے ہیں۔ یہ نمک حرامی اتنی خبیث عادت ہے جس سے اس کی زندگی ضائع ہوجائے گی اور یہ صاحبِ نسبت نہیں ہوسکے گا۔ نافرمانی کے ساتھ اللہ کا ولی نہیں بن سکتا اسی نافرمانی میں اگر موت آگئی تو پچھتائے گا کہ وہ شکلیں کیا ہوئیں وہ لیلائیں کدھر گئیں جن پر ہم مر رہے تھے؟ اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے‘ اللہ تعالیٰ نے کتا اور گدھا تو نہیں بنایا عقل سے سوچو۔ طبیعت کے غلام مت بنو۔ طبیعت پر عقل کو اور عقل پر شریعت کو غالب کرو۔ جو شخص کھائے خوب اچھا اچھا اور کام میں سست ہوجائے لومڑیانہ پن دکھائے اسے عرفِ عام میں کہتے ہیں کام چور نوالہ حاضر۔ جب اللہ تعالیٰ نے کام بتایا کہ دیکھو یہاں نظر مت ڈالنا تو کہتا ہے کہ میں تو لومڑی ہوں میرے اندر تو ہمت ہی نہیں ہیں تو ان کالی گوری کو دیکھوں گا جب کوئی حسین شکل سامنے آتی ہے تو نبی کی بددعا لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ۔ مجھے یاد ہی نہیں آتی‘ قرآنِ پاک کی آیت یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ۔ مجھے یاد ہی نہیں آتی‘ اللہ و رسول کے تمام فرمانِ عالیشان بھول جاتا ہوں لیکن کھانا کبھی نہیں بھولتا۔ مجال ہے کہ کباب‘ بریانی‘ ٹھنڈا پانی اور گرین مرچ میں بھول جاؤں میں وہ عاشق شوریدہ سر اور شوریدہ لسان ہوں کہ دسترخوان پر شور مچادوں گا اگر شوربہ‘ گرین مرچ اور برف کا پانی نہ پاؤں گا۔ دوستو! شرافتِ بندگی یہ ہے کہ اس رزاق مالک اور محسنِ حقیقی کا شکر ادا کرو۔ جو ایسی ایسی نعمتیں کھلاتا ہے۔ نظر بچانے میں تھوڑی دیر تکلیف ہوگی۔ لیکن واللہ کہتا ہوں کہ اس مجاہدہ سے دل کو جب فوراً حلاوتِ ایمانی عطا ہوگی تو اتنا مزہ پاؤ گے کہ دونوں جہاں کا

حاصل پاجاؤ گے۔ جب لیلاؤں سے نظر بچا کر مولیٰ کو دل میں پاؤ گے تو کہو گے کہ اے میرے ربِ دو جہاں مالکِ دو جہاں، خالقِ دو جہاں آ، اے میرے حاصلِ دو جہاں ؎

وہ شاہِ دو جہاں جس دِل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

جس کے دِل میں وہ مولیٰ آتا ہے دونوں جہان کی لذت وہ دِل میں پاجاتا ہے اور ان لعنتی کاموں کے بعد ان نظر بازوں کے سر پر قرآن رکھ کر پوچھو جو مسلمان ہیں کہ نظر کے بعد قلب میں کیسی ظلمت اور اندھیرا پیدا ہوتا ہے، حلاوتِ ایمانی سے محروم ہوتے، لعنتِ شیطانی میں مبتلا ہوئے اور بُعدِ قربِ رحمانی کی سزا میں گرفتار ہوئے، دِل بے کیف ہوگیا۔

سوءِ خاتمہ کا ایک عبرتناک واقعہ

بعضوں کا خاتمہ بھی خراب ہوگیا کیونکہ وہ نازک وقت ہوتا ہے

جو دل میں ہوگا وہی منہ سے نکلے گا۔ اگر دِل میں مولیٰ ہے تو مولیٰ ہی کا نام نکلے گا۔ اگر دِل میں لیلائیں ہیں تو وہی معشوق یاد آئیں گے۔ علامہ ابنِ قیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک شخص کسی حسین شکل کے عشق میں مبتلا ہوگیا، جب مرنے لگا اور اسے کلمہ پڑھایا گیا تو اس نے یہ شعر پڑھا ؎

رِضَاكَ أَشْهٰى إِلٰى فُؤَادِيْ
مِنْ رَحْمَةِ الْخَالِقِ الْجَلِيْلِ

اے محبوب تیرا خوش ہوجانا مجھے اللہ کی رحمت سے بھی زیادہ عزیز ہے۔

نَعُوْذُ بِاللہ۔ کافر ہو کر مرا۔ اس لیے غیر اللہ کو جلدی دل سے نکال دو تاکہ بُرے خاتمہ سے بچ جاؤ۔

گناہ کی تکلیف وہ لذت اور اس کی مثال

اور گناہ سے کچھ ملتا بھی نہیں۔ گناہ کی لذت کی مثال خارش میں کھجلانے کی سی ہے۔ کسی کو کھجلی کا مرض ہوگیا تو کھجلانے میں مزہ آتا ہے۔ کہتا ہے کہ میری شادی ہو رہی ہے، ولیمہ ہو رہا ہے، دیگیں چڑھی ہوئی ہیں، شامیانہ بھی لگا ہوا ہے اور جب کھجلاتے کھجلاتے کھال پھٹ گئی، خون نکل آیا، جلن بڑھ گئی تب کہتا ہے کہ ارے یہ تو بہت تکلیف ہو رہی ہے، میری بیوی بھی مر گئی، ولیمہ کی دیگیں بھی اُڑ گئیں اور آندھی ایسی آئی کہ شامیانہ بھی اُڑ گیا۔ خارش کا علاج کھجلانا نہیں ہے بلکہ خون کے فساد کا علاج کراؤ۔ جب خون سے گندگی اور غلاظت نکل گئی اور کھال اچھی ہوگئی، پھر کسی تندرست آدمی کے کھجلاؤ تو کہے گا کہ کیا فضول حرکت کر رہے ہو؟ مجھے تکلیف ہو رہی ہے، تو جب دل صحیح ہو جائے گا اور دل کا فساد اور گندگی اور غلاظت پسندی نکل جائے گی اور اللہ تعالیٰ کے نور سے دل منور رہے گا تو پھر گناہوں کو خود ہی دل نہ چاہے گا۔ ہلکا سا تقاضا ہوگا جیسے مہذب گھوڑا کبھی تھوڑی سی شوخی دکھا دیتا ہے۔ لیکن ایسا نہیں کرے گا کہ آپ کو خندق میں گرا دے۔ اسی طرح نفس میں ہلکا سا تقاضا ہو گا۔ لیکن وہ آپ کو مغلوب نہیں کر سکتا۔

انکشافِ حضوریٔ حق غیر اللہ سے انقطاعِ کامل پر موقوف ہے

لہٰذا ان لیلاؤں سے،

مرنے والی لاشوں سے جان چھڑاؤ۔ بتائیے یہ لیلائیں بیماری سے آپ کو شفا دے سکتی ہیں؟ روزی دے سکتی ہیں؟ زندگی اور موت ان کے اختیار میں ہے؟ پھر کہاں مرنے والوں پر مرتے ہو۔ میں زیادہ محنت اس پر کر رہا ہوں کہ ہمارا دِل ان فانی لیلاؤں سے بچ جائے اور ہم مولیٰ پا جائیں کیونکہ جس دن لا الٰہ کامل ہوجائے گا تو سارے عالم میں اللہ ہی اللہ ہے۔ لیلیٰ سے نظر بچالو تو سارے عالم میں مولیٰ ہے۔ سمندر اس نے پیدا کیا، پہاڑ اس نے بنائے، سورج اور چاند میں سارے عالم میں اس ہی کا تو جلوہ ہے لیکن لیلاؤں کے عشق سے ہماری آنکھوں میں غفلت کا موتیا اُتر آیا ہے جس کی وجہ سے ہمیں اللہ تعالیٰ نظر نہیں آتا۔ میری یہ بات غور سے سُن لیجئے کہ جس دن ان لیلاؤں سے نجات ملی آپ ایک لمحہ کو اللہ تعالیٰ سے محروم نہیں رہیں گے۔ دوامِ وصل اور وصلِ دوام حاصل ہوگا۔

تیسری علامت

ملامتِ مخلوق سے بے خوفی

اور اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کی تیسری علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام بجا لانے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنے میں وہ کسی کی ملامت سے نہیں ڈرتے لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ۔

تفسیر روح المعانی میں ہے کہ لَوْمَۃَ واحد ہے لیکن اسمِ جنس ہے اور اسمِ جنس میں قلیل اور کثیر سب شامل ہوتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے لَوْمَۃَ نازل فرما کر یہ بتا دیا کہ یہ نہ سمجھ لینا کہ لَوْمَۃَ واحد ہے بلکہ اسمِ جنس نازل کر

رہا ہوں جس کے یہ معنی ہوئے کہ میرے عشاق دُنیا بھر کی چھوٹی بڑی کسی قسم کی ملامتوں کی ذرہ برابر پروا نہیں کرتے۔ اسی لئے ہر وقت میری مرضی پر قائم ہیں۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ لَوْمَةَ یہاں معنی میں لَوْمَاتٍ کے ہے لیکن بجائے جمع کے واحد کیوں نازل فرمایا یعنی لَوْمَاتٍ کے بجائے لَوْمَةٌ کیوں نازل فرمایا؟ اس اشکال کا جواب دیتے ہیں کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ کی بلاغت ہے۔ اگر لَوْمَاتٍ نازل ہوتا تو کلام میں بلاغت نہ رہتی۔ لَوْمَةٌ اسم جنس نازل کر کے اللہ نے اپنے عاشقوں کا مقام ظاہر فرما دیا کہ میرے عاشق ساری دُنیا کی لَوْمَاتٍ کو لَوْمَةً وَّاحِدَةً سمجھتے ہیں، ساری دُنیا کی ملامتوں کے مجموعہ کو ایک ملامت کے برابر سمجھتے ہیں جیسے کہا جائے کہ سارے عالم کے طوفان میرے عاشقوں کے سامنے پانی کا ایک گھونٹ ہیں۔

مُجاہدہ فِی سبیل اللہ کا انعامِ عظیم

تو جس نے یہ چار مجاہدے کر لئے یعنی یَخْتَارُوْنَ الْمَشَقَّةَ فِی اِبْتِغَاءِ مَرْضَاتِنَا وَفِی نُصْرَةِ دِیْنِنَا وَفِی امْتِثَالِ اَوَامِرِنَا وَفِی الْاِنْتِهَاءِ عَنْ مَّنَاهِیْنَا۔ تو کیا انعام ملے گا؟ لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ہم ایسے مُجاہدہ کرنے والے بندوں کو ہر وقت ہدایت دیتے ہیں حالاً و استقبالاً اور لام تاکید با نون ثقیلہ کے ساتھ فرمایا اور سُبُلَ فرمایا۔ یعنی اللہ تعالیٰ ایک راستہ ہدایت کا نہیں دکھائے گا۔ ذرہ ذرہ سے ہدایت دے گا۔ عالم میں جس چیز کو دیکھو گے اس سے ہدایت ملے گی اور تفسیر روح المعانی

میں سُبُلَنَا کی دو تفسیریں کی ہیں سُبُلَ السَّیْرِ اِلَیْنَا اور سُبُلَ الْوُصُوْلِ اِلٰی جَنَابِنَا۔ یعنی سیر الی اللہ بھی دیں گے اور سیر فی اللہ بھی دیں گے۔

معیتِ خاصہ کا اِنکشاف

اور اِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ۔ اللہ تعالیٰ کی معیتِ خاصہ بھی ملے گی؛ قلب کو حق تعالیٰ کا قربِ خاص منکشف ہو جائے گا تو پھر آپ کا ایمانِ عقلی استدلالی موروثی ایمانِ ذوقی حالی اور وجدانی سے بدل جائے گا۔ آپ کا دِل محسوس کرے گا کہ میرے دل میں اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَجَعَلْنَا لَہٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِہٖ فِی النَّاسِ۔ ہم اپنے عاشقوں کو ایک نُور دیتے ہیں کہ سارے عالم میں جہاں جاتے ہیں اس نُور کو لیے پھرتے ہیں۔ لیلیٰ سے نجات پاکر سارے عالم میں اپنے مولیٰ کو دل میں لئے پھرتے ہیں۔

جنت اُدھار ہے' مولیٰ اُدھار نہیں

بعض لوگ کہتے ہیں کہ لیلیٰ تو نقد نظر آتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جنت تو اُدھار ہے مولیٰ اُدھار نہیں ہے۔ تمھارا مولیٰ نقد ہے۔ بس لیلیٰ سے نظر بچا لو تو میری لذتِ قرب کو اسی وقت دل میں نقد پا لو گے' میری معیتِ خاصہ کو تم اسی لمحہ دل میں محسوس کرو گے وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ۔ میں تو ہر وقت تمھارے ساتھ ہوں لیکن تم خود غیروں کے عشق میں مُبتلا ہو کر مجھ سے دور ہو جاتے ہو۔ لیلاؤں کو دِل سے نکالو پھر مجھے نہ پاؤ تو کہنا۔ ارے سارے عالم کی لیلاؤں کو' بادشاہوں کے تخت و تاج کو اور تمام لذات کو بھول جاؤ گے۔ اپنے قلب میں مولیٰ کو پا

جاؤ گے۔ جنت اُدھار ہے تمہارا مولیٰ اُدھار نہیں ہے اِسی لئے وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتَانِ۔ کی مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کی کہ جو گناہ سے بچتا ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس کو دو جنتیں ملیں گی جَنَّۃٌ فِی الدُّنْیَا بِالْحُضُوْرِ مَعَ الْمَوْلٰی دُنیا میں اللہ تعالیٰ کی حضوری اس کے قلب کو نصیب ہوگی ہر وقت اپنے مولیٰ کے ساتھ رہے گا ایک لمحہ بھی غافل نہیں ہوگا۔

پھرتا ہوں دِل میں یار کو مہماں کئے ہوئے
رُوئے زمیں کو کُوچۂ جاناں کئے ہوئے

سارا عالم اس کے لئے کوچۂ محبوب ہوگا۔ یہ ہے مولیٰ کی نقد حضوری۔

جنت میں اللہ تعالیٰ کی لذتِ دیدار کا عالم

اور دوسری جنت ہے جَنَّۃٌ فِی الْعُقْبٰی بِلِقَاءِ الْمَوْلٰی جب ان آنکھوں سے مولیٰ کا دیدار ہوگا اس وقت اتنا مزہ آئے گا کہ دُنیا کی تمام لیلائیں اور جنت کی تمام حوریں یاد نہ آئیں گی جب اللہ کو دیکھیں گے تو تمام حوریں، لیلائیں مع جنت کے سب غائب ہوجائیں گی۔ اللہ تعالیٰ کی لذتِ دیدار کے سامنے کچھ یاد ہی نہ آئے گا۔

ترے جلوؤں کے آگے ہمتِ شرح و بیاں رکھ دی
زبانِ بے نگہ رکھ دی نگاہِ بے زباں رکھ دی

دُنیا سے آخرت تک اللہ تعالیٰ کا ساتھ

بس آج کا مضمون یہی ہے کہ ایک دن مرنا

ہے' یہاں سے روانہ ہونا ہے۔ بتاؤ اس دن قبر میں کاروبار جائے گا؟ بیوپار جائے گا؟ ریز قبر میں جائے گا؟ لیلائیں جائیں گی؟ سموسہ پاپڑ جائے گا؟ بیوپار جائے گا؟ صرف دو گز کفن ساتھ جائے گا۔ لہٰذا زمین کے اوپر تھوڑی سی محنت کر کے مولیٰ کو حاصل کر لو تو وہ مولیٰ پھر ہر جگہ ساتھ رہے گا۔ زمین کے نیچے' عالمِ برزخ میں' میدانِ قیامت میں اور جنت میں اللہ تعالیٰ ساتھ ہوگا کبھی اکیلے نہیں رہو گے' چین سے رہو گے اور جن پر مر رہے ہو وہ جیتے جی نظر نہیں آئیں گے۔ جب نزع کا عالم طاری ہوتا ہے اور بڑے بڑے لوگوں کو آکیسجن دی جاتی ہے' موت کی غشی میں کوئی اپنے بیوی بچوں کو نہیں پہچانتا تو لیلاؤں کو کیا پہچانے گا؟ اگر وہ آبھی جائیں اور کہیں کہ حضور آپ ہمارے لیے بے قرار' اشکبار اور اختر شمار تھے' ہماری یاد میں راتوں کو تارے گِنا کرتے تھے تو اسے کچھ نظر ہی نہیں آئے گا' کان ان کی آواز کو بھی سننے سے قاصر ہوں گے۔ ؎

قضا کے سامنے بے کار ہوتے ہیں حواس اکبر
کھلی ہوتی ہیں گو آنکھیں مگر بینا نہیں ہوتیں

اور میرا شعر ہے۔ ؎

آکر قضا باہوش کو بے ہوش کر گئی
ہنگامۂ حیات کو خاموش کر گئی

اور میرا ایک شعر اور ہے جس کو حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت پسند فرمایا تھا۔

یوں تو دُنیا دیکھنے میں کس قدر خوش رنگ تھی
قبر میں جاتے ہی دُنیا کی حقیقت کھل گئی

دُنیا سے خروج نہیں اخراج ہوتا ہے

اس سفر میں جو ہانسبرگ میں ایک عظیم علم عطا ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ کا بلاوا آئے گا اور اس دُنیا سے روانگی ہوگی تو آپ کا کتنا ہی شاندار مکان ہو آپ کا اس مکان سے خروج نہیں اخراج ہوگا یعنی نکلیں گے نہیں نکالے جائیں گے اور نکالنے والے کون ہوں گے؟ یہی اپنے بیوی بچے جن پر ہم مر رہے ہیں جن کے لئے ہم حلال وحرام کی تمیز نہیں کرتے وہی کہیں گے کہ ابا کو جلدی سے گھر سے نکالو کہیں لاش سڑ نہ جائے۔ آہ! ایک دن آنے والا ہے جب اپنے شاندار مکانوں سے ہم نکلیں گے نہیں، نکالے جائیں گے لیکن جن کے دل میں مولیٰ ہے وہ بڑے مزے میں جائیں گے ہنستے ہوئے مسکراتے ہوئے کہ الحمد للہ مکان اور کاروبار تو چھوٹ رہا ہے لیکن ہم اپنے مولیٰ کو ساتھ لے کر جا رہے ہیں۔

تعمیرِ وطنِ آخرت کے لئے ایک سبق آموز حکایت

ایک بہت احمق اور بے وقوف لوگوں کی بستی تھی۔ وہ اپنے بادشاہ کا انتخاب قابلیت پر نہیں کرتے تھے بلکہ جو راستہ میں مل گیا اس کو بادشاہ بنا دیا اور سال دو سال کے بعد اس بادشاہ کا منہ کالا کر کے گدھے پر بٹھا کے ایک بہت بڑے جنگل میں پھینک

آتے تھے اور وہ راستہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے مرجاتا تھا۔ ایک دفعہ اسی طرح ایک آدمی کو پکڑ لیا اور کہا کہ آپ کو بادشاہ بنانا ہے کیونکہ ہمارا بادشاہ کل ہی جنگل باشی بنایا گیا ہے یعنی جنگل کا باشندہ بنایا گیا ہے۔ وہ آدمی عقلمند تھا اور سوچ رہا تھا کہ کیا بات ہے کہ یہاں ایسی سستی بادشاہت ہے؟ کچھ دال میں کالا ضرور ہے۔ اس نے چند لوگوں کو اپنا ہمراز بنایا۔ اُنھوں نے اس کو بتایا کہ چند سال کے بعد آپ کا مُنہ کالا کیا جائے گا اور آپ کو گدھے پر بٹھایا جائے گا اور جنگل باشی بنا دیا جائے گا۔ اس بادشاہ نے سوچا کہ یہ تو بڑی خطرناک بادشاہت ہے۔ اس نے کیا کیا کہ اپنی سلطنت کے زمانہ میں اس جنگل میں ایک نہایت شاندار مکان بنا لیا' باغات لگا لئے، بکریاں اور گائے پال لیں اور تالاب بھی بنا لیا یعنی اپنے عیش کا تمام سامان مہیا کر لیا۔ پھر جب دو تین سال کے بعد ان پاگلوں کا دماغ خراب ہوا۔ پاگلوں کی بادشاہت ایسی ہی ہوتی ہے اس پر ایک لطیفہ یاد آیا۔ ایک وزیرِاعظم نے پاگل خانے کا مُعائنہ کیا اور ایک پاگل سے کہا کہ مجھے جانتے ہو میں کون ہوں؟ پاگل نے کہا کہ بتائیے۔ کہا کہ میں وزیرِ اعظم ہوں۔ پاگل بولا کہ جب ہم پاگل خانے سے باہر تھے تو ہم بھی یہی کہا کرتے تھے۔ اب آپ یہاں آ گئے ہیں، کچھ دِن بعد ٹھیک ہو جائیں گے۔

لہٰذا جب ان پاگلوں کا دماغ خراب ہوا تو اس بادشاہ کو بھی اُنھوں نے گدھے پر بٹھایا تو وہ بجائے رونے کے ہنس رہا تھا کیونکہ اس نے اپنے جنگل کو آباد کر لیا تھا اور وہ سمجھ رہا تھا کہ وہاں جا کر عیش کروں گا۔ اس قصہ میں یہ سبق دیا

گیا ہے کہ آخرت میں جہاں ہمیشہ کے لئے جانا ہے اس آخرت کو بناؤ، نماز سے، روزے سے اللہ تعالیٰ کی محبت سے، نظروں کو بچا کر تقویٰ کا غم اُٹھا کر پھر مولیٰ دل میں ہوگا اور آخرت آباد ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ روح نکلنے سے پہلے ہی جنت دکھا دی جائے گی۔ تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَنْ لَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۔ اس لئے اولیاء اللہ خوش جاتے ہیں بتائیے دُنیا سے ڈپارچر (روانگی) میں کسی کو شک ہے؟ لیکن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ آج کل دل کمزور ہیں موت اور قبر کے مراقبہ سے جس کا دل گھبراتا ہو اس کو موت کا مراقبہ نہ کراؤ بلکہ یوں کہو کہ اس دُنیا کی عارضی زندگی کا جنت کی دائمی زندگی سے مصافحہ ہونے والا ہے۔ درمیان سے موت کو نکال دیجئے جس کے خیال سے کسی کا دِل گھبراتا ہو۔ بس میری تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ لیلاؤں سے جان چھڑاتے رہو اور مولیٰ سے دل وجان چپکاتے رہو۔ اِسی کو سیکھنے کا نام شعبۂ تزکیۂ نفس ہے اور سکھانے کی جگہ کا نام خانقاہ ہے۔ بس خانقاہ اور پیری مُریدی مرشدین اور بزرگوں کی صحبت کا حاصل بلکہ پورے اسلام اور ایمان اور احسان کا حاصل یہی ہے کہ غیر اللہ سے جان چھڑاتے رہو اور مولیٰ سے اپنے قلب وجان کو چپکاتے رہو۔ اگر گوند میں کمی ہو یعنی محبت کم ہو تو فوراً کسی اللہ والے سے رابطہ کرو۔ اِن شاء اللہ دائمی خوشی نصیب ہوگی۔

كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ کے بعض عجیب لطائف

اللہ تعالیٰ نے

کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ نازل کرکے بتادیا کہ ابھی فوراً تم صادقین متقین بننا تو مشکل ہے لہٰذا ابھی تم کسی صادق متقی اور ولی کے پاس رہ کر دیکھو اتنا چین پاؤ گے کہ تمہاری عقل میں خود سلامتی و روشنی آجائے گی کہ جب اللہ والوں کے پاس بیٹھنے سے اتنا سکون ملا تو جب ہم خود اللہ والے ہوجائیں گے تو ہمارے سکون کے عالم کا کیا عالم ہوگا؛ ان کی صحبت سے تمہیں خود اللہ والا بننے کا متقی بننے کا شوق پیدا ہوجائے گا۔ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کے یہ عجیب لطائف اس وقت سمجھ میں آئے۔

اللہ والا بننے کا سب سے آسان نسخہ

بس اللہ والا بننے کا سب سے آسان نسخہ یہ ہے کہ کسی اللہ والے کے ساتھ رہو۔ کسی مرض کے علاج کی ضرورت ہی نہ رہے گی، شیخ کامل کی صحبت ہر مرض کا علاج ہوجاتی ہے ؎

اے تو افلاطون و جالینوسِ ما
اے دوائے نخوت و ناموسِ ما

سب امراض کی دوا اللہ والوں کی صحبت ہے۔ جیسے شملہ پہاڑی پر رہنے سے ہی پھیپھڑے کا زخم اچھا ہوجاتا ہے کسی اللہ والے کے ساتھ رہو تو ریا و تکبر، غفلت و شہوت وغیرہ سارے امراض اچھے ہوجائیں گے۔

صحبتِ اہل اللہ کی نافعیت کی دلیل منقول

قسمت بدل جاتی ہے کیونکہ ساری بیماری کا سبب شقاوت ہے اور بخاری شریف کی حدیث ہے لَا یَشْقٰی

جَلِیْسُہُمْ ۔ جو اللہ کے پیاروں کے ساتھ رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی شقاوت کو سعادت سے بدل دیتے ہیں نصیب جاگ جاتے ہیں بد قسمت خوش قسمت ہوجاتا ہے۔ جب قسمت اچھی ہوجائے گی تو کوئی روحانی بیماری کیسے رہے گی؟ جو بھی اللہ والوں کے ساتھ رہتا ہے آہستہ آہستہ اللہ والا بن جاتا ہے۔ لیکن اللہ والا بننے کا ارادہ بھی کرے کیونکہ اگر پائلٹ کا لڑکا پائلٹ کے ساتھ تو رہتا ہے لیکن جہاز چلانا سیکھتا نہیں ہے آنکھ بند کئے سوتا رہتا ہے تو کیا وہ پائلٹ بن جائے گا؟ لہٰذا اللہ والوں کے ساتھ رہو تو یہ ارادہ بھی کرو کہ ہمیں اللہ والا بننا ہے۔ کچھ محنت کرو کچھ غم اُٹھاؤ۔ اللہ قیمتی ہے، اللہ کا راستہ قیمتی ہے اس راہ کا راہبر یعنی شیخ قیمتی ہے اس راستہ کا رہرو قیمتی ہے، اس راستہ میں نظر بچانے میں جو غم آئے گا وہ قیمتی ہوگا یا نہیں؟ میں تو کہتا ہوں کہ نظر بچانے میں جو غم آتے اس کو ایک ترازو میں رکھو اور سارے عالم کی خوشیاں دوسری طرف رکھو تو سارے عالم کی خوشیوں سے یہ غم عظیم المرتبت ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے راستہ کا غم ہے۔ اگر ایک کانٹا اللہ تعالیٰ کے راستہ میں چُبھ جائے اس کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھو اور دوسری طرف سارے عالم کے پھول رکھ دو تو یہ کانٹا سارے عالم کے پھولوں سے عظمت میں بڑھ جائے گا۔

راہِ حق کا ہر ایک خار اخترؔ
رشکِ ریحان و سنبل و سوسن

یہی بات اگر ہم سیکھ لیں تو اللہ تعالیٰ کا راستہ آسان ہے۔ بتائیے صحابہ شہید ہوگئے لیکن اللہ کو ناراض نہیں کیا اور افسوس ہے کہ گردن کٹانا اور شہادت

لینا تو دور کنار ہم آج اپنی معمولی سی حرام خوشیوں کو ترک کرنے کے لئے تیار نہیں۔

بس اختر کی یہی فریاد ہے کہ حرام خوشیوں کو آگ لگا دو۔ اللہ تعالیٰ ایسی مستی ایسی دائمی خوشی ایسی لذتِ قرب دیں گے کہ دُنیا ہی میں جنت سے زیادہ مزہ پاجاؤ گے۔ کیونکہ خالقِ جنت جب دل میں ہوگا تو دُنیا ہی میں جنت سے زیادہ مزہ نہ آئے گا؟ کہاں جنت کہاں خالقِ جنت! یہ خیالی پلاؤ نہیں ہے حقیقت عرض کررہا ہوں۔ ذرا عمل کر کے تو دیکھو۔ اگر یہ مزہ نہ پاؤ تو کہنا۔

وہ شاہِ دو جہاں جس دِل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

بس اب الفاظ ساتھ نہیں دے رہے ہیں اس غیر محدود ذات کی لذتِ قرب کو ہماری محدود لغت احاطہ میں لانے سے قاصر ہے بس دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے اور ہم کو جذب فرمالے اگر ہم ان کے نہ بھی بننا چاہیں تو بھی اپنے جذبِ کرم سے ہمیں اپنا بنالے اور ہمیں توفیق عطا فرمادے کہ ہماری زندگی کی ہر سانس ان پر فدا ہو اور ایک سانس بھی ہم ان کو ناراض کریں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

امیدِ مغفرت
و رحمت
سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۳۳
عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرض مرتب

پیشِ نظر وعظ مسمّیٰ بہ امید مغفرت و رحمت جناب فیروز میمن صاحب کی دعوت پر ان کی فیکٹری میں ہوا جہاں بہت سے احباب جمع ہو گئے تھے۔ فیروز میمن صاحب حضرت کے خاص محبین میں ہیں اور حضرت کے خلیفہ بھی ہیں۔ انھیں کی وجہ سے حضرت والا نے یہ دعوت قبول فرمائی ورنہ بوجہ ضعف اب حضرت والا کا کہیں جانے کا معمول نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شانِ مغفرت و رحمت کے متعلق عجیب و غریب بیان تھا جو کمیت کے اعتبار سے اگرچہ مختصر لیکن کیفیت کے اعتبار سے عجیب کیمیا اثر اور دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی آگ لگانے والا ہے۔ خود حضرت والا پر ایک عجیب کیفیت اور عجیب عالم وارفتگی تھا جو اس سے پہلے احقر نے نہیں دیکھی، چہرۂ مبارک تمتما رہا تھا۔ آنکھیں سُرخ اور اشک آلود تھیں جس سے حضرت کی شانِ دلربائی و محبوبیت میں ایک عجیب اضافہ ہو رہا تھا۔ احقر کو اپنے اشعار یاد آ رہے تھے جو حضرت اقدس کی شان میں ہیں۔

تری آنکھوں سے ملاتی نہیں آنکھیں نرگس
اس کی آنکھوں میں تری مستیٔ خمخانہ نہیں
سرنگوں حسنِ بتاں سامنے عظمت کے تری
تری صورت سی کوئی صورت جاناں نہیں
ہیچ کیا ہے یہاں جاہ و جلالِ شاہاں
تری صورت سی کوئی صورت شاہانہ نہیں

آہ صرف محروم القسمت اور کوربصیرت ہی یہاں محروم رہ سکتا ہے ورنہ حضرت والا کی ذات والاصفات آفتاب آمد دلیل آفتاب کا مصداق ہے اسی لئے احقر کا شعر ہے۔

نہیں دیوانۂ حق جو ترا دیوانہ نہیں
ہائے وہ روح کہ جس نے تجھے پہچانا نہیں

جان سکتا ہی نہیں وہ کہ محبت کیا ہے
جس نے تیرا ہے سُنا نعرۂ مستانہ نہیں

اس کو ہو سکتی نہیں حرفِ محبت کی شناخت
یعنی اس دور میں جو بھی ترا دیوانہ نہیں

اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کے مےخانۂ محبت کا فیض تا ابد جاری رکھے۔

مُفت بٹتی ہے مئے نابِ محبت یاں پر
ترے مےخانے سا دیکھا کوئی مےخانہ نہیں

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اور قیامت تک اُمّتِ مسلمہ کو اس وعظ سے مستفید فرماوے اور ایک سو بیس سال تک مع صحت و عافیت دین کی عظیم الشان خدمت اور شرفِ قبولیت کے ساتھ حضرت اقدس کو سلامت باکرامت رکھے اور قیامت تک حضرت کے فیوض و برکات کو جاری رکھے۔ آمین یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ بِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِیْم۔

احقر سید عشرت جمیل میر عفا اللہ عنہ
یکے از خدام
عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم
خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

اُمیدِ مغفرت و رحمت

۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۳ ستمبر ۱۹۹۸ء بوقت ۸ بجے صبح بروز اتوار

بمقام سن فاز مصالحہ فیکٹری ایکسپورٹ پروسسنگ زون لانڈھی۔ کراچی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِسْتَغْفِرُوا رَبَّکُمْ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا وَقَالَ تَعَالٰی اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ وَقَالَ رَسُوْلُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ الْمُفَتَّنَ التَّوَّابَ۔

تعمیرِ حال اور تعمیرِ مستقبل کا سامان

اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اپنے رب سے مُسلسل مغفرت مانگتے رہو۔ یہ مسلسل کا لفظ میں نے کیوں استعمال کیا؟ کیونکہ استغفروا امر ہے اور امر بنتا ہے مضارع سے اور مضارع کے اندر تجدد استمراری کی خاصیت ہوتی ہے یعنی بار بار اس کام کو کیا جائے۔ عربی قواعد (گرامر) کی رو سے فعل مضارع میں دو زمانہ پایا جانا لازم ہے، ایک زمانہ حال اور دوسرا زمانہ مستقبل۔ تو معنی یہ ہوئے کہ موجودہ حالت

میں بھی ہم سے مغفرت مانگو اور آئندہ بھی مانگتے رہنا لہٰذا یہ آیت دلیل ہے کہ ہم سے خطائیں ہوں گی موجودہ حالت میں بھی اور آئندہ حالت میں بھی لیکن ایسا کریم مالک ہے جس نے اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ کا حکم دے کر ہمارا حال بھی بنا دیا اور مستقبل بھی بنا دیا۔ واہ کیا شان ہے مالک کی کہ تعمیر حال اور تعمیر مستقبل دونوں کا سامان اس آیت میں اپنے کرم سے نازل فرما دیا کہ موجودہ حالت میں تم سے کوئی خطا ہوجائے تو ہم سے معافی مانگ لو اور اگر آئندہ بھی ہوجائے تو ناامید نہ ہونا ہم سے معافی مانگ لینا اور یہاں رب کیوں نازل کیا کہ پالنے کی محبت ہوتی ہے جیسے اماں ابا سے معافی کی بچوں کو جلد امید ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہاں رب نازل فرما کر بتا دیا کہ اپنے پالنے والے سے ناامید نہ ہونا، میں تمہارا پالنے والا ہوں اور پالنے والا جلد معاف کرتا ہے لہٰذا مغفرت مانگتے رہو بخشش مانگتے رہو اور بخشش مانگنے میں مزہ بھی تو ہے مغفرت مانگنے کا الگ مزہ ہے۔

گناہ کی دو تکلیفیں

گناہ کرنے سے بندہ کو، عاشق باوفا کو دو تکلیفیں ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ غم ہوتا ہے کہ مجھ سے کیوں نالائقی ہوئی اور میں نے اپنے پالنے والے کو کیوں ناراض کیا۔ دوسرے ہر گناہ سے رُوح کو تکلیف پہنچتی ہے کیونکہ گناہ سے بندہ اللہ تعالیٰ سے دور ہوجاتا ہے۔ ماں باپ سے دوری باعثِ غم ہے یا نہیں؟ تو اصلی پالنے والا تو اللہ ہے اس حقیقی پالنے والے کی دوری سے کس قدر غم ہوگا جبکہ ماں باپ اصلی پالنے والے نہیں متولی ہیں۔ پالنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے

ان کو متولی بنایا گیا ہے اگر ماں باپ ہی اصلی پالنے والے ہوتے تو ان کے مرنے کے بعد بچے کو مرجانا چاہیئے تھا' ماں باپ کی موت کے بعد بچوں کی موت لازمی ہوتی لیکن جب ماں باپ نہیں ہوتے تو بھی تو بچہ پل جاتا ہے کیونکہ اصلی پالنے والا تو زندہ ہے لہٰذا آپ دیکھتے ہیں کہ کتنے یتیم بچے اپنے ماں باپ کے زمانۂ پرورش سے زیادہ اعلیٰ درجہ کی پرورش پاجاتے ہیں۔

گناہ کی تکلیفوں کا مداوا

تو اللہ تعالیٰ نے رب نازل فرمایا کہ اگر تم سے نالائقی ہوگئی اور گناہ سے تم کو دو غم ہوئے ایک تو میری ناراضگی کا غم' اور دوسرے تمہاری رُوح کو تکلیف ہوئی کہ اپنے پالنے سے الگ ہوگئے۔ جیسے لائق بیٹا ماں باپ سے جُدا ہوتا ہے تو اسے غم ہوتا ہے تو میں لفظ رب نازل کر رہا ہوں کہ دیر نہ کرو اپنے پالنے والے سے مُعافی مانگ لو تو اللہ تعالیٰ نے ہماری دونوں تکلیف دور کرنے کا اس استغفار میں انتظام فرما دیا کہ مُعافی مانگ کر تم اپنے پالنے والے سے پھر قریب ہو جاؤ گے' گُناہ سے جو دوری ہُوئی تھی استغفار کی برکت سے تمھاری دوری حضوری سے بدل جائے گی اور گناہ سے تمھاری رُوح کو جو پریشانی اور بے قراری تھی جب استغفار کرو گے' اللہ سے مغفرت کی بھیک مانگو گے اپنی بخشش مانگو گے' تو کیا ہوگا؟ وہ پریشانی سکون سے بدل جائے گی کیونکہ ہر نیکی اللہ تعالیٰ سے قریب کرتی ہے اور ہر گُناہ اللہ تعالیٰ سے دُور کرتا ہے۔ نافرمانی کا اللہ تعالیٰ سے دور کرنا یہ کون سی ایسی باریک بات ہے جو سمجھ میں نہ آئے' ہر بندہ جانتا ہے کہ گناہ سے اللہ تعالیٰ سے

دوری ہوجاتی ہے لہٰذا اِسْتَغْفِرُوْا نازل فرمایا کہ اے میرے بندو مجھ سے معافی مانگتے رہو فی الحال بھی اور آئندہ بھی یعنی فی الحال بھی اُمید دلادی اور مستقبل کی بھی اُمید دلادی کہ اگر آئندہ بھی تم سے کوئی خطا ہوجائے تو مُعافی مانگ لینا کیونکہ مضارع کے اندر حال اور استقبال دونوں زمانہ ہوتا ہے اور رب نازل کرکے اور زیادہ اُمید دلادی کہ میں تمھارا پالنے والا ہوں، پالنے والا اجلد مُعاف کردیتا ہے اور گناہ سے جو تکلیف اور جو دوری ہوتی تھی اللہ تعالیٰ نے اُسے لذت سے بدل دیا کہ جب کہو گے اے میرے پالنے والے تو کیا قُرب نہیں ہوگا؟

استغفار سے لفظ رب کا ربط

بچہ جب کہتا ہے ابا معاف کردو تو کیا وہ ابا سے قریب نہیں ہوجاتا۔ جو صاحبِ اولاد ہیں ان سے پوچھو کہ اگر اولاد ابا نہ کہے خالی یہ کہے کہ مُعاف کردیجئے تو ابا کو مزہ نہیں آئے گا لیکن جب بچہ یوں کہتا ہے کہ اے ابا اے میرے ابو اے میرے بابا مجھے مُعاف کردیجئے تو کیا ابا کے لفظ سے ابا کے دِل پر کیفیت طاری نہیں ہوگی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے دریا میں طوفان اور جوش لانے کے لئے یہاں رب نازل کیا اور اپنے بندوں کو سکھایا کہ ہم سے یوں کہو کہ اے میرے پالنے والے مجھ کو مُعاف کردیجئے۔ مجھ سے نالائقی ہوگئی۔ اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اپنے پالنے والے سے مُعافی مانگو۔

مغفرت کا غیر محدود سمندر

اور آگے فرمایا اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا یعنی اللہ تعالیٰ صرف بخشنے والا

ہی نہیں ہے، بہت زیادہ بخشنے والا ہے یعنی اللہ تعالیٰ غافر نہیں ہے غفار ہے، مغفرت کا بحرِ ذخار ہے کہ اگر سارے عالم کو بخش دے تو اس کی مغفرت کے غیر محدود سمندر میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ کیوں؟ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں یَا مَنْ لَّا تَضُرُّهُ الذُّنُوْبُ اے وہ ذات کہ ہمارے گناہوں سے جس کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ جو سورج کی طرف تھوکتا ہے تو اس کا تھوک اس کے ہی منہ پر گرتا ہے۔ اللہ تو بڑی شان والا ہے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ گناہوں سے ہم کو ہی نقصان پہنچتا ہے لہٰذا سرورِ عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی اُمت کو سکھا رہے ہیں کہ یوں کہو یَا مَنْ لَّا تَضُرُّهُ الذُّنُوْبُ اے وہ ذات کہ ہمارے گناہوں سے جس کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا وَلَا تَنْقُصُهُ الْمَغْفِرَةُ اور بندوں کو معاف کرنے سے اس کی مغفرت کچھ کم نہیں ہوتی، اس کے خزانۂ مغفرت میں کوئی کمی نہیں آتی۔ فَاغْفِرْ لِیْ مَا لَا یَضُرُّكَ تو میرے ان گناہوں کو آپ معاف کر دیجئے جن سے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ ہم لوگ تو دوسروں کو معاف کرنے میں اس لئے دیر کرتے ہیں کہ ہم کو نقصان پہنچتا ہے یہ دلیل اس کے اندر پوشیدہ ہے۔ وَهَبْ لِیْ مَا لَا یَنْقُصُكَ۔ جس چیز کے دینے سے آپ کے خزانہ میں کمی نہیں آتی وہ مغفرت کا خزانہ ہم کو دے دیجئے۔

حدیث اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ كَرِيْمٌ کی عاشقانہ شرح

اور کیوں دے دیجئے؟ ایک مقام پر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی ایک اور

خوبی اور ایک اور صفت کا واسطہ دے کر سکھایا کہ اس طرح بھی معافی مانگو۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ۔ اے اللہ! آپ بہت معافی دینے والے ہیں اور بہت کریم ہیں یعنی نالائقوں کو بھی معاف کرنے والے ہیں، جو اس درجہ نالائق ہو کہ گناہ کرتے کرتے اس قابل ہو گیا ہو کہ معافی کے قابل بھی نہ رہا ہو ایسوں کو بھی مہربانی سے محروم نہ کرنے کا نام کرم ہے۔ لہٰذا سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم کو یہ سکھایا کہ عَفُوٌّ کے بعد کریم بھی کہو کہ اے اللہ! اگرچہ ہم اپنی مسلسل نالائقیوں سے مسلسل بے وفائیوں سے اور بے غیرتی کے اعمال سے آپ کو منہ دکھانے کے قابل نہیں ہیں اور اس قابل نہیں ہیں کہ آپ ہمیں معاف فرمادیں لیکن آپ کریم ہیں اور کریم کے معنی یہ ہیں کہ جو نالائقوں کو بھی اپنی مہربانی سے محروم نہ کرے اس لیے آپ ہم پر رحم فرما دیجئے۔ اپنے کرم سے ہم کو محروم نہ کیجئے کیونکہ آپ کریم ہیں اور کریم نالائقوں کو بھی محروم نہیں کرتا۔

حق تعالیٰ کا محبوب عمل

اور صرف یہی نہیں کہ آپ بہت معافی دینے والے کریم ہیں بلکہ تُحِبُّ الْعَفْوَ اپنے معاف کرنے کے عمل کو آپ بہت محبوب رکھتے ہیں یعنی جب آپ کسی بندہ کو معافی دیتے ہیں تو آپ کو یہ عمل بہت پیارا بہت محبوب ہے۔ سبحان اللہ! یہ کس کا جواب ہے؟ مخلوق کا جواب ہے کہ ہم لوگ اپنے ستانے والے کو جب معاف کرتے ہیں تو ہمیں مزہ نہیں آتا، دل میں دکھن رہتی ہے لیکن پوری کائنات میں اللہ تعالیٰ کے مزاج مبارک، مزاج عظیم الشان مزاج عالی شان

کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ کون سمجھ سکتا ہے۔ دیکھئے کسی شیخ کا
کا مزاج معلوم کرنا ہو تو شیخ کے مقرب سے پوچھتے ہیں کہ شیخ کیا چیز پسند کرتے
ہیں. بادشاہ کا مزاج معلوم کرنا ہو تو بادشاہ کے مقرب سے پوچھتے ہیں تو سرورِ عالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی اللہ تعالیٰ کا مقرب اور پیارا نہیں۔ پس
سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ حق تعالیٰ کا مزاج
شناس دونوں جہان میں کوئی نہیں ہے' اللہ تعالیٰ کے مزاج مبارک' مزاج
عظیم' مزاج عالی شان کو جتنا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانتے ہیں دونوں جہان
میں کوئی نہیں جانتا لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ کے مزاج سے اُمت کو باخبر فرما رہے
ہیں کہ تمھارے پالنے والے کا یہ مزاج ہے اور ہمیں سکھا رہے ہیں کہ اللہ میاں سے
ایسے مانگو کہ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ اے اللہ! آپ
معاف کرنے کو محبوب رکھتے ہیں' اے اللہ! جب آپ کسی کو معاف
کرتے ہیں تو معاف کرنے سے آپ کو تکلیف نہیں ہوتی بلکہ اپنے بندوں
کو معافی دینا آپ کو نہایت محبوب ہے اور محدث عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ
نے اس کا ترجمہ کتنا پیارا کیا اَیْ اَنْتَ تُحِبُّ ظُهُوْرَ صِفَةِ الْعَفْوِ عَلٰی
عِبَادِكَ ۔ اپنے بندوں پر جب اپنی مغفرت کی صفت ظاہر کرتے ہیں اور
ان کو معافی دیتے ہیں تو یہ عمل آپ کو نہایت محبوب ہے اور سرورِ عالم صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ماضی کا صیغہ ارشاد نہیں فرمایا' حال کا صیغہ ارشاد نہیں
فرمایا' مضارع کا صیغہ ارشاد فرمایا جس میں حال اور مستقبل دو زمانہ پایا جانا لازم
ہے تو معنی یہ ہوتے کہ آپ کی یہ خوبی ہے کہ موجودہ حالت میں بھی معاف

کرنے کے عمل سے آپ کو محبت ہے اور آئندہ بھی بندوں کو معاف کرنا آپ کو محبوب ہے۔ آپ کی یہ صفت حالیہ بھی ہے مستقبلہ بھی ہے کیونکہ آپ لازوال ہیں تو آپ کی ہر صفت بھی لازوال ہے جو کبھی آپ سے زائل نہیں ہوگی لہٰذا اس وقت بھی معافی دے دیجئے آئندہ بھی معاف کر دیجئے۔

آہ کیا پیارا عنوان ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہم سب کی جانیں فدا ہوں کہ معافی کا کیسا پیارا مضمون عطا فرمایا کہ تُحِبُّ الْعَفْوَ آپ جب کسی کو معافی دیتے ہیں تو اس عمل کو آپ بہت محبوب رکھتے ہیں یعنی اپنے گنہگار بندوں کو معاف کرنا آپ کو بہت ہی پیارا، بہت ہی محبوب ہے جیسے کسی کو شکار محبوب ہوتا ہے تو چار بجے رات ہی کو اُٹھ کر کوئی جال لے کر مچھلی کا شکار کرتا ہے، کوئی ہرن کا شکار کرتا ہے۔ لوگ پوچھتے ہیں کہ جناب آپ کو کون سا شکار محبوب ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کو کون سا شکار محبوب ہے؟ ہم گنہگاروں کو معاف کر دینا۔ دوستو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ کیسا کریم مولیٰ ہم سب کو ملا ہے۔

دوستو بخاری شریف کی حدیث ہے جس کا ترجمہ اختر کر رہا ہے آہ کیا پیارا عنوان سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ اے اللہ جب آپ کسی کو معاف کرتے ہیں تو معاف کرنے میں آپ کو کوئی ناگواری نہیں ہوتی بلکہ معافی دینا آپ کا محبوب عمل ہے، تو اس کام کو آپ خود محبوب رکھتے ہیں اور محبوب عمل کو جاری کرنے کے لئے کوئی میدان کوئی فیلڈ تو ہونی چاہئے لہٰذا ہم گنہگار اپنے گناہوں کا اعتراف، اپنے گناہوں پر ندامت و استغفار و توبہ کی گٹھری لے

کر خود حاضر ہوئے ہیں کہ فَاعْفُ عَنِّیْ ہم گنہگاروں کو معاف فرما کر اپنا محبوب عمل ہم پر جاری کر دیجئے اور ہمارا بیڑا پار کر دیجئے اور فَاعْفُ عَنِّیْ میں فاء تعقیبیہ ہے کہ جب گنہگار بندوں کو معافی دینا آپ کا محبوب شکار ہے ہم گناہوں کے شکار ہیں ہمیں معاف کر کے شکار کر لیجئے۔ معاف کرنا آپ کا محبوب عمل ہے تو پھر دیر نہ کیجئے جلدی سے ہم کو معاف کر کے اپنا محبوب عمل کر لیجئے ہم تو آپ سے آپ کا محبوب عمل مانگتے ہیں۔ لہٰذا سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فاء تعقیبیہ لگا دی کہ اے اللہ جلد معاف کر دیجئے معاف کرنے میں دیر نہ کیجئے کیونکہ معاف کرنا آپ کو خود محبوب ہے۔ لہٰذا جلد کرم فرمایئے اور کون سا کرم ہم آپ سے مانگتے ہیں؟ حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا شعر ہے۔

من نگویم کہ طاعتم بپذیر
قلم عفو بر گناہم کش

میں نہیں کہتا کہ میری عبادت کو آپ قبول فرمالیں بس یہ چاہتا ہوں کہ میرے گناہوں پر معافی کا قلم پھیر دیجئے۔ میرے گناہوں کو محو فرما دیجئے۔ میرے گناہوں کی فائل غائب فرما دیجئے۔ جب معافی ہو گئی تو جنت میری ہے۔ لہٰذا اے خدا! آپ کے فضل سے آپ کی صفت عفو کا بیان ہوا لہٰذا اس وقت اے خدا! اختر آپ سے مانگتا ہے۔ اے اللہ! اپنے معاف کر دینے کی صفت کا ہم سب پر ظہور فرما کر ہم سب کو معاف کر دیجیے۔ آپ کا محبوب عمل ہو جائے گا اور ہمارا بیڑا پار ہو جائے گا۔

کیا کہوں اس وقت مجھے اتنا مزہ آرہا ہے اللہ تعالیٰ کی اس صفت کے بیان کرنے پر کہ میں بے حد شکر گذار ہوں۔

فرضیتِ تقویٰ کا عاشقانہ راز

اللہ تعالیٰ نے اپنے مزاجِ الوہیت کی بزبانِ نبوت سارے عالم کو اطلاع کردی کہ اے گناہ گارو کیوں گھبراتے ہو مجھے معاف کرنا محبوب ہے گناہ پر تم جری تو نہ ہو، گناہ پر بہادری مت دکھاؤ کیونکہ گناہ میری ناراضگی اور غضب کا بھی سبب ہے اور گناہ سے تم مجھ سے دور ہوجاؤ گے اور ہم تم کو دور کرنا نہیں چاہتے اس لئے تقویٰ فرض کرتے ہیں۔ تقویٰ کے فرض ہونے کا راز آج اللہ تعالیٰ مجھے عطا فرمارہے ہیں کہ جانتے ہو کہ میں تم پر تقویٰ کیوں فرض کر رہا ہوں؟ اس لئے کہ ہر گناہ بندہ کو اللہ سے دُور کرتا ہے اور شیطان سے قریب کرتا ہے۔ گناہ کرکے تم ہم سے دور ہوجاؤ گے اور ہم تم کو اپنی ذات سے دور نہیں کرنا چاہتے۔ ہم تمہاری دُوری کو پسند نہیں کرتے۔ جب ماں باپ نہیں چاہتے کہ ان کی اولاد ان سے دور ہو تو میں تو ماں باپ کی رحمت کا خالق ہوں، ساری دُنیا کے ماں باپ کو رحمت کی بھیک میں دیتا ہوں تو میں کیسے پسند کروں گا کہ میرے بندے مجھ سے دُور رہیں۔ میری محبت چاہتی ہے کہ میرے بندے مجھ سے قریب رہیں لہٰذا تقویٰ کا حکم، گناہ چھوڑنے کا حکم اس لئے دیتا ہوں کہ تم ہم سے دور نہ رہو، ہم تمہیں اپنے قریب رکھنا چاہتے ہیں۔ تقویٰ کی فرضیت کا راز آج زندگی میں پہلی بار اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ آج آپ نے ایک نئی بات سُنی جو میرے دِل میں بھی اس سے پہلے

کبھی نہیں آئی تھی۔

مغفرت سے طلبِ رحمت کا ربط

پھر بھی اگر خطا ہو جائے تو تقویٰ ٹوٹ جائے تو پھر معافی مانگو۔

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ کا حکم بتا رہا ہے کہ ہم سے خطائیں ہوں گی جب ہی تو معافی مانگنے کا حکم دے رہے ہیں لہٰذا کہو رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ اے پالنے والے مجھے معاف کر دیجئے تو لفظ "ربّنا" میں بہت عظیم الشان لُطف ہے اور معافی مانگنے میں عجیب مزہ ہے، معافی مانگنا بڑا مزے دار عمل ہے۔ اس کا مزہ کچھ نہ پوچھو لیکن جب مغفرت مانگو تو رحمت بھی مانگو۔ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سکھایا کہ قُلْ اے نبی! آپ فرمائیے۔ پڑھتے رہئے اس وقت بھی پڑھئے آئندہ بھی پڑھتے رہئے تمام زندگی پڑھتے رہئے۔ یہ قُلْ کا ترجمہ ہے۔ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ اے ہمارے پالنے والے ہم کو بخش دیجئے وَارْحَمْ اور رحم بھی کر دیجئے وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ اور آپ بہترین رحم کرنے والے ہیں تو مغفرت کے بعد رحمت کو کیوں نازل فرمایا۔ اس کا جواب علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں دیا کہ مغفرت کے بعد رحمت کا ایک خاص ربط ہے۔ مغفرت کے معنی ہیں سَتْرُ الْقَبِيْحِ وَاِظْهَارُ الْجَمِيْلِ۔ اللہ تعالیٰ جب معاف فرما دیتے ہیں تو اس کی برائیوں کو چھپا دیتے ہیں اور نیکیوں کو ظاہر فرما دیتے ہیں اور رحمت کے معنی ہیں۔ اَیْ تَفَضَّلْ عَلَيْنَا بِفُنُوْنِ الْاٰلَاءِ مَعَ

اَسْتِحْقَاقِنَا بِاَفَانِيْنَ الْعِقَابِ، اب ہمارے اوپر اے اللہ! طرح طرح کی نعمتیں برسا دیجئے کیونکہ آپ نے ہمیں مُعاف کر دیا، ہم کو بخش دیا باوجود اس کے کہ ہم اَفَانِيْنَ الْعِقَابِ کے مستحق تھے فن کی جمع فُنُوْنٌ اور فُنُوْنٌ کی جمع اَفَانِيْنَ جو طرح طرح کے عذابوں کا مستحق تھا تو جب ہم نے معافی مانگ لی اور آپ نے ہم کو بخش دیا تو اب ہمیں طرح طرح کی نعمتوں سے نوازش کیجئے، اس نالائق بندہ کو جو طرح طرح کے عذاب کا مستحق تھا اب اس پر اپنی نعمتوں کی بارش کر دیجئے۔ یہ تفسیر روح المعانی پیش کر رہا ہوں جو عربی زبان میں ہے اس کا اُردو ترجمہ پیش کر رہا ہوں۔ دیکھئے جب بچہ ابا کو راضی کر لیتا ہے کہ ابا مُعاف کر دو تو جب ابا مُسکرا دیتا ہے اور بچہ علامت سے سمجھ جاتا ہے کہ اب ابا نے مُعاف کر دیا تو پھر ابا سے کہتا ہے کہ ابا پیسہ دیجئے، لڈو دیجئے، ٹافی دیجئے۔ جس درجہ کا بچہ ہوتا ہے اسی درجہ کی درخواست کرتا ہے، اگر نادان بچہ ہے تو ٹافی ہی پر رہے گا، اگر اور سمجھ دار ہے تو لڈو مانگے گا اور سمجھ دار ہے تو موٹر مانگے گا اور سمجھ دار ہے تو بلڈنگ مانگے گا اور سمجھ دار ہے تو کارخانہ مانگے گا، جس طرح ہر بچہ کی مانگ الگ ہوتی ہے اسی طرح ہر بندہ کی درخواست الگ ہوتی ہے۔ بندہ جتنا اللہ کو پہچانتا ہے جتنا اللہ والا ہوتا ہے اس کی درخواست بھی اتنی ہی بُلند ہوتی ہے۔

رحمت کے چار معنی

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رحمت کی چار تفسیر کی ہے کہ اے اللہ! اب جب ہم نے آپ سے مُعافی مانگ لی تو چار قسم کی رحمت عطا فرمائیے۔

① توفیقِ طاعت و فرمانبرداری کی توفیق دے دیجئے۔
② فراخیٔ معیشت' میری روزی بڑھا دیجئے گناہ کی وجہ سے جو روزی میں برکت نہیں تھی اب روزی میں برکت ڈال دیجئے۔
③ بے حساب مغفرت کا فیصلہ فرما دیجئے۔
④ دخولِ جنت' جنت میں داخلہ دے دیجئے' یہ چار معنی ہیں رحمت کے۔

گناہوں کے نقصانات

اس کے بعد جو دوسری آیت میں نے تلاوت کی تھی اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اب اگر کوئی گناہوں پر جرأت کرتا ہے' اللہ سے معافی نہیں مانگتا تو اللہ سے ڈرو وہ تمہارے گردے بیکار کر سکتا ہے' تمہیں کینسر میں مبتلا کر سکتا ہے' تمہاری روزی سے برکت اُٹھا سکتا ہے۔ سارے عالم کو تمہارے لئے عذاب بنا سکتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے تو بیوی بچے بھی نافرمان ہو جاتے ہیں. عزیز و اقارب بھی دشمن ہو جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ گھوڑا گدھا بھی اس کی نافرمانی کرتا ہے' خواجہ عزیز الحسن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا شعر ہے ؎

نگاہِ اقربا بدلی مزاجِ دوستاں بدلا
نظر اک ان کی کیا بدلی کہ کل سارا جہاں بدلا

جس سے اللہ ناراض ہوتا ہے سارا جہاں اس کا نافرمان ہو جاتا ہے۔ ایک اللہ والے بزرگ فرماتے ہیں کہ جب مجھ سے کوئی گناہ ہو جاتا ہے تو میری بیوی بھی نافرمان ہو جاتی ہے' میرے بچے بھی مجھے ستاتے ہیں' میرا گھوڑا بھی

خلاف چلتا ہے اور میرا گدھا بھی نافرمان ہو جاتا ہے۔ یہ وہ دُنیاوی حکومت نہیں ہے کہ پاکستان میں جُرم کر کے برطانیہ یا امریکہ میں جا کر سیاسی پناہ لے لی۔ اللہ کا مجرم کہیں سیاسی پناہ نہیں پا سکتا کیونکہ سارے عالم میں خدا ہی کی حکومت ہے۔ اسی کی زمین ہے اسی کا آسمان ہے۔ لہٰذا جلدی توبہ کر لو مُعافی مانگ لو تب چین پا جاؤ گے۔

عظیم الشان ذکر

استغفار کرنا اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا مُعافی مانگنا بہت بڑا ذکر ہے جو اپنے مالک کو راضی کر لے وہ اصلی ذاکر ہے۔ اسی لئے میں نے یہ آیات تلاوت کی کہ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اگر توبہ کر کے مالک کو خوش کر لو معافی مانگ لو تو تمہارے قلب کو چین آئے گا کیونکہ ذکر سے دِل کے چین کا واسطہ اور رابطہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہارے سینہ میں دِل ہم نے بنایا ہے۔ لہٰذا اس دل کو چین صِرف ہماری یاد ہی سے ملے گا اور نافرمانی اور گناہ سے تم بے چین اور پریشان رہو گے۔ بے چینی کا سبب گناہ ہے لہٰذا اس کا عِلاج یہی ہے کہ استغفار کر کے تم ہم کو راضی کر لو۔ یہ بہت بڑا ذکر ہے اس سے بڑا ذکر کیا ہوگا کہ تم اپنے مالک کو راضی کر لو لہٰذا اس آیت کی تلاوت کی یہ وجہ تھی کہ استغفار بہت بڑا ذِکر ہے۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ جلدی استغفار اور جلدی توبہ کر کے اللہ تعالیٰ سے مُعافی مانگ کر تم اللہ تعالیٰ کو خوش کر دو۔ یہ بہت بڑا ذِکر ہے اس کی برکت سے تم چین و سکون پا جاؤ گے ورنہ کہیں سکون نہیں پاؤ گے۔

دِل گلستاں تھا تو ہر شے سے ٹپکتی تھی بہار
دِل بیاباں ہو گیا عالم بیاباں ہو گیا

جب دِل تباہ ہوتا ہے تو سارا عالم اندھیرا لگتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لوگے تو ان شاء اللہ اس کی برکت سے دِل باغ و بہار ہو جائے گا' چین آجائے گا اور جب دل میں چین ہوتا ہے تو سارے عالم میں چین نظر آتا ہے جب دل غمزدہ ہوتا ہے تو سارے عالم میں غم نظر آتا ہے۔ یہ آنکھیں تابع دِل ہیں بصارت تابع بصیرت ہے یعنی قلب کا جو حال ہوگا آنکھ کا وہی حال ہوگا۔ اگر دِل خوش ہے تو ہر طرف خوشی نظر آئے گی اور اگر دل میں غم ہے تو ہر طرف غم نظر آئے گا اور اللہ تعالیٰ سے استغفار اور توبہ اور ذکر کی برکت سے دِل میں چین آئے گا تو سارے عالم میں آپ کو چین ملے گا۔ بال بچوں میں بھی سکون سے وہ آدمی رہتا ہے اور جس کا دل گناہوں سے پریشان رہتا ہے وہ اپنی بیوی سے بھی لڑتا ہے' بچوں کی بھی پٹائی کرتا ہے' ہر شخص سے اُلجھتا ہے کیونکہ اس کا دل معتدل اور نارمل (NORMAL) نہیں ہے' مثلِ پاگل ہو جاتا ہے۔ پاگل آدمی ہر ایک کو ستاتا ہے پاگل کا کیا بھروسہ۔ یاد رکھو جو عقل کا خالق ہے جب اس کو راضی کرو گے تو عقل ٹھیک رہے گی ورنہ جو جتنا گناہ کرتا ہے عقل خراب ہوتی چلی جاتی ہے اور عقل کی خرابی سے آدمی پاگل ہوتا ہے اور پاگل نہ خود چین سے رہتا ہے نہ چین سے رہنے دیتا ہے۔ آج کا جو مضمون ہے بس اللہ تعالیٰ کا کرم ہے اور آج کیا سارے عالم میں اختر جہاں جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مدد شاملِ حال ہوتی ہے۔

آپ چاہیں ہمیں ہے کرم آپ کا
ورنہ ہم اس کرم کے تو قابل نہیں

بزرگوں کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ کی ستاری اور پردہ پوشی اور رحمت کی یاری اور باش ہے اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ۔ اب اس کے بعد ایک حدیث کا ترجمہ کر کے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

توبہ کرنے والا بھی اللہ کا محبوب ہے

بعض گناہگاروں کو شیطان بہکاتا ہے، مایوس کرتا ہے کہ تم سے اللہ تعالیٰ کیسے محبت کرے گا کہ تم نے تو دھندہ بنا رکھا ہے گناہ کا اور دھندہ بھی کیسا جو کبھی مندا نہیں ہوتا تو کیسا بندہ ہے تو؟ اس کا جواب سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیا کہ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ الْمُفَتَّنَ التَّوَّابَ اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے اور آئندہ بھی محبوب رکھے گا اس بندہ کو جو مومن ہے اور کیسا مومن ہے اَلْمُفَتَّنُ جس سے بار بار گناہ ہو جاتا ہے فتنۂ گناہ میں بار بار مبتلا ہوتا ہے مگر ایک خوبی اس میں ایسی ہے جو سبب ہے اس کی محبوبیت کا اور وہ اس کی فائنل رپورٹ ہے وہ کیا ہے؟ اَلتَّوَّابُ وہ بہت زیادہ توبہ کرنے والا بھی ہے اللہ تعالیٰ سے رو رو کر معافی مانگتا ہے گناہ کر کے خوش نہیں ہوتا، پچھتاتا ہے کہ آہ میں نے کیوں اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا اس لیے نادم ہو کر دل کی گہرائی سے توبہ کرتا ہے اور توبہ کی چار شرطوں کے ساتھ توبہ کرتا ہے۔

توبہ سے محبوبیت کی ایک عجیب تمثیل

گناہ سے فوراً بھاگ جاتا ہے گناہ سے علیحدہ ہو کر فوراً توبہ کرتا ہے اگرچہ بار بار فتنہ میں مبتلا ہوتا ہے لیکن توبہ صادقہ کی برکت سے یہ بھی اللہ تعالیٰ

کا محبوب ہے۔ یہ بتاؤ اگر ماں کے سینہ پر چھوٹا بچہ پاخانہ کر دے تو کیا اماں اسے چاقو سے ذبح کر دیتی ہے یا نہلا دھلا کر پھر پیار کرتی ہے' نیا کپڑا پہناتی ہے یا نہیں؟ تو اللہ تعالیٰ بھی ایسے بندوں کو تقویٰ کا نیا نیا لباس پہناتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں لباس کی کمی نہیں ہے۔ ماں تو تھک سکتی ہے کہ اب میرے پاس چڈی نہیں ہے پمپر (PAMPER) بھی نہیں ہے اب تجھے کیا پہناؤں لیکن اللہ تعالیٰ نہیں تھکتے' تقویٰ کے بے شمار لباس ان کے پاس ہیں۔ جب بندہ نے توبہ کی کہ اے اللہ تعالیٰ مجھ سے غلطی ہو گئی معاف کر دیجئے' اس حرام مزہ سے میں سخت نادم و شرمندہ ہو کر معافی چاہتا ہوں تو اللہ تعالیٰ فوراً معاف فرما دیتے ہیں۔ توبہ کی پہلی شرط یہ ہے۔

(۱) گناہ سے الگ ہو گیا۔

(۲) شرمندہ ہو گیا دل کو دُکھ پہنچ گیا کہ آہ میں نے کیوں گناہ کیا' قلب میں ندامت پیدا ہو گئی۔

(۳) آئندہ کے لئے پکا ارادہ کرتا ہے کہ اے اللہ! اب آپ کو آئندہ کبھی ناراض نہیں کروں گا اگرچہ دل کہتا ہے کہ تو پھر کرے گا لیکن دل کی بات نہ ماننے کا عزم رکھتا ہے اگرچہ شیطان وسوسہ ڈالتا ہے کہ تو پھر مبتلا ہو گا۔ شیطان یہ وسوسہ ڈالے تو کہہ دو کہ اگر دوبارہ گناہ کر بیٹھوں گا تو پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگوں گا۔ ان کے در کے علاوہ اور کوئی در بھی تو نہیں ہے۔ کیا ماں نہیں جانتی کہ میرا بچہ دوبارہ پاخانہ کرے گا۔ ماں کو یقین ہے کہ ابھی ایک سال کا بچہ ہے یہ تو دوبارہ پاخانہ کرے گا لیکن وہ اپنے بچہ کی صفائی کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی توفیق توبہ دے کر اپنے

گنہگار بندوں کو مُعاف کر دیتا ہے اگرچہ جانتا ہے کہ یہ ظالم پھر گناہ کرے گا۔ اس حدیثِ پاک کی شرح کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے ان بندوں کو جو بار بار گناہ کے فتنہ میں مُبتلا ہو جاتے ہیں مگر توبہ بھی زبردست کرتے ہیں۔

ندامت کے آنسوؤں کی کرامت

توّابؔ میں: کثیر التوبہ میں یعنی بہت زیادہ روتے ہیں بہت زیادہ اللہ سے مُعافی مانگتے ہیں۔ ان کے یہ آنسو اللہ کے خزانے میں جمع ہو جاتے ہیں۔ ایسا بندہ کبھی رائیگاں نہیں ہوگا ان شاء اللہ۔ چاہے شیطان و نفس اس کو گناہوں کے جنگل میں اللہ سے کتنے ہی دور لے جائیں لیکن وہ جو پہلے اللہ تعالیٰ سے رویا تھا کہ اے اللہ! میری حفاظت کرنا گناہوں سے مجھے ضائع نہ ہونے دینا اس کے وہ سابقہ آنسو اللہ کی بارگاہ میں محفوظ تھے اللہ تعالیٰ ندامت کے ان آنسوؤں کو رائیگاں نہیں کرتا۔ پھر ان آنسوؤں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنے بندہ کو تلاش کرتی ہے کہ اے فرشتو! میرا بندہ مجھ سے بہت دُور ہو گیا، تم جا کے پھر اس کے دل میں توفیق ڈالو کہ توبہ کرکے پھر میرے پاس آجائے لہٰذا جو لوگ روتے ہیں کہ اللہ ہمیں اپنی حفاظت میں رکھنا، ہمیں ضائع نہ ہونے دینا، خاتمہ ہمارا ایمان پر کرنا اور ہمارے گناہوں کو مُعاف کر دیجئے ایسے رونے والے بندے ضائع نہیں ہوتے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ان کا خاتمہ خراب نہیں ہوگا۔ جس کا خاتمہ خراب ہوتا ہے اس کو رونے کی توفیق نہیں ملتی۔ اسی لئے محدثین نے لکھا ہے کہ ابلیس کو کبھی اپنے گناہ پر ندامت نہیں ہوتی اس ظالم نے ہمیشہ اَنْظِرْنِیْ کہا کہ مجھے مہلت دیجئے میں آپ کے بندوں کو گمراہ کروں گا بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ یہ

ظالم اگر اُنْظُرْ اِلَیَّ کہہ دیتا کہ مجھ پر ایک نظر ڈال دیجئے تو معاف ہو جاتا اُنْظُرْ اِلَیَّ نہیں کہا اَنْظِرْنِیْ کہتا رہا کہ مہلت دیجئے تاکہ میں آپ کے بندوں کو بہکاتا رہوں اس کو اُنْظُرْ اِلَیَّ کی توفیق نہیں ہوئی کیونکہ یہ مردود تھا اس لئے اللہ تعالیٰ کی نظرِ عنایت مانگنے کی توفیق نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ جس کو مقبول رکھتا ہے اس کو نظرِ عنایت مانگنے کی توفیق دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ غلطی ہوگئی نالائق ہوں مگر آپ کا ہوں' آپ ہی ہمارے واحد خدا ہیں آپ کا دروازہ چھوڑ کر کہاں جاؤں کہ کوئی دوسرا خدا نہیں ہے اگر گناہ گاروں کا الگ خدا ہوتا نیک بندوں کا الگ خدا ہوتا تو وہاں چلا جاتا لیکن آپ ہی ایک خدا ہیں نیکوں کے بھی آپ خدا ہیں اور گناہگاروں کے بھی آپ ہی خدا ہیں لہٰذا آپ کا دروازہ نہیں چھوڑوں گا۔ اگر گناہ نہیں چھوٹتے تو آپ کو بھی نہیں چھوڑوں گا۔ اگر کسی کو بار بار دست آرہے ہیں تو ہر دفعہ استنجا بھی کرتا ہے اور کپڑے بھی بدلتا ہے۔ لہٰذا اگر بار بار گناہ ہوتے ہیں تو بار بار توبہ کرتے رہو ایک دن ایسا آئے گا کہ اللہ سچی توبہ کی توفیق دے دے گا کہ میرا بندہ ہمیشہ رو رو کے مجھ سے معافی مانگتا ہے تو ان کو بھی رحم آجائے گا کہ لاؤ اب اس ظالم کو گناہ کرنے ہی نہ دو۔ اللہ تعالیٰ ایسی ہمت اور ایسی توفیق دے گا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ پھر مرتے دم تک ایک گناہ بھی نہیں کرو گے لیکن ہمارا کام رونا ہے روتے رہو' روتے رہو' روتے رہو یہاں تک کہ ان کو رحم آجائے۔ خوب سمجھ لو یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے اس میں نا امیدی نہیں' یہاں امیدوں کے ہزاروں آفتاب روشن ہیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

فیضِ شیخِ کاملؒ
مری رسوائیوں پر آسماں رویا زمیں روئی
مری ذلت کا لیکن آپ نے نقشہ بدل ڈالا
بہت مشکل تھا میرے نفسِ امارہ کا چھپنا
تری تدبیرِ الہامی نے اس کا سر کچل ڈالا
عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

صبر و مقام
صدیقین
سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۳۲
عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

فہرست

مقدمۃ الکتاب

از

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

امسال ۱۹ شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ مطابق ۹ دسمبر ۱۹۹۸ء بروز بدھ پونے دس بجے صبح والدہ مولانا مظہر سلمہٗ کا انتقال ہوگیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اور پچاس سالہ رفاقت کا باب بند ہوگیا جس سے قلب پر بہت اثر ہے لیکن الحمد للہ تعالیٰ میرے بزرگوں کے فیض سے دل بالکل اللہ تعالیٰ کی مرضی پر راضی ہے جس پر احقر کے چند اشعار ہیں۔

حسرت سے میری آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں
دل ہے کہ ان کی خاطر تسلیم سر کئے ہے
کیفِ تسلیم و رضا سے ہے بہارِ بے خزاں
صدمہ و غم میں بھی اخترؔ روح رنجیدہ نہیں
صدمہ و غم میں مرے دل کے تبسم کی مثال
جیسے غنچہ گھرے خاروں میں چٹک لیتا ہے

پچاس سال تک ان کے جو حالات رفیعہ دیکھے اس سے احقر کا گمان

اقرب الی الیقین ہے کہ وہ ایک صاحب نسبت، بہت بڑے درجہ کی ولیہ تھیں۔ دین میں وہ ہمیشہ میری مددگار رہیں، برسوں سے غیر ملکی اسفار ہورہے ہیں کبھی حائل نہ ہوئیں۔ ان کی وجہ سے ہی مجھے اپنے شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہنا ممکن ہوا کیونکہ شیخ کے ساتھ میرے تعلق کو دیکھ کر نکاح کے بعد ہی انھوں نے مجھے خوشی سے اجازت دی کہ آپ جب تک چاہیں شیخ کی خدمت میں رہیں ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا اور یہ بھی کہا کہ آپ جس حال میں رہیں گے ہمیشہ آپ کے ساتھ رہیں گے، آپ کھائیں گے تو ہم بھی کھائیں گے آپ فاقہ کریں گے تو ہم بھی فاقہ کریں گے، آپ جنگل میں رہیں گے تو ہم بھی جنگل میں رہیں گے۔ آپ جو کھلائیں گے کھالیں گے جو پہنائیں گے پہن لیں گے اور آپ سے کبھی کسی چیز کی فرمائش نہ کریں گے اور اس پر عمل کر کے دکھادیا کہ پوری زندگی کبھی کسی چیز کی فرمائش نہیں کی۔ دل میں دُنیا کی محبت بالکل نہیں تھی، جانتی ہی نہیں تھیں کہ دُنیا کیا چیز ہے۔ جب گھر میں جاتا تو اکثر دیکھتا کہ قرآن پاک کھلا ہوا ہے اور تلاوت ہورہی ہے۔ یہ بھی ان کی کرامت تھی کہ برسوں سے مختلف امراض لاحق تھے لیکن معمولات میں کوئی فرق نہ آتا تھا انتقال کے قریب ان کے پاس تیماردار عورتوں کو نہایت عمدہ وعجیب وغریب قسم کی خوشبو محسوس ہوتی۔

اور سب سے بڑی بات یہ کہ ان کے پیٹ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے مولانا مظہر سلمہٗ جیسا لائق، متقی، عالم بیٹا عطا فرمایا۔ جن سے اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے دین کا عظیم الشان کام لے رہے ہیں اور ان کے بیٹے بھی ماشاء اللہ حافظ عالم

ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میری اولاد کو قیامت تک خدمتِ دینیہ کی توفیق بخشیں اور قیامت تک میری اولاد میں علماء ربانیین علیٰ سطح ولایت الصدیقیت پیدا ہوتے رہیں تاکہ جو دینی ادارے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں ان کو قیامت تک باحسن وجوہ چلانے کی میری اولاد کو اللہ تعالیٰ صلاحیت عطا فرماتے اور قبول فرماتے۔ آمین۔

انتقال کے بعد ان کے لئے بہت سے مبشرات منامیہ بھی ہیں۔ مفتی حسین بھیات صاحب سلمہٗ جو جنوبی افریقہ کے عالم ہیں، میرے بہت خاص احباب میں سے ہیں اور میرے مجاز بھی ہیں انھوں نے انتقال کے دوسرے دن خواب دیکھا کہ وہ جنت میں داخل ہونا چاہتے ہیں لیکن فرشتے نے ان کو روک دیا کہ ابھی نہیں اور پوچھا کہ پیچھے کون آرہی ہیں؟ مفتی حسین بھیات نے کہا کہ یہ میری ماں ہیں (یعنی والدہ مولانا مظہر سلمہٗ) فرشتے نے ان کو راستہ دے دیا اور وہ جنت میں داخل ہوگئیں۔ جدہ میں مولانا عبد الرحمٰن صاحب کی اہلیہ نے خواب میں دیکھا کہ نہایت شاندار لباس پہنے ہوئے قرآن پاک کی تلاوت کر رہی ہیں۔ تلاوت کرتے ہوتے اور بھی کئی احباب نے دیکھا کہ والدہ مظہر سلمہٗ ایک اتنے بڑے کمرہ میں ہیں جس کی چھت نظر نہیں آرہی ہے اور زمین سے کوئی بہت چمکدار چیزیں اُٹھا رہی ہیں جس کی تعبیر یہ دی گئی کہ یہ ایصالِ ثواب ہے جو ان کو پہنچ رہا ہے اور احقر کے احباب میں سے جناب ظفر اقبال صاحب انجینئر جن کو انتقال کی خبر نہیں تھی انھوں نے خواب دیکھا کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا ہے اور احقر کے یہاں بھی کوئی جنازہ

ہوگیا ہے اور دیکھا کہ حضرت تھانوی کا جنازہ احقر کے گھر سے نکل رہا ہے۔

دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ والدہ مولانا مظہر سلمہٗ کی مغفرت بے حساب فرما کر جنت الفردوس عطا فرمائے اور ہم پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ بِحُرْمَةِ رَحْمَةٍ لِّلْعٰلَمِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

۲۱ شعبان المعظم ۱۴۱۹؁ھ بمطابق ۱۱ دسمبر ۱۹۹۸؁ء بروز جمعۃ المبارک احقر کا بیان مسجد اشرف میں تعزیت کے متعلق ہوا جس کو احباب نے بہت پسند کیا۔ میر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو جمع اور مرتب کیا اور اس کا نام صبر اور مقام صدیقین تجویز کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ شرفِ قبول عطا فرمائے اور قیامت تک اُمتِ مُسلمہ کے لیے نافع اور باعثِ تسلی خاطر بنائے۔

العارض

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

انعام تسلیم و رضا

منکشف راہ تسلیم جس پہ ہوئی

اس کا غم راز دار مسرت ہوا

راہ تسلیم میں جس نے سر دے دیا

اس کا سر تاجدار محبت ہوا

(عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر مدظلہ العالی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صبر اور مقامِ صدیقین

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ○ (پ ۲ بقرہ)

وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطٰی وکل عندہ باجل مسمًّی فلتصبر ولتحتسب۔

(بخاری ج ۱ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعذب المیت ببعض بکاء اھلہ علیہ ص ۱۷۱)

اللہ سبحانہ وتعالٰی ارشاد فرماتے ہیں اور اس کے مخاطب صحابہ بھی ہیں اور قیامت تک آنے والی اُمّت مسلمہ بھی۔ تفسیر روح المعانی میں علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ اوّل خطاب تو صحابہ سے ہے۔ ولنبلونکم میں ضمیر "کم" حاضر کی ہے مگر صحابہ کے واسطے سے قیامت تک کے ایمان والوں کو خطاب ہے کہ ہم ضرور ضرور تمہارا امتحان لیں گے۔ ولنبلونکم کے معنی امتحان لینے

کے ہیں جیسا کہ سورۃ ملک میں فرمایا۔

لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط

اے انسانو! تم کو زندگی ہم نے اس لئے دی ہے تاکہ ہم تمھیں آزمائیں کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے اور زندگی کے بعد موت دیتا ہوں تاکہ تم واپس آکر مجھے اپنا حساب کتاب پیش کرو۔

ابتلاء و امتحان کا مفہوم

علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ حقیقت ابتلا و حقیقت اختبار کا عام مفہوم تحصیل علم ہے کہ جس کا امتحان لیا جائے اس کے بارے میں علم حاصل کیا جائے کہ اس کے اندر کیا قابلیت ہے جیسے مدرسوں کے ممتحن اور مہتمم اسی لئے امتحان لیتے ہیں کیونکہ ان کو خبر نہیں ہوتی کہ طالب علم میں کتنی قابلیت ہے، اس کو سبق یاد ہے یا نہیں اور یہ پاس ہوگا بھی یا نہیں۔ تو یہاں قابلیت کا علم حاصل کرنے کے لئے امتحان لیا جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف اس مفہوم کی نسبت کرنا محال ہے کیونکہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ **نعوذ باللہ** اللہ تعالیٰ یہ علم حاصل کرنے کے لئے امتحان لیتے ہیں کہ کون کس درجہ کا صابر اور کس درجہ کا وفادار ہے اور یہ اللہ کے لئے محال ہے کہ وہ اپنے بندوں کی قابلیت سے بے خبر ہو کیونکہ :-

وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۝ وَهُوَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝

ہے وہ لطیف ہے خبیر ہے علیم ہے ہمارے سینوں کے بھیدوں کو بھی جانتا ہے لہٰذا یہاں امتحان کے معنی یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی قابلیت صبر جاننے

کے لیے امتحان لیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ہمارے امتحان کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ بغیر امتحان جانتا ہے کہ کون کتنے پانی میں ہے، ہماری طاقت دست و بازو سے وہ باخبر ہے۔ لہٰذا یہاں اللہ تعالیٰ کا لفظ امتحان اور ابتلاء استعمال فرمانا تحصیل علم کے لئے نہیں ہے بلکہ اس کو استعارۂ تمثیلیہ کہتے ہیں جس سے مراد یہ ہے کہ ہم تو اپنے عاشقوں کے مقامات کو جانتے ہی ہیں کہ وہ ہر حال میں صابر اور میرے وفادار رہیں گے۔

عاشقانِ خدا کے امتحان کا مقصد

لیکن اس امتحان سے سارے عالم کو دکھانا چاہتے ہیں، سارے عالم میں اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کی تاریخ سازی کرتے ہیں کہ میرے عاشق ایسے باوفا ہوتے ہیں کہ مصائب میں بھی مجھ کو نہیں بھولتے اور نعمتوں میں بھی مجھے فراموش نہیں کرتے۔ لہٰذا یہاں امتحان سے تحصیل علم کا مفہوم محال ہے، یہ تو بندوں کے لیے ہے کیونکہ ہم تو محتاج ہیں ہم امتحان کے ذریعہ دوسروں کی قابلیت کا علم حاصل کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ امتحان سے بے نیاز ہے۔ وہ بغیر امتحان ہمیں خوب جانتا ہے۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ ضرور ضرور ہم تمہارا امتحان لیں گے یعنی ان آزمائشوں سے، ان مجاہدات سے تمہیں گذاریں گے تاکہ سارے عالم میں اے ایمان والو تمہاری وفاداری کی تاریخ روشن ہو جائے اور تمہاری وفاداری بھی ہمارے فضل سے ہوگی، ہماری امداد سے ہوگی۔

"وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ"

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صبر اللہ تعالیٰ کی مدد کا محتاج ہے تو اُمت

کہاں سے صبر لائے گی۔ ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ سے صبر مانگنا چاہیے۔

شرح حدیث "اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ صَبُوْرًا....."

"اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ صَبُوْرًا وَّاجْعَلْنِیْ شَکُوْرًا وَّاجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا وَّفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا۔"

اے اللہ! مجھے بہت زیادہ صبر کرنے والا اور بہت زیادہ شکر کرنے والا بنا دیجئے اور میری نظر میں آپ مجھ کو چھوٹا دکھائیے اور مخلوق کی نظر میں آپ مجھ کو بڑا دکھائیے میری نظر میں مجھ کو صغیر رکھئے لیکن بندوں کی نظر میں کبیر کر دیجئے تاکہ ہم جب کوئی دین کی بات پیش کریں تو وہ سر آنکھوں پر قبول کرلیں۔ اس لئے دین کے خادموں کو یہ دعا ضرور مانگنی چاہیے کیونکہ اُمت میں اگر ان کی عزت وقدر و منزلت نہیں ہوگی تو پھر ان کی بات کی اہمیت نہیں ہوگی لہٰذا جب مخلوق تعریف کرے تو شکر کرو کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرما لی کہ مخلوق میں ہمیں بڑا دکھا رہا ہے لیکن اپنے کو بڑا سمجھنا حرام ہے۔ اس لئے روزانہ اللہ تعالیٰ سے کہو کہ اے اللہ! میں ساری دنیا کے مسلمانوں سے کمتر ہوں فی الحال اور کافروں اور جانوروں سے کمتر ہوں۔ فی المآل کیونکہ ابھی معلوم نہیں کہ خاتمہ کس حال پر ہونا مقدر ہے۔

اللہ تعالیٰ کے امتحان کے منصوص پرچے

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ ہم ضرور ضرور تمہارا امتحان لیں گے مگر امتحان جو ہوگا۔ بہت ہلکا ہوگا شَیْءٍ

میں جو تنوین ہے وہ تقلیل کے لئے ہے۔ شیءٍ کے معنیٰ ہیں تھوڑا اور "ب" داخل کر دیا جس کے معنیٰ ہوئے کہ شیءٍ کا بھی کچھ جز یعنی قلیل ترین بہت ہلکا پرچہ ہوگا لہٰذا زیادہ گھبراؤ مت اور کس چیز میں امتحان ہوگا؟ آگے پرچہ مضمون بھی بتا دیا۔ علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ اگر امتحان لینے والا سوالات کو پہلے ہی سے بتا دے تو بتائیے کہ کتنا آسان پرچہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے امتحان کے پرچوں کو بتا رہے ہیں کہ فلاں فلاں مضامین میں تمہارا امتحان ہوگا اس لئے امتحان کے پرچوں سے آگاہ فرما دیا اور تفسیر روح المعانی میں ایک وجہ اور بیان فرماتی کہ مصیبت فجائیہ یعنی جو مصیبت اچانک آجاتی ہے وہ زیادہ محسوس ہوتی ہے اور اگر معلوم ہوجائے کہ یہ مصیبت آنے والی ہے تو اس کے لیے فیلڈ تیار ہوجاتی ہے، صبر آسان ہوجاتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے آگاہ فرما دیا کہ فلاں فلاں مصیبت تم لوگوں کو آئے گی اور ان ان مصائب میں تمہارا امتحان ہوگا۔ تو پہلے سے علم ہوجانے سے پرچہ اور آسان ہوگیا اور اسی لئے اکثر مریض کافی دن تک بیمار رکھے جاتے ہیں تاکہ ان کے متعلقین دھیرے دھیرے اس مصیبت کے لئے تیار ہوجائیں۔ جب دیکھتے ہیں کہ میرے ماں باپ یا قریبی عزیز چارپائی پر پیشاب پاخانہ کر رہے ہیں تو جن کی موت سے ڈر رہا تھا وہ خود ہی دعا مانگنے لگتا ہے کہ یا اللہ! میرے اماں ابا کو یا بیوی کو یا شوہر کو یہ تکلیف نہ دیجئے اب تحمل نہیں ہے کہ اگر اب زیادہ دن تک فالج رہے گا تو میرے ماں باپ کی کھالیں سڑ جائیں گی، زخمی ہو جائیں گی اور تمام بدن سڑ جائے گا۔ کروٹ نہ لینے سے بدن سڑ جاتا ہے۔ یہ

حرکت جو ہے ہماری حفاظت ہے۔ جو ہم چلتے پھرتے بچتے ہیں اگر ایک طرح لیٹے رہیں تو کھال زخمی ہونے لگتی ہے۔

تاثیر صحبت اہل اللہ

جیسے اصحاب کہف کو اللہ تعالیٰ نے سُلا دیا اور تقریباً تین سو برس تک وہ سوتے رہے اور زندہ بھی رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر صرف نیند طاری کردی تھی۔ جب ظالم بادشاہ کے ظلم سے بچنے کے لئے وہ غار میں گئے تو ایک کتا ان کے ساتھ جانے لگا۔ یہ اصحاب کہف اس کو پتھر مار رہے تھے کہ تو کہاں آرہا ہے منحوس! تجھ کو پالنا بھی جائز نہیں۔ تفسیر روح المعانی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو زبان دے دی۔ اس نے کہا میں کتا تو ہوں لیکن مجھے عام کتوں کی طرح نہ سمجھئے میں آپ کی حفاظت کروں گا۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ اس کا نام قطمیر ہے اور ان اولیاء اللہ کی برکت سے وہ بھی جنت میں جائے گا۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کی صحبت کی تاثیر تو دیکھو کہ کتا جیسا نجس جانور جس کا لعاب دہن پیشاب کے برابر ناپاک اس ناپاک کو بھی اللہ تعالیٰ پاک کر کے جنت میں بھیج دیں گے۔ یہ ہے صحبت اہل اللہ جس کی بعض نادان اپنے تکبر کی وجہ سے حقارت بیان کرتے ہیں کہ اللہ والوں کی صحبت سے کچھ نہیں ہوتا۔ دیکھ لو اصحاب کہف کو۔ قرآن پاک ناطق ہے اس منطوق کا' اس مفہوم کا جو میں نے پیش کیا کہ اصحاب کہف کی برکت سے وہ کتا جنت میں جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اصحاب کہف میرے اولیاء تھے اور ان کو چونکہ کئی سو برس تک سلانا تھا تو ان کو کروٹ کون دیتا تھا؟ فرماتے ہیں۔

(نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ)

ہم خود اپنی رحمت سے ان کو دائیں بائیں کروٹ دیا کرتے تھے جیسے ماں اپنے بچے پر رحم کرتی ہے تاکہ زمین پر لگنے سے ان کی کھالیں زخمی نہ ہو جائیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم دیکھو۔ جو لوگ ڈرتے ہیں کہ اگر ہم اللہ والے ہو جائیں گے، اگر ہم داڑھی رکھ لیں گے، اگر ہم خاندان کی رسومات شادی بیاہ میں اور ناچ گانے میں شرکت نہیں کریں گے تو ہمیں کون پوچھے گا، ہم معاشرے سے کٹ جائیں گے، سوسائٹی ہمیں نہیں پوچھے گی تو ہمارا کیا ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ وہی ہوگا جو اصحابِ کہف کے ساتھ ہوا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائیں گے وہ اپنے اولیاء کو دوسروں کے حوالہ نہیں کر دیتے کہ جاؤ تم ہمارے تو ہو لیکن ہمیں تمہاری پرواہ نہیں ہے۔ آہ! اللہ تعالیٰ بہت پرواہ کرتے ہیں اور واہ واہ بھی دلاتے ہیں ہر طرف عزت دیتے ہیں دُنیا میں بھی آخرت میں بھی۔

اللہ تعالیٰ کے امتحان کا پہلا پرچہ

تو اللہ تعالیٰ امتحان سے آگاہ فرما رہے ہیں:

(وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ)

ہم تمہیں ضرور ضرور آزمائیں گے اور اس آزمائش اور امتحان کا پہلا پرچہ خوف ہے یعنی خوف میں ہم تمہارا امتحان لیں گے لیکن گھبرانا نہیں یہ پرچہ بھی بہت آسان اور ہلکا ہوگا۔ شَیْءٍ کا استعمال بھی تقلیل کے لیے ہے اور تنوین بھی تقلیل کے لئے اور مِن بھی تبعیضیہ ہے یعنی بہت ہی قلیل خوف سے تمہاری آزمائش ہوگی جو دشمنوں سے یا نزولِ حوادث یا مصائب

کی وجہ سے پیش آئے گا۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔ المراد بالخوف خوف العدو۔ خوف سے مراد دشمن کا خوف ہے۔

انبیاء علیہم السلام پر مصائب کی وجہ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: (وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ)

ہر نبی کے لئے ہم نے دشمن بنایا۔ یہ جعل تکوینی ہے انبیاء کی ترقی درجات و تربیت کے لئے۔ پس جس کا کوئی دشمن نہ ہو سمجھ لو یہ شخص علیٰ منہاج النبوۃ نہیں ہے ورنہ اس کے بھی دشمن ہوتے اگرچہ امتی کا پرچہ نبیوں سے آسان ہوتا ہے کیونکہ بڑے لوگوں کا امتحان بھی بڑا ہوتا ہے۔ اس لئے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنے مصائب مجھے دیئے گئے کسی نبی کو ان مصائب سے نہیں گذارا گیا کیونکہ آپ سید الانبیاء تھے لہٰذا

جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

اسی طرح صحابہ کو دشمنوں کا خوف رہتا تھا۔

(وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ) (احزاب)

یہاں تک کہ بعض وقت کلیجے منہ کو آگئے۔

(وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا)

اور سخت زلزلے میں ڈالے گئے' ان کو ہلا دیا گیا لیکن پھر بھی وہ

(حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ)

کہتے تھے کہ ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ غرض وہ

خوف میں مبتلا کیے گئے۔

اولیاء اللہ پر مصائب کی وجہ

بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو اپنا مقبول بناتا ہے بڑے درجہ کی عزت دیتا ہے تو اس کو ذرا خوف سے بھی گذارا جاتا ہے تاکہ اس کا دل مضبوط ہو جائے اور اتنا غم پہنچایا جائے کہ جب اس کو ساری دُنیا میں عزت اور خوشی ملے تو اس کے سابقہ غم تجربے اس کی محافظت کریں۔ اس کی عبدیت کا زاویہ قائمہ ۹۰ ڈگری قائم رہے۔ ایسا نہ ہو کہ چاروں طرف سے واہ واہ ہو تو اس کی آہ ختم ہو جائے۔ جس متبعِ سُنّت بندے کو اللہ تعالیٰ بڑا رتبہ دینا چاہتے ہیں اس کو اتنا غم دیتے ہیں کہ اس کی آہ نہ باہ سے ضائع ہوتی ہے نہ جاہ سے ضائع ہوتی ہے اور نہ واہ واہ سے ضائع ہوتی ہے۔ سارا عالم اس کی تعریف کرے لیکن اس کی بندگی اور اس کی عاجزی اس کی آہ وزاری اس کی اشکباری ہمیشہ قائم اور تابندہ درخشندہ اور پائندہ رہتی ہے اس لئے غم سے گھبرانا نہیں چاہیئے۔ ایسے حالات سے اللہ تعالیٰ گذار دیتا ہے۔ دیکھو صحابہ کو خطاب ہو رہا ہے۔

(وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ)

اور جنگ بدر وغیرہ میں کیسے کیسے مصائب سے گذرے لیکن انبیاء کو جو مصائب دیئے جاتے ہیں وہ ان کی بلندی درجات کے لئے ہوتے ہیں۔ انبیاء کو عجب و کبر سے حفاظت کے لئے نہیں دیئے جاتے کیونکہ نبی معصوم ہوتا ہے۔ اخلاقِ رذیلہ اس کے اندر پیدا ہی نہیں ہو سکتے اس لئے انبیاء کے مصائب ان کی رفعتِ شان

اور بلندی درجات کے لیے ہوتے ہیں لیکن اولیاء اللہ کو خوف اور مصیبت جو پیش آتی ہے اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ عجب و کبر سے ان کی حفاظت ہو۔

امتحان کا دوسرا پرچہ

اور خوف کے بعد دوسرے امتحان سے آگاہ فرما رہے ہیں۔ وَالْجُوْعِ تمہارے امتحان کا دوسرا پرچہ بھوک ہے۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ یہاں بھوک سے مُراد قحط ہے۔ اصل میں بھوک مسبب ہے اس کا سبب قحط ہے لہٰذا اس کی تفسیر قحط سے کی کہ بارش نہیں ہوگی تو غلہ کم ہوجائے گا اور روٹی نہیں ملے گی تو بھوک لگے گی تو یہ تسمیہ السبب باسم المسبب ہے۔ اس کو بلاغت کے علم میں مجاز مرسل کہتے ہیں۔ اس نبی اُمی کی زبان سے مجاز مرسل کا استعمال جس نے کبھی مکتب کا مُنہ دیکھا ہو، نہ مختصر المعانی پڑھی ہو نہ مجاز مرسل کا نام ہی سنا ہو یہ دلیل ہے کہ یہ نبی اپنی طرف سے کلام نہیں بناتا۔ بکریاں چرانے والا پیغمبر اپنی بلاغت سے تمام عالم کو عاجز کر رہا ہے۔ اس اُمی کی زبان سے ایسا فصیح و بلیغ کلام جاری ہونا خود دلیل ہے کہ یہ نبی کا کلام نہیں بلکہ سینۂ نبوت پر کلام اللہ نازل ہو رہا ہے اور کلام اللہ کو آپ کے قلب مبارک میں جمع کرنے اور آپ کی زبانِ مُبارک سے پڑھوانے اور بیان کرانے کی ذمہ داری بھی اللہ تعالیٰ نے لی۔ جب قرآن مجید نازل ہوتا تھا تو آپ ڈر کی وجہ سے جلدی جلدی دہراتے تھے کہ کہیں بھول نہ جاؤں تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آیت نازل فرمائی کہ اے نبی نزول وحی کے وقت آپ جلدی جلدی دہرایا نہ کیجیے کیونکہ آپ کے قلب مُبارک میں اس کا جمع کرا دینا اور آپ کی زبان مُبارک سے پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے۔

(ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ)

پھر لوگوں کے سامنے اس کا بیان کرا دینا بھی ہمارے ذمہ ہے۔ لہٰذا آپ کیوں گھبراتے ہیں۔

امتحان کا تیسرا پرچہ تو امتحان کے دو پرچے ہو گئے۔ پہلا پرچہ خوف ہے اور دوسرا پرچہ بھوک اور تیسرا پرچہ ہے۔

(وَ نَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ)

اور کبھی کبھی تمہارے مال میں بھی نقصان ہوگا اور کس طرح سے ہوگا؟ کبھی تجارت میں گھاٹا ہوگا اور صاحب تفسیر روح المعانی لکھتے ہیں کہ کبھی باغات میں پھل نہیں آئیں گے تو پھلوں کی کمی سے مال کی کمی ہو جائے گی۔

امتحان کا چوتھا پرچہ اور چوتھا پرچہ ہے "وَالْأَنْفُسِ" اور کبھی کبھی تمہارے پیاروں کی ہم جان لے لیں گے یعنی إِنَّ ذِهَابَ الْأَحِبَّةِ لِسَبَبِ الْقَتْلِ وَالْمَوْتِ۔ کسی کا قتل ہوگا کسی کو موت آئے گی اس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف جانا ہوگا۔ موت چاہے قتل سے ہو یا طبعی ہو کبھی تمہارے پیارے اٹھائے جائیں گے تو اس میں بھی تمہارا امتحان ہوگا۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ پرچہ آؤٹ کر کے اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی بتا دیا کہ یہ مصیبت اچانک نہیں ہوگی کیونکہ ہم تو پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ ان مضامین میں تمہارا امتحان ہوگا۔ اچانک مصیبت آنے والی ہے تو آدمی اس کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور پھر بتانے والا اللہ جہاں تخلف نہیں ہو سکتا جہاں جھوٹ کا امکان نہیں ہے۔

امتحان کا پانچواں پرچہ

اور پانچواں امتحان ہے وَالثَّمَرَاتِ اور کبھی اللہ تعالیٰ پھلوں کی کمی سے آزمائیں گے۔ اس کی تفسیر بعضوں نے یہ بھی کی ہے کہ اس سے مراد اولاد کا انتقال ہے کہ اولاد ماں باپ کے لیے پھل ہوتے ہیں۔ بہر حال ظاہر تفسیر یہی ہے کہ باغات میں پھل نہیں آئیں گے۔

مصیبت اور لفظ "بشارت" کا ربط

کیوں صاحب اگر مصیبتیں بلائیں اور تکالیف بُری چیز ہیں تو کیا بُری چیز پر بھی بشارت دی جاتی ہے؟ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَ بَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ۔ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ صبر کرنے والوں کو بشارت دے دیجئے، خوشخبری سُنا دیجئے۔ کسی کو تکلیف ہو اور آپ کہیں مُبارک ہو تو اس کو کس قدر غم ہوگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس امتحان میں جب کوئی مُبتلا ہو تو آپ بشارت دے دیجئے۔ کس کو بشارت دیجئے؟ صبر کرنے والوں کو۔ معلوم ہوا کہ مومن کے لیے مصیبت اگر بُری چیز ہوتی تو یہاں اللہ تعالیٰ لفظ بشارت نازل نہ فرماتے اور بشارت دینے والا ارحم الراحمین ہے اور جس کے ذریعہ بشارت دلا رہے ہیں وہ رحمۃ للعالمین ہے یعنی سب سے بڑے پیارے نے مخلوق میں سب سے بڑے پیارے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بشارت دلوائی ہے لہٰذا یہ بشارت بھی کتنی پیاری ہے۔ یہ بشارت دلیل ہے کہ یہ مصیبت زحمت نہیں رحمت ہے، نعمت ہے اور کوئی عظیم الشان چیز ملنے والی ہے جیسے کوئی کسی سے موٹر سائیکل چھین لے اور مرسڈیز دے دے تو

بتائیے کیا یہ مصیبت ہے؟ پس مصیبت مومن کے لئے بُری چیز نہیں ہے کیونکہ صبر کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس کو مِل جاتے ہیں اور ۔

متاعِ جان جاناں جان دینے پر بھی سستی ہے

پس صبر اتنی بڑی نعمت ہے جس پر معیت الٰہیہ کا انعام عظیم ملتا ہے۔

صبر کی تین قسمیں

اور صبر کے تین معنی ہیں سُن لو۔

مصیبت میں صبر کرنا

(۱) الصبر فی المصیبۃ۔ مصیبت میں صبر کرنا یعنی اللہ تعالیٰ کی مرضی پر راضی رہے، دِل سے شکایت اور اعتراض نہ کرے۔ حکیم الامت مجدد ملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس طرح نماز فرض ہے روزہ فرض ہے، حج فرض ہے زکوٰۃ فرض ہے جہاد فرض ہے اتنا ہی اللہ کی مرضی پر راضی رہنا بھی فرض ہے جس کا نام رضا بالقضا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی رہنا یہ صرف سُنت اور مستحب اور واجب نہیں بلکہ فرض ہے کہ دل میں اعتراض نہ پیدا ہو اور دِل سے شکایت نہ کرے گو آنکھیں اشکبار ہو جائیں۔ اشکبار ہونا اور غم کا اظہار کرنا یہ صبر اور رضا بالقضا کے خلاف نہیں۔ میرا ایک شعر ہے ۔

حسرت سے میری آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں
دِل ہے کہ ان کی خاطر تسلیم سر کیے ہے

بعض نادان کہتے ہیں کہ دیکھو اتنے بڑے عالم ہو کر رو رہے ہیں۔ وہ نادانی سے سمجھتے ہیں کہ رونا خلافِ سُنت ہے۔ حالانکہ خلافِ سُنت تو کیا ہوتا عین

اتباعِ سُنّت ہے کیونکہ آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کا جب انتقال ہوا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔ صحابہ کے سوال پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دلیل رحمت ہے، یہ بے صبری نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ اپنے پیاروں کے انتقال پر رونا خلافِ صبر نہیں۔ لہٰذا جس کی آنکھوں سے آنسو بہہ گئے اس نے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنّت ادا کی۔ بعض لوگوں نے ضبط کیا اور نہیں روئے۔ آہ بھی نہیں کی تو کیا ہوا کہ برداشت نہ کر سکے اور حرکتِ قلب بند ہو گئی لہٰذا اتباعِ سُنّت میں ہماری حیات ہے، ہماری زندگی کی ضمانت ہے۔ اِس لئے غم میں کچھ آہ کر لو، کچھ رو لو، کچھ مرنے والے کا تذکرہ بھی کر لو۔ یہ دلیلِ رحمت ہے دلیلِ تعلق ہے اور اس سے دِل ہلکا ہو جاتا ہے۔ یہ خلافِ صبر نہیں۔ بے صبری یہ ہے کہ اعتراض کرنے لگے یا زبان سے شکوہ کرے کہ میرے عزیز کو ابھی سے کیوں اُٹھا لیا وغیرہ۔

طاعت پر صبر کرنا

اور صبر کی دوسری قسم کا نام ہے: "الصبر علی الطاعة" یعنی جو نیک اعمال کرتا ہے، دین کا جو کام کرتا ہے جیسے نماز روزہ ذکر و تلاوت سب پر قائم رہے۔ فرماں برداری طاعت پر قائم رہنا بھی صبر ہے۔

گناہوں سے صبر کرنا

اور تیسری قسم ہے: "الصبر عن المعصية" جب گناہ کا تقاضا ہو تو نفس کو گناہ سے روکنا اور نفس پر کنٹرول رکھنا اور اس گناہ سے رُکنے میں دِل پر جو غم اور دُکھ آتے اس کو برداشت کرنا یہ صبر سب سے اعلیٰ ہے۔ یہ وہ صبر ہے۔ جس سے انسان ولی اللہ

بن جاتا ہے۔ جس کا دِل گناہ کے لیے بے چین ہو رہا ہو، جو شخص گناہوں کے شدید تقاضے دِل میں رکھتا ہو اگر کوئی حسین شکل سامنے آجائے تو اسے دیکھنے کا شدید تقاضا ہوتا ہے مگر یہ تقاضے پر عمل نہیں کرتا اور چونکہ تقاضا شدید ہے اس کی وجہ سے اس کے بچنے میں اس کو مجاہدہ شدید ہوگا اور جب مجاہدہ شدید ہوگا تو اس کو مشاہدہ بھی شدید ہوگا یعنی اللہ کی تجلی اس کے قلب پر قوی تر ہوگی۔

قلبِ شکستہ اور نزولِ تجلیاتِ الٰہیہ

اس لئے جو لوگ نظر بچاتے رہتے ہیں اور گناہ سے بچنے کا شدید غم اُٹھاتے رہتے ہیں، جو سینہ میں ایسا دِل رکھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے اپنی خوشیوں کا خون کرتا رہتا ہے تو ایسے دِلوں پر اللہ تعالیٰ کی تجلیات قربِ الٰہیہ متواترہ مسلسلہ وافرہ بازغہ عطا ہوتی ہیں۔ جن کے سینے ایسے دِل کے حامل ہوں ان کے پاس بیٹھ کے دیکھو ان کی شان کوکر کی ہو جاتی ہے جو آج کل کی جدید ایجاد نے ثابت کر دیا کہ جو بریانی پانچ چھ گھنٹے میں تیار ہوتی تھی۔ اب چند منٹ میں تیار ہو جاتی ہے۔ پس ایسے دلوں کی صحبت بھی کوکر کی شان رکھتی ہے کہ چند صحبتوں میں ان کے ساتھ رہنے والوں کو نسبتِ اولیاء صدیقین عطا ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے یہ غم اُٹھانے والے بندے اپنے سینہ میں قلبِ شکستہ، ٹوٹا ہوا دل اور خونِ آرزو کا دریا کا دریا رکھتے ہیں۔ ان کی صحبتوں میں بیٹھو پھر دیکھو گے کہ اللہ کے راستہ کی جو مسافت دس سال میں طے ہوتی وہ چند گھنٹوں میں ان شاء اللہ طے ہو جائے گی۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد میرے اس قول کی تائید ہے کہ مولانا رومی کو سو برس کی

تہجد سے جو قرب عطا ہوتا وہ شمس الدین تبریزی کی صحبت سے چند دنوں میں عطا ہوگیا۔
پس جو شخص صبر کی مذکورہ تینوں قسموں پر عمل کرے گا تو پھر

(اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ)

یعنی اللہ تعالیٰ کی معیتِ خاصہ کا انعام ہے اور صبر کی بدولت ہی ولایت کا سب سے اعلیٰ مقام صدیقیت نصیب ہوتا ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

صبر بگزیدند و صدیقیں شدند

انھوں نے صبر اختیار کیا اور مقامِ صدیقیت تک پہنچ گئے یہ نہیں کہ مصیبت پر صبر کرلیا، طاعت پر بھی صبر کرلیا لیکن شراب و زنا اور بدمعاشی جاری ہے۔ معیتِ خاصہ کا انعام جب ملتا ہے جب صبر کی تینوں قسموں پر عمل ہو خصوصاً جو الصبر عن المعصیۃ یعنی گناہوں کے تقاضوں پر صبر نہیں کرے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ولایتِ علیا سے محروم رہے گا۔ ولایتِ عامہ تو ہر مومن کو حاصل ہے مگر میں جو یہ کہہ رہا ہوں کہ جو چاہے کہ میرے قلب میں شکستگی آجائے۔ میرا دِل اللہ تعالیٰ کی محبت میں جلا بھنا کباب ہو اور میرے قلب پر تجلیاتِ الٰہیہ متواترہ مسلسلہ بازغہ وافرہ عطا ہوں تو وہ گناہوں سے بچنے کا غم اُٹھالے۔

ولایت و نسبت کی علامت

پھر وہ جہاں جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت کے مشک کی خوشبو اُڑ جائے گی۔ بڑے بڑے علماء تسلیم کرنے پر مجبور ہوں گے کہ آہ یہ علوم تو ہم نے بھی پڑھے ہیں مگر اس کی زبان سے کیا بات نکل رہی ہے۔ بات یہ ہے کہ یہ وہ ہرن ہے جس کے نافہ میں مُشک ہے۔ دو ہرن

کھڑے ہیں۔ ایک کے پیٹ سے مینگنی نکل رہی ہے۔ مشک سے اس کا نافہ خالی ہے اور دوسرا ہرن اپنے پیٹ میں آدھا کلو مشک رکھتا ہے۔ لاکھوں لاکھوں کا مشک ہے تو پھر یہ کھڑا رہتا ہے لیٹ کر گہری نیند نہیں لیتا۔ کھڑے کھڑے اونگھ لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قوت دیتا ہے۔ یہی ہلکی سی اونگھ اس کے لئے کافی ہے۔ کھڑا رہے گا نہ لیٹے گا نہ بیٹھے گا کیونکہ اس کے پاس ایک امانت آگئی اور دیکھتا ہے کہ شکاری لوگ مشک چھیننے کے لئے میری تاک میں ہیں تو اللہ تعالیٰ جس کو اپنے تعلق کی دولت، نسبت کی دولت، ولایت کی دولت اپنے قربِ خاص کی دولت دیتے ہیں تو اس کے سامنے مشک کیا چیز ہے۔ پھر وہ بھی چوکنا رہتا ہے کہ کہیں کوئی چھین میری دولت نسبت کو چرا نہ لے یعنی مجھ سے گناہ صادر نہ ہو جائے۔ نسبت مع اللہ کے مشک کی حفاظت میں وہ ہر وقت بیدار و چوکنا رہتا ہے۔

نہ کوئی راہ پا جائے نہ کوئی غیر آ جائے
حریمِ دل کا احمدؔ اپنے ہر دم پاسباں رہنا

مشک تو مخلوق ہے یہ خالق کا مشک لئے بیٹھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خوشبو لئے ہے اسی لئے حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کی خوشبو دو سو میل حجازِ مقدس تک گئی جبکہ رسولِ خدا حالتِ سفر میں تھے اور خدا کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا۔ انی لاجد ریح الرحمٰن من قبل الیمن یمن سے مجھے اللہ کے قرب کی خوشبو آرہی ہے۔ مشک میں اتنی طاقت کہاں کہ دو سو میل تک اس کی خوشبو جائے یہ حضرت اویس قرنی کے قلب کی خوشبو

تھی جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں جل رہا تھا۔ اسی کو مولانا رومی فرماتے ہیں ؂

گفت پیغمبر کہ بردست صبا
از یمن می آیدم آنتے خدا

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبا کے ہاتھوں پر ہواؤں کے کندھوں پر یمن سے مجھے اللہ تعالیٰ کی خوشبو آرہی ہے۔ دیکھئے اللہ والوں کی خوشبو کہاں تک پرواز کرتی ہے۔ بعض وقت اللہ والوں کی خوشبو سارے عالم میں پھیلتی ہے اور ان کے انتقال کی خبر بغیر خبر کے نشر ہو جاتی ہے۔ جب سورج ڈوبتا ہے تو سب کو پتہ چل جاتا ہے یا نہیں یا ریڈیو پر اعلان ہوتا ہے؟ سورج ڈوبتے ہی ہر آدمی اندھیرا محسوس کرتا ہے ایسے ہی حکیم الامت مجدد الملت آفتابِ ملت تھے۔ جب ان کا انتقال ہوا تو خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب وہاں اس وقت موجود نہیں تھے لیکن انھوں نے اپنے دل میں اندھیرا محسوس کیا اور فرمایا محسوس ہو رہا ہے کہ نور ایک دم دل میں کم ہو گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حکیم الامت کا انتقال ہو گیا ہے۔ اور بعد میں وقت ملایا تو وہی وقت تھا جب حکیم الامت حضرت تھانوی کا انتقال ہوا تھا۔ اس لئے کہتا ہوں کہ اللہ والے ہو جاؤ۔ پھر دوبارہ زندگی نہیں ملے گی اگر چاہتے ہو کہ تجلیاتِ قربِ الٰہیہ آپ کے دلوں پر متواترہ مسلسلہ وافرہ بازغہ عطا ہوں تو ذرا ہمت سے کام لو۔ مرنے کے بعد تو گناہ چھوڑ دو گے، جیتے جی چھوڑ دو۔

گناہ چھوٹنے اور گناہ چھوڑنے کا فرق

تمہارا جنازہ بدنظری نہیں کر سکتا۔ مرنے کے بعد مردہ جسم کی قربانی

اللہ تعالیٰ کو قبول نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ ہم ان پر زندہ فدا ہو جائیں تم کس کا انتظار کر رہے ہو کہ مر جائیں گے تب گناہ چھوڑیں گے۔ اس وقت آپ چھوڑیں گے نہیں گناہ چھوٹ جائیں گے' اس کا نام چھوٹنا ہے چھوڑنا نہیں۔ جیتے جی گناہ چھوڑ دو تاکہ اللہ کی دوستی کا اعلیٰ مقام نصیب ہو جائے۔ گناہ چھوڑنے کی تکلیفیں اٹھاؤ۔ جب اُلفت کرنا ہے تو کلفت اُٹھاؤ اور جب اُلفت ہو گی تو کلفت محسوس بھی نہیں ہوگی۔

غمِ تقویٰ کی کیف و مستیاں

نظر بچا کر دل میں وجد آ جائے گا کہ واہ رے میرے مالک آپ کی توفیق کی کیا شان ہے کہ آج سے بیس سال پہلے ہم ایک حسین کو بھی نہیں چھوڑتے تھے اور آج آپ نے یہ مقام دیا کہ ایک حسین کو بھی نہیں دیکھتے اور آپ کے راستے کا غم اُٹھانے میں وہ مستیاں مل رہی ہیں کہ کیا جانیں رند اور کیا جانیں میخانے اور کیا جانیں جام و مینا اور کیا جانے ساقی اور یہ بات نہیں کہہ رہا ہوں اتفاقی۔ اس پر اولیاء کا اجماع ہے کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جتنا غم اٹھایا۔ ان میں اتنی ہی خوشبو پیدا ہوئی۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں سخت مجاہدہ کیا ان کو اللہ تعالیٰ کے قرب کا اتنا ہی مشاہدہ ہوا اتنی ہی خوشبو عطا ہوئی اتنا ہی دردِ دل عطا ہوا۔

ہم نے لیا ہے داغ دل کھو کے بہار زندگی
اک گل تر کے واسطے ہم نے چمن لٹا دیا

کیونکہ دُنیا کے پھول تو مرجھانے والے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے قرب کا پھول

مُرجھانے والا نہیں ہے۔

(کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ)

ہر وقت ہر لحظہ ہر آن اللہ تعالیٰ کی ایک نئی شان ہے اس کے برعکس بڑے بڑے معشوقوں کو دیکھو گے کہ وہ حسین لڑکیاں جن پر لوگ ایمان بیچتے تھے سو برس کی نانی اماں بن چکی ہیں اور نوجوان حسین لڑکے جن کو دیکھنے کو بڑے بڑے عقل والے پاگل ہوتے تھے اب وہی نانا ابا نظر آتے ہیں ارے ظالمو! بڈھے حسن یا حسن زوال شدہ کو چھوڑ دینا تو کافر کا بھی کام ہے، ہندو بھی نہیں پوچھتا، یہودی بھی عاشق نہیں ہوتا کسی بڈھی بڈھے پر تم مومن ہو کر اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں سلوک کا دعویٰ کر کے گول ٹوپیاں پہن کر اولیاء اللہ کی شکل بنا کر کس طرح ان بگڑنے والی شکلوں پر بگڑتے ہو اور لومڑیوں کی طرح راہِ فرار اختیار کرتے ہو، ہمت سے کام لو۔

تو اللہ تعالیٰ امتحان میں صبر کرنے والوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ بشارت دلا رہے ہیں۔

(وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ)

اے نبی آپ صبر کرنے والوں کو بشارت دے دیجئے جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کی ملک ہیں اور ان ہی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔

استرجاع کی سُنّت

اور مصیبت کی چار تفسیر ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسبِ ذیل مواقع پر صبر فرمایا اور اِنَّا لِلّٰہِ

وَاِنَّآ اِلَیۡهِ رٰجِعُوۡنَ) پڑھا۔ ان چار مقامات پر اِنَّا لِلّٰہِ پڑھ کر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُمت کو ہدایت کر دی کہ چھوٹی سی چھوٹی مصیبت پر بھی اِنَّا لِلّٰہِ پڑھ کر

(اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيۡنَ)

یعنی معیت خاصہ کی دولت حاصل کرلو۔ وہ کیا ہیں؟

۱۔ عِنْدَ لَدْغِ الشَّوْكَةِ، کانٹا چبھ جانے پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡهِ رٰجِعُوۡنَ پڑھا ہے۔ آیت اِذَآ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِيۡبَةٌ کی تفسیر میں صاحب تفسیر رُوح المعانی لکھتے ہیں کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چار مواقع پر بھی اِنَّا لِلّٰہِ پڑھ کر عمل کا راستہ کھول دیا تاکہ تمہارے اندر فہم پیدا ہو کہ کہاں کہاں پڑھنا چاہیے۔

۲۔ وَعِنْدَ لَسْعِ الْبَعُوْضَةِ اور جب مچھر کاٹ لیتا تھا تب بھی آپ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡهِ رٰجِعُوۡنَ) پڑھتے تھے۔ یہ راستہ مل رہا ہے کہ چھوٹی مصیبت پر بھی فضیلت مل رہی ہے۔ ہے تو چھوٹی مصیبت مگر بڑی فضیلت لے لو؛ چھوٹے عمل پر اجر عظیم لے لو اور (اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيۡنَ) کی معیت خاصہ حاصل کرلو۔ اور آپ نے یہ خاموشی سے نہیں پڑھا ذرا بلند آواز سے پڑھا جب ہی تو صحابہ نے سُنا۔ بس صحابہ کا سُننا دلیل ہے کہ آپ نے زبانِ نبوت سے جہراً پڑھا جیسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ کھڑے ہو کر پڑھتے تھے یا بیٹھ کر تو آپ نے فرمایا کیا تم نے قرآن شریف میں نہیں پڑھا۔

(وَ تَرَكُوْكَ قَآئِمًا)

خطبہ کی حالت میں آپ قائم تھے۔ جب اونٹوں کا قافلہ دیکھ کر گندم لینے کے لئے بعض صحابہ آپ کو چھوڑ کر چلے گئے معلوم ہوا کہ آپ کھڑے ہو کر خطبہ دے رہے تھے۔ (وَ تَرَكُوْكَ قَآئِمًا) میں قائما حال ہے اور فعل حال سے مقید ہوتا ہے یعنی اس حالت میں آپ کو چھوڑا کہ آپ کھڑے ہوئے تھے۔ تو ایسے ہی صحابہ کا اِنَّا لِلّٰہ سُننا دلیل ہے کہ آپ نے جہراً پڑھا۔ اور تیسرا موقع جب آپ نے انا للّٰہ پڑھا۔

۳۔ وَعِنْدَ اِنْطِفَاءِ الْمِصْبَاحِ اور جب چراغ بجھ جاتا تھا تو بھی آپ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن) پڑھتے تھے۔ اس زمانہ میں جب کبھی بجلی فیل ہو جائے تو اس سُنّت کو ادا کر لیا کریں۔ یہ نہیں کہ اب ہمارے پاس چراغ تو نہیں ہے۔ چراغ نہیں ہے تو بجلی تو ہے لہٰذا یہ سُنّت ادا کرو۔ ایک دفعہ بجلی فیل ہو گئی تو حضرت ڈاکٹر عبد الحی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ بجلی تو فیل ہوئی مگر دل میں تجلی تو ہے اور چوتھا موقع جب آپ نے انا للّٰہ پڑھا وہ یہ ہے

۴۔ وَعِنْدَ اِنْقِطَاعِ الشِّسْعِ جب چپل کا فیتہ ٹوٹ جائے تب بھی پڑھو۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن)۔ یہ چار مثالیں ہیں۔

تعریفِ مصیبت بزبانِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم

لیکن رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رحمت دیکھئے کہ ان چار مثالوں پر عمل کر کے امت کو دکھا دیا۔ لیکن پھر آخر میں ایک قاعدہ کلیہ بھی بتا دیا چونکہ ہر شفیق اور مہربان استاد چند جزئیات کے بعد ایک کلیہ بیان کر دیتا

ہے تاکہ شاگرد اس پر قیاس کر سکے لہٰذا رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک کلیہ بیان فرما دیا تاکہ قیامت تک آنے والی اُمّت اپنی ہر حالت کو اس پر منطبق کر سکے اور قیاس کر سکے کہ انّا للہ پڑھنے کے کیا مواقع ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا آپ نے کلیہ کے طور پر مصیبت کی تفسیر بیان فرما دی کہ کل ما یؤذی المؤمن فھو مُصِیْبَۃٌ لہٗ وَاجرٌ۔ ہر وہ چیز جو مومن کو تکلیف پہنچا دے وہ اس کے لئے مصیبت ہے اور اس پر اجر ہے۔ اور ایک بات اور بھی سن لو کہ اگر دس سال پہلے کی مصیبت یاد آجائے جیسے دس سال پہلے کسی کا انتقال ہوا اور آج اس کا خیال آگیا اور دل میں تھوڑا سا غم آگیا تو پچھلی مصیبتوں پر بھی جو (انا للہ وانا الیہ راجعون) پڑھے گا اس کو بھی اجر ملے گا۔

اس اُمّت کی ایک امتیازی نعمت

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری اُمّت کو ایک ایسی چیز دی گئی جو سابقہ اُمتوں میں سے کسی اُمّت کو نہیں دی گئی اور وہ یہ ہے کہ مصیبت کے وقت تم (انا لِلہِ وانا الیہ راجعون) کہو۔ لہٰذا ہم سب کو اپنی قسمت پر شکر کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے اور طفیل میں وہ نعمت دی جو پچھلی اُمتوں میں کسی کو بھی نہیں دی اور فرمایا کہ اگر پہلے کسی کو یہ نعمت دی جاتی تو سب سے زیادہ حق حضرت یعقوب علیہ السّلام کا تھا کہ جب اُن کے بیٹے حضرت یوسف علیہ السّلام گم ہو گئے تو اس وقت وہ کہتے (انا لِلہِ وانا الیہ راجعون) لیکن چونکہ یہ نعمت کسی نبی کو نہیں دی گئی۔ اس لئے بیٹے کے گم ہونے پر آپ

کو جو غم پہنچا تو آپ نے کہا۔

(یٰاَسفٰی علٰی یوسف)

ہائے یوسف افسوس! لہٰذا اس اُمّت کو انا للہ مابہ الامتیاز نعمت ہے جو سارے عالم میں ہم کو امتیازی شرف دیتی ہے۔ اُمم سابقہ سے ممتاز کرتی ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے صدقے میں اللہ تعالیٰ کے کیسے کیسے کرم ہمیں عطا ہوئے۔

حقیقی صبر کیا ہے؟

علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ صبر صرف زبان سے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھنے کا نام نہیں۔

سُنّت استرجاع یعنی انا لِلّٰہِ پڑھنے کی سُنّت حقیقی معنوں میں اس وقت ادا ہوگی۔ جب زبان کے ساتھ دِل بھی شامل ہو کہ ہم اللہ تعالیٰ کی مِلک ہیں مِلکیت ہیں مملوک ہیں اور مالک کو اپنی مِلک میں ہر قسم کے تصرف کا اختیار ہوتا ہے۔ لہٰذا ہمارے گھر میں اور مولانا مظہر سلمہ کی والدہ بھی اللہ تعالیٰ کی مِلکیت تھیں۔ مالک کو اختیار ہے کہ اپنی چیز کو جہاں چاہے رکھے اور جب تک چاہے رکھے اور جہاں چاہے اُٹھا کر رکھ دے۔ اِنَّا لِلّٰہِ سے مُراد یہی ہے کہ ہم ہر طرح سے اللہ تعالیٰ کی مِلک ہیں اور مالک کو ہم پر ہر طرح کے تصرف کا حق حاصل ہے۔ وَاِنَّا الیہ راجعون۔ اور یہ جدائی عارضی ہے ہم لوگ بھی وہیں جانے والے ہیں۔ یہ دو جُملے ہیں ان سے بڑھ کر کائنات میں صبر کا کوئی کلمہ نہیں ہو سکتا۔ مصیبت میں اس کلمہ سے زیادہ مُفید و لاجواب موتی کا کوئی مُفرح خمیرہ نہیں پیش کر سکتا۔

"اِنَّا لِلّٰہِ" کی تفہیم کے لیے ایک انوکھی تمثیل

حکیم الامت فرماتے ہیں کہ اگر کوئی انسان ایک الماری کا مالک ہو۔ جس کے دو خانے ہوں۔ اس نے نیچے کے خانے میں ایک درجن پیالیاں رکھ دیں اور دو سال کے بعد نوکر سے کہا کہ نیچے کے خانے کی دو پیالیاں اُٹھا کر اوپر کے خانے میں رکھ دو۔ تو نوکر نے کہا کہ حضور آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں دو سال سے تو یہ ساتھ تھیں۔ فرمایا کیوں مت لگا بے وقوف! الماری میری، دونوں خانے میرے اور ان خانوں میں جو پیالیاں ہیں وہ بھی میری! سب کا میں مالک ہوں۔ مالک کو حق ہے کہ اپنی چیز کو جہاں چاہے رکھے۔ نوکر نے کہا اچھا حضور یہ بات تو سمجھ میں آگئی میں اوپر ہی رکھ دیتا ہوں۔ لیکن نچلی الماری کے خانے میں باقی دس پیالیاں جو ہیں وہ سب دو پیالیوں کی جُدائی سے غمگین ہیں اور رو رہی ہیں۔ آپ مالک ہیں آپ کو تصرف کا حق حاصل ہے مگر ان کے غم کا کیا مداوا ہے۔ مالک نے کہا بے وقوف نیچے کے خانے میں کوئی نہیں رہے گا ہم سب کو یکے بعد دیگرے اوپر رکھنے والے ہیں۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ دُنیا اور آخرت اللہ تعالیٰ کی ایک الماری ہے۔ اس کا ایک خانہ آسمان کے نیچے ہے۔ یہ دُنیا ہے اور دوسرا خانہ آسمان کے اوپر ہے وہ آخرت ہے۔ اللہ تعالیٰ جب تک چاہتے ہیں ہمیں نیچے کے خانے میں رکھتے ہیں اور جب چاہتے ہیں اوپر کے خانہ میں رکھ دیتے ہیں۔ یہ ہے تفسیر اِنَّا لِلّٰہِ کی کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ہیں ان کی ملکیت ہیں اس لئے ان کو ہم پر ہر طرح کے تصرف کا اختیار ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ "

آں کہ جاں بخشد اگر بکشد رواست

جو جان دیتا ہے وہ اگر قتل بھی کر دے یعنی جان کو واپس لے لے تو اس کے لیے بالکل روا ہے کیونکہ جان بھی تو اسی نے دی تھی جو جان دے سکتا ہے وہ جان لے بھی سکتا ہے اور وَاِنَّآ اِلَیۡہِ راجعون میں اللہ تعالیٰ نے تسلی دے دی کہ یہ جدائی عارضی ہے تم لوگ بھی پیچھے بعد دیگرے ہمارے پاس آنے والے ہو۔ جہاں تمہارے بچھڑے ہوئے عزیزوں سے بھی دوبارہ ملاقات ہوجائے گی اور پھر کبھی جدائی نہ ہوگی۔

رہا جدائی کا غم ہونا تو یہ طبعی بات ہے اور رحمت کا تقاضا ہے۔ چنانچہ مکہ مکرمہ میں پہنچنے کے اگلے دن جب میرے بیٹے مولانا مظہر سلمہ نے مجھے اطلاع کی کہ مرض بڑھ گیا ہے لیکن کہا کہ والدہ بھی اجازت دے رہی ہیں کہ ابھی وہاں اور رہ جاؤ تو میں نے دل میں کہا کہ اجازت اور ضابطہ اور چیز ہے اور رحمت اور رابطہ اور چیز ہے لہٰذا میری رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ اب مجھے فوراً واپس جانا چاہیے کیونکہ عمرہ ہوچکا۔ معلوم ہوا کہ رات کو کراچی کے لیے ایک پرواز ہے لیکن بتایا گیا کہ اس میں جگہ ملنا بوجوہ مشکل ہے لیکن یہ بھی میرے گھر میں کی کرامت تھی کہ ہمارے دو احباب سعودی ایرلائن کے دفتر گئے تو وہاں بہت اجتماع تھا۔ شاید ڈیڑھ دو گھنٹے میں نمبر آتا لیکن دومنٹ میں کمپیوٹر میں ان کا نام آگیا۔ تین سیٹیں بھی مل گئیں اور بورڈنگ کارڈ بھی مکہ شریف ہی میں مل گیا۔ جبکہ جدہ ایرپورٹ پر ملتا ہے۔ ان کی کرامت تھی کہ ہر طرف سے مدد ہوئی۔

اس کے بعد مدینہ پاک کی حاضری کے لیے ٹیکسی ہی سے گئے مواجہہ شریف

میں صلوٰۃ وسلام پڑھا اور اسی ٹیکسی سے فوراً جدہ واپس ہو گئے۔ سارا دن مسلسل سفر رہا، ایک لمحہ کو آرام نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسی مدد فرمائی کہ ضعف کے باوجود سب نہایت آسانی سے ہو گیا۔ ۳ رشعبان مطابق ۲۲ نومبر کی شام کو گئے تھے اور ۵ رشعبان یعنی پچیس نومبر کی صبح کو کراچی پہنچ گئے۔ صرف ایک دن کے اندر عمرہ کی ادائیگی اور مدینہ پاک کی حاضری سب اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمادی۔ علالت کے سولھویں دن ۱۹ رشعبان ۱۴۱۹ھ بدھ کے دن ان کا انتقال ہوا۔ تقریباً پچاس سال کا ساتھ رہا۔ میرے دل سے پوچھو کہ اس غم کا میں تصور بھی نہیں کرسکتا تھا جو دل کو پہنچا۔ پچاس سال کا ساتھ کوئی معمولی بات نہیں اور صرف ساتھ نہیں بلکہ سراپا وفاداری اور ہمیشہ دین میں معین رہیں۔ میرا حضرت شیخ پھولپوری کی خدمت میں مسلسل رہنا ان ہی کی وجہ سے ممکن ہوا کیونکہ اُنھوں نے خوشی سے اجازت دی کہ جب تک چاہیں شیخ کے ساتھ رہیں۔ حضرت شیخ کے ساتھ پہلی بار جب پاکستان آیا تو ایسے حالات پیدا ہوئے کہ ایک سال تک واپس جانا نہ ہوا۔ نہ جانے کس مجاہدہ و مشقت اور تنگی سے یہ سال گذرا لیکن کبھی شکایت نہ کی۔ اسی لیے دل کو اتنا غم ہوا۔ جس کو میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا اور ساتھ بھی نصف صدی کا ساتھ دو چار دن کی بات نہیں ۔

نصف صدی کا قصہ ہے دو چار برس کی بات نہیں

مقامِ تسلیم و رضا

ایک رات تو اچانک میرے منہ سے نکل گیا کہ اے بڑھیا تو مجھے چھوڑ کر کہاں چلی گئی پھر میں نے جلدی سے اپنے دل کو سنبھالا اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ ہم آپ کی مرضی پر راضی ہیں اور اس

وقت ان کی رحلت آپ کی منشاء سے ہوئی لہٰذا اس وقت سے بہتر کوئی وقت نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ آپ کی تجویز اور آپ کی مرضی سے بڑھ کر دونوں جہان میں کوئی چیز نہیں اور آپ کے ہر فعل میں حکمت اور بندوں کا فائدہ ہے لہٰذا مرضیٔ مولیٰ از ہمہ اولیٰ اس لئے اے اللہ! آپ کے فیصلوں پر ہم دل سے راضی ہیں اور فالج کی وجہ سے ایسی حالت ہو گئی تھی کہ اگر دس بارہ دن اور زندگی ہوتی تو بستر پہ لیٹے لیٹے کھال زخمی ہونے لگی تھی پھر خدانخواستہ اگر سڑنا شروع ہو جاتی تو وہ تکلیف ہم سے برداشت نہ ہوتی. لہٰذا جس وقت اے اللہ! آپ نے بُلایا وہ ان کے لئے بھی رحمت ہے، ہمارے لئے بھی رحمت ہے. بس آپ اپنی رحمت سے ان کی مغفرت بے حساب فرمائیے اور اپنی آغوشِ رحمت میں لے لیجئے اور کروٹ کروٹ جنت عطا فرمائیے اور ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائیے اور ان کی برکت سے ہمارے تمام جائز کام اپنی رحمت سے بنا دیجئے۔

حضرت پیرانی صاحبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کے حالاتِ رفیعہ

آج ایک راز کی بات بتاتا ہوں کہ مَیں ان کی بزرگی کا اتنا معتقد ہوں کہ ان کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگتا تھا کیونکہ مَیں نے پچاس سال ان کو دیکھا کہ انتہائی تہجد گذار، بڑی صابرہ بہت شاکرہ تھیں، دُنیا کی محبت تو جانتی ہی نہ تھیں۔ زندگی بھر کبھی فرمائش نہیں کی کہ ہمیں ایسا کپڑا لا دو یا ویسا۔ جانتی ہی نہ تھیں کہ دُنیا کہاں رہتی ہے۔ جب گھر میں جاتا تو دیکھتا کہ قرآن شریف کُھلا ہوا ہے اور تلاوت ہو رہی ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے میرے لئے ایک نعمتِ عظمیٰ بنایا تھا اور سب سے بڑی نعمت

یہ کہ ان کے پیٹ سے مجھے اللہ تعالیٰ نے مولانا مظہر کو عطا فرمایا۔ پھر ان کے ذریعہ سے ہمیں پوتے عطا فرمائے جو سب ماشاء اللہ حافظ ہیں اور عالم ہو رہے ہیں۔ کچھ عالم ہو چکے اور کچھ ہو رہے ہیں۔ جس زمین سے سونے کا پہاڑ ملا ہو اس کی انسان کتنی قدر کرتا ہے۔ نیک اولاد کی نعمت عظمیٰ کا ذریعہ اور جز تو وہی ہیں لہٰذا طبعی غم تو فطری بات ہے اور رحمت کا تقاضا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی پر الحمد للہ دل بالکل راضی ہے۔ ایک نہ ایک دن تو جانا ہے۔ مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہوا تو انتقال سے کچھ پہلے اپنی ڈائری میں ایک شعر لکھ دیا تاکہ میرے بعد میرے بچے زیادہ نہ روئیں۔ عجیب پیارا شعر ہے ؂

لوگ کہتے ہیں کہ مظہر مر گیا
اور مظہر در حقیقت گھر گیا

یعنی میں تو اپنے گھر اپنے وطن جا رہا ہوں جہاں اپنے بچوں اور بڑوں اور خاندان کے تمام بزرگوں سے مل کر اور سب سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو کر کتنا خوش ہوں گا۔ مرنا درحقیقت اپنے گھر جانا ہے۔ ہمارا زیادہ خاندان تو وہیں ہے۔ انتقال سے چند دن پہلے کہنے لگیں کہ ابھی ابھی ہمارے بیٹے اظہر اور اطہر آئے تھے۔ دو بیٹے مولانا مظہر سے پہلے پیدا ہوئے تھے۔ جن کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔ جب یہ کہا تو اسی وقت دل کھٹک گیا کہ اب بچنا مشکل ہے: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عالم برزخ منکشف ہو رہا ہے۔

حالات برزخ

بہرحال اللہ تعالیٰ نے ان کا جسم خاکی لے لیا اور قبرستان میں سُلا دیا لیکن اس پر ایمان لانا ضروری ہے کہ فوراً جسم اعلیٰ عطا ہو گیا ہو گا۔ عالمِ برزخ جو روحوں کی انتظار گاہ اور ویٹنگ روم ہے۔ جہاں پر قیامت تک رہنا ہے وہاں مرتے ہی دوسرا جسم عطا کر دیا جاتا ہے۔ ایمان والوں کو علیین میں اور کافروں کو سجین میں رکھا جاتا ہے۔ ایمان والوں کے لئے جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے اور کافروں کے لئے دوزخ کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے اور مومن جب مر کر اللہ تعالیٰ کے پاس جاتا ہے تو عالمِ برزخ میں اس کو فوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب کی جاتی ہے خواہ کتنا ہی گنہگار ہو۔ اس طرح جو خاندان والے پہلے جا چکے ہیں۔ مثلاً دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہ سب سے مُلاقات ہو گی۔

موت بھی رحمت ہے

پس مرنے والا تو وہاں خوش ہوتا ہے لیکن رہنے والوں کو غم ہوتا ہے لیکن یہ تکوینی انتظام ہے اگر موت نہ آئے تو گھر میں رہنے کی جگہ نہ ہو۔ مان لیجئے دو سو گز کا پلاٹ ہے اور پانچ نانا اور پانچ نانی اور پانچ دادا اور پانچ دادی سب زندہ ہیں اور بستروں پر لیٹے ہوتے ہیں تو بتائیے گھر میں جگہ رہے گی؟ پھر تو تعویذ دبا ؤ گے کہ اللہ میاں ان کو جلدی بلائیے نہ معلوم یہ جاتے کیوں نہیں ہیں۔ معلوم ہوا کہ موت بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔

صبر پر تین عظیم الشان بشارتیں

رہا غم تو اس پر کتنی بڑی بشارت دی جا رہی ہے وہ کیا بشارت ہے؟ فرماتے ہیں

(اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ)

جو مصیبت کے وقت صبر سے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے راضی رہتے ہیں تو ان پر ان کے رب کی طرف سے خاص خاص رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ صلوٰۃ کے کئی معنی ہیں۔ جب بندے کے لئے کہا جاتا ہے کہ صلوٰۃ پڑھ رہے ہیں، تو صلوٰۃ کے معنی نماز کے ہیں اور جب دُعا مانگ رہا ہو تو صلوٰۃ کے معنی دُعا کے بھی ہیں۔ صلوٰۃ کی نسبت جب مخلوق کی طرف کی جائے گی تو مراد ہے نماز اور دعا اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کی جائے کہ اللہ تعالیٰ صلوٰۃ بھیج رہا ہے تو وہاں مراد نزولِ رحمت ہے۔ اسی طرح صلوٰۃ کے معنی دُعائے مغفرت کے بھی ہیں جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں کسی بندے کے پاس جاتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ چلتے ہیں جیسا کہ اس فقیر کی محبت کے لئے آپ لوگ یہاں آتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اور رسول کے وعدوں پر ایمان لانا ضروری ہے کہ ستر ہزار فرشتے گھر سے ساتھ چلتے ہیں۔ شیعہ سبعون الف ملك يصلون عليه اى يستغفرون له، یعنی ستر ہزار فرشتے راستے بھر اس کے لئے دُعائے مغفرت کرتے ہیں معلوم ہوا کہ جو لوگ اپنے نیک گمان سے کسی کو اللہ والا سمجھ کر محض اللہ کے لئے اس سے مُلاقات کرنے آتے ہیں تو ستر ہزار فرشتوں کی ڈیوٹی لگا دی جاتی ہے جو راستے بھر اس کے ساتھ چلتے ہیں اور اس کے لئے دُعائے مغفرت کرتے ہیں اور جب وہ مُصافحہ کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے کہتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ انہ وصل فيك اى لاجلك یا اللہ یہ آپ کے لئے مل رہا ہے، آپ کی وجہ

سے محبت کر رہا ہے۔ فصلہٗ اس کو اپنے سے ملا لیجئے۔ اسی لئے جو لوگ اللہ والوں سے ملتے ہیں جلد اللہ والے ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ستر ہزار فرشتوں کی دُعائیں لگتی ہیں۔ دیکھئے صلوٰۃ کے معنی ہر جگہ کے اعتبار سے بدل رہے ہیں اس حدیث میں صلوٰۃ کی نسبت جب فرشتوں کی طرف ہوئی تو یہاں معنی ہوتے دُعائے مغفرت۔ لیکن صلوٰۃ کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں نزولِ رحمت۔

صلوٰۃ علی النبی کی تفسیر

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

حضرت حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بیان القرآن میں اس کا یہ ترجمہ فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر اے ایمان والو تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔ اللہ تعالیٰ کے رحمت بھیجنے سے مراد نزول رحمت ہے اور رحمت بھی مشترکہ نہیں جو اوروں کو بھی حاصل ہے بلکہ رحمت خاصہ مراد ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عالی کے مناسب ہے اور جو مخلوق میں کسی اور کو حاصل نہیں اور فرشتوں کا رحمت کا بھیجنا اور آگے جو مومنین کو رحمت بھیجنے کا حکم ہو رہا ہے اس سے مراد اس رحمت خاصہ کی دُعا کرنا ہے اور اس کو عرفِ عام میں دُرود کہتے ہیں۔

صلوٰۃ (دُرود) کے مختلف مطالب

بعض علماء نے لکھا ہے کہ اللہ کے دُرود بھیجنے کا مطلب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مقامِ محمود تک پہنچانا ہے اور وہ مقام شفاعت ہے اور فرشتوں کے دُرود بھیجنے کا مطلب دُعا کرنا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بلندی درجات اور زیادتی مرتبہ کے لئے اور آپ کی اُمت کے لئے استغفار کرنا ہے، اور مومنین کے دُرود کا مطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ کے ساتھ محبت اور آپ کے اوصافِ جمیلہ کا تذکرہ اور تعریف ہے۔ معلوم ہوا کہ ہر موقع اور نسبت کے اعتبار سے صلوٰۃ کے مطالب جُدا ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثل محبوبیت عند اللہ

علماء نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بہت سے احکامات نازل فرماتے اور بہت سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعریفیں اور توصیفیں بھی فرمائیں اور بہت سے اعزاز و اکرام فرماتے جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو فرشتوں کو حکم دیا کہ ان کو سجدہ کرو لیکن کسی حکم اور کسی اعزاز و اکرام میں یہ نہیں فرمایا کہ میں بھی یہ کام کرتا ہوں تم بھی کرو یہ اعزاز صرف سیّد الانبیاء سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے خاص ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ یعنی دُرود شریف کی نسبت اولاً اپنی طرف کی ثانیاً فرشتوں کی طرف کرنے کے بعد مومنین کو حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود بھیجتے ہیں۔ اے مومنو! تم بھی درود بھیجو۔ لہٰذا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے بڑھ کر اور کیا شرف ہوگا کہ اس عمل میں اللہ تعالیٰ خود

شریک ہیں۔

معلوم ہوا کہ لفظ صلوٰۃ کتنی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت ہوتی ہے تو معنی کچھ اور ہوتے ہیں اور فرشتوں اور مومنین کی طرف نسبت ہوتی ہے تو دوسرے معنی ہوتے ہیں۔

پہلی بشارت ''رحمت خاصہ''

تو صابرین کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بشارت دی جا رہی ہے۔

وہ کیا ہے؟

(أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ)

صلوات جمع ہے صلوٰۃ کی معنی خاص خاص رحمتیں یعنی اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں پر خاص خاص رحمتیں نازل فرمائے گا لیکن آگے وَرَحْمَةٌ نازل فرما کر بتا دیا کہ میں رحمت عامہ سے بھی اپنے صبر کرنے والے بندوں کو محروم نہیں کروں گا۔ یہ تعمیم بعد التخصیص ہے کہ صابرین پر خاص خاص رحمتیں تو اللہ تعالیٰ برسائے گا ہی مگر رحمتِ عامہ بھی دے گا یعنی رحمتِ خاصہ کے آبشار کے تسلسل کے ساتھ رحمتِ عامہ بھی ملے گی، پے در پے صلوات اور رحمت پہ رحمت نازل ہوگی۔ یہ تفسیر بیان القرآن ہے جو پیش کر رہا ہوں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صلوات سے مراد خاص خاص رحمتیں ہیں

دوسری بشارت ''رحمت عامہ''

اور جو بعد میں وَرَحْمَةٌ ہے یہ تعمیم بعد التخصیص ہے یعنی رحمتِ عامہ مراد ہے اور اس کی وجہ حضرت نے عجیب بیان فرمائی کہ چونکہ حکم صبر پر عمل کرنے

میں تمام صابرین مُشترک میں اس لیے اس کا بدلہ رحمتِ عام ہے لیکن چونکہ ہر صابر کے صبر کی کیفیت و خصوصیت و کمیت جُدا ہے لہٰذا ان خصوصیات کا صلہ بھی جُدا جُدا خاص عنایتوں سے ہوگا۔ جتنا جس کا صبر ہوگا اتنی ہی عنایت خاصہ اس پر مبذول ہوگی۔ (اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّن رَّبِّهِمْ) اور یہ نزولِ رحمت تمہارے رب کی طرف سے بدون واسطہ ملائکہ ہوگا یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے براہ راست رحمتیں نازل ہوں گی۔ مِنْ رَّبِّهِمْ فرمایا کہ تمہارا رب براہِ راست تم پر رحمت نازل کرے گا۔ دیکھو کوئی دوست کسی کو براہ راست کوئی چیز دے اور خود نہ دے بلکہ کسی کے ذریعہ سے دے فرق ہے یا نہیں تو مِنْ رَّبِّهِمْ سے اللہ تعالیٰ نے مزہ بڑھا دیا اور صبر کو میٹھا کر دیا کہ تمہارے رب کی طرف سے بدون واسطہ ملائکہ رحمت خاصہ بھی ملے گی اور رحمت عامہ بھی۔

تیسری بشارت ”نعمت اهتداء“ ﴿وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ﴾

اور یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا راستہ بھی دکھایا اور مطلوب تک بھی پہنچا دیا۔ یعنی اس حقیقت تک ان کی رسائی ہوگئی کہ حق تعالیٰ ہی ہمارے مالک اور نقصان کا تدارک کرنے والے ہیں۔ ہدایت کے دو معنی ہیں ایک تو ارائۃ الطریق یعنی راستہ دکھانا اور دوسرے ایصال الی المطلوب یعنی مطلوب تک پہنچا دینا۔ ارائۃ الطریق یہ ہے کہ جیسے کوئی راستہ دکھائے کہ وہ نیپا چورنگی ہے اور ایصال الی المطلوب یہ ہے کہ نیپا چورنگی تک پہنچا دیا۔ پس صبر کی دو برکات ہیں ایک تو اللہ کا راستہ نظر بھی آئے گا اور دوسرے

اللہ تک رسائی بھی ہوگی۔ یہ ہے مھتدون کا ترجمہ یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں کہ جن کو اپنے مملوک ہونے اور حق تعالیٰ کے مالک ہونے کا یقین آگیا اور جو سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ ہر نقصان کا تدارک فرمادیتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیتِ مبارکہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

نعم العدلان ونعم العلاوۃ دونوں عین پر زیر ہے۔ صاحب منجد لکھتے ہیں کہ العدلان کے معنی اونٹ کے اوپر دو طرف بورا ہو، گندم کا یا کھجور کا اور بیچ میں بھی ایک بورا ہو تو اس کا نام ہے العلاوۃ اس کو اصطلاح میں کہتے ہیں ارے بھائی لدا لدایا اونٹ جارہا ہے تو فرمایا نعم العدلان ونعم العلاوۃ۔ یعنی دو بورے اللہ تعالیٰ کی رحمتِ خاصہ اور رحمت عامہ کے تو تھے ہی ان کے درمیان میں اللہ تعالیٰ نے نعمت کا ایک بورا اور رکھ دیا وہ کیا ہے؟ نعمت اھتداء یعنی نعمتوں سے بھرے ہوئے اونٹ کی طرح اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے باطنی نعمتوں کی بارش فرمادی یعنی رحمت خاصہ بھی عطا فرمائی اور رحمتِ عامہ بھی اور اس کے ساتھ نعمتِ اھتداء بھی جس سے بندہ وصول الی اللہ سے بھی مشرف ہوگیا، مقرب بھی ہوگیا، محبوب بھی ہوگیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ارے بھائیو یہ آیت تو لدا لدایا اونٹ ہے کہ صلوات بھی ہے۔ رحمت بھی ہے اور اھتداء بھی ہے۔ یعنی صبر کرنے والوں کو رحمتِ خاصہ بھی ملی اور ان کے ہدایت یافتہ ہونے کا اور اس طرح ان کی محبوبیت کا بھی اعلان فرمادیا۔

شرح حدیث "ان للہ ما اخذ..."

اب حدیث پاک کا ترجمہ کرتا ہوں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ تعزیت میں جو تسلی ہے وہ دُنیا بھر کے کلام میں نہیں ہو سکتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطیٰ وکل عندہٗ باجل مسمّٰی۔ اللہ نے جو چیز ہم سے لے لی وہ اللہ ہی کی تھی للہ میں لام تملیک کا ہے کہ اللہ ہی اس کا مالک ہے۔ اگر کوئی امانت کے طور پر کوئی چیز آپ کو دے کہ اس کو اپنے پاس رکھو پھر جب وہ واپس لیتا ہے تو آپ کو غم نہیں ہوتا۔ ہم کو جو مرنے والوں کا حد سے زیادہ غم ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے ہم لوگ اس کو اپنی ملکیت سمجھتے ہیں حالانکہ وہ ہماری ملکیت نہیں تھی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی امانت تھی۔ ولہٗ ما اعطیٰ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ لہٰذا جو نعمتیں ہمارے پاس ہیں جو اعزاز موجود ہیں۔ سب نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر چیز کا وقت مقرر ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ لیتا ہے اور جو کچھ عطا فرماتا ہے ہر چیز کا وقت اللہ تعالیٰ کے ہاں مقرر ہے کہ فلاں وقت اس کو فلاں چیز عطا ہو گی اور فلاں وقت فلاں چیز واپس لی جائے گی۔ پس عطا پر شکر کرو اور مافات پر صبر کرو اور ثواب کی امید رکھو۔

عبدیت کا توازن ہے قائم
صبر سے شکر سے اس جہاں میں

اور مرنے والے کو ایصال ثواب کریں جانی بھی اور مالی بھی یعنی عبادات نافلہ و

تلاوت وغیرہ کا ثواب بھی پہنچائیں اور مال خرچ کرکے صدقہ جاریہ کا ثواب بھی پہنچائیں اور مالی ثواب مرنے کے لئے زیادہ نافع ہے۔

بس اب دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے۔ یہاں جتنے حضرات اور خواتین ہیں جس کو جو غم ہو یا اللہ تعالیٰ اس کو خوشیوں سے بدل دے جس کی جو جائز حاجت ہو اس کو یا اللہ پوری فرما دے اور اپنی رحمتوں کی بارش فرما دے اور ہم سب کو صبرِ جمیل عطا فرما دے۔ خاص کر ہمارے خاندان والوں کے لئے کیونکہ جو قریب ہوتا ہے اس کو غم بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اب ہمارا تو گھر میں جانے کو جی نہیں چاہتا تھا کیونکہ ہمارا معمول تھا کہ روزانہ جا کر ملاقات، ہنسنا بولنا لیکن اللہ کی مرضی پر دل سے راضی ہوں کیونکہ جو کچھ ہوا ان کی منشا اور مرضی سے ہوا۔ لہٰذا ان کی مرضی سب سے بہتر سب سے بڑھ کر ہے۔

جو ہوا اچھا ہوا بہتر ہوا
وہ جو حسبِ مرضیٔ دلبر ہوا

میرا شعر ہے ۔

کیفِ تسلیم و رضا سے ہے بہارِ بے خزاں
صدمہ و غم میں بھی اختؔر روح رنجیدہ نہیں

اللہ تعالیٰ نے ان کو میرے لئے ایک نعمتِ عظمیٰ بنایا تھا۔ جن کے پیٹ سے اللہ نے مجھے مولانا مظہر کو عطا فرمایا۔ نیک اولاد نعمتِ عظمیٰ ہے۔ پھر ان کے ذریعے پوتے عطا فرمائے۔ ماشاء اللہ حافظ ابراہیم سلمہٗ کے پیچھے اللہ تعالیٰ نے ہمیں نماز عطا فرما دی۔ یہ دوسری پشت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری زندگیوں میں برکت

دے اور ہر سانس اللہ کے دین کے لئے وقف فرما دے۔ اللہ تعالیٰ میری پُشت کے پیچھے بھی نماز عطا فرما دے۔ آپ لوگ دعا کر ہی رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صحت و عافیت کے ساتھ ایک سو بیس سال مجھ کو میری اولاد کو اور میرے احباب کو بھی زندگی عطا فرمائے اور ہم سے اپنے دین کے ایسے بڑے بڑے کام لے لے کہ قیامت تک اس کے نشانات باقی رہیں اور دُنیا سے خوب خوب کما کر جائیں اور اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائیں اور ہم سب کو اے اللہ نسبت اولیاء صدیقین عطا فرما۔ یعنی اللہ کی دوستی کا سب سے اعلیٰ مقام صدیقین کا ہے، صدیقیت کے دروازے کھلے ہوتے ہیں، نبوت کا دروازہ بند ہوا ہے لیکن اللہ نے اپنی دوستی کا دروازہ قیامت تک کے لئے کھولا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دوستوں کا اعلیٰ مقام نسبت اولیاء صدیقین عطا فرما دے۔ وہ کیا ہے کہ ہر سانس ہم آپ پر فدا کریں اور آپ کو خوش رکھیں ایک لمحہ آپ کو ناراض کر کے اس کمینے پن، بے غیرتی اور خباثت طبع سے ہم اپنے دِل کو حرام خوشیوں سے خوش نہ ہونے دیں۔ بس یہ دردِ دل اختر مانگتا ہے اپنے لئے اپنی اولاد کے لئے اپنے احباب کے لئے اور ان کے خاندان کے لئے اور ساری اُمتِ مُسلمہ کے لئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

میں نے غم بھی بہت اُٹھائے ہیں

داغ حسرت سے دل سجاتے ہیں
تب کہیں جا کے ان کو پاتے ہیں

ان حسینوں سے دل بچانے میں
مَیں نے غم بھی بہت اُٹھائے ہیں

حُسنِ فانی کے چکروں میں میرؔ
کتنے لوگوں نے دن گنوائے ہیں

شکل بگڑی تو بھاگ نکلے دوست
جن کو پہلے غزل سناتے ہیں

منزل قرب یوں نہیں ملتی
زخم حسرت ہزار کھاتے ہیں

کام بنتا ہے فضل سے اخترؔ
فضل کا آسرا لگاتے ہیں

★

محبت اہل اللہ
اور جدید ٹیکنالوجی
سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۳۵
عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

فہرست

صفحہ	عنوان
۲۶	اہل اللہ سے مستفید ہونے کی شرطِ اولین
۲۷	وسوسۂ شیطانی اور وسوسۂ نفسانی کا فرق
۲۷	شیطان کا نہایت پیارا خلیفہ
۲۸	اہل اللہ کا نور باطن منتقل ہونے کے دو راستے
۲۹	اہل اللہ سے شدید تعلق و محبت اور اس کی مثال
۳۱	دردِ محبت میں اہل اللہ کے خود کفیل ہونے کی مثال

عرضِ مرتب

مرشدی و مولائی قطب المتقین عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب اَطَالَ اللّٰہُ ظِلَالَ لَھُمْ عَلَیْنَا اِلٰی مِائَۃٍ وَّعِشْرِیْنَ سَنَۃً مَعَ الصِّحَّۃِ وَالْعَافِیَۃِ وَاَدَامَ اللّٰہُ فُیُوْضَھُمْ وَبَرَکَاتِھِمْ وَاَنْوَارَھُمْ عَلٰی سَائِرِ الْعٰلَمِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کا پیشِ نظر وعظ صحبت اہل اللہ اور جدید ٹیکنالوجی جو مورخہ ۳۰ صفر المظفر ۱۴۲۰؁ھ مطابق ۱۴ جون ۱۹۹۹؁ء بروز دو شنبہ بعد نمازِ مغرب مسجد اشرف گلشن اقبال بلاک ۲ کی محراب سے نشر ہوا اپنے نام کے اعتبار سے جس قدر انوکھا ہے اس سے زیادہ اپنے مضامین کے اعتبار سے نادر، حیرت انگیز و وجد آفریں ہے جس میں حضرت والا نے اپنے مخصوص دلنشین و محبت آفریں انداز میں ثابت فرمایا ہے کہ موجودہ اہلِ سائنس نے اس صدی میں نباتات کی پیوندکاری کی جو ٹیکنالوجی ایجاد کی ہے وہ نباتِ ادنیٰ کو نباتِ اعلیٰ بناتی ہے اور چونکہ اہلِ سائنس کا دائرۂ فکر و نظر کرۂ ارض اور اس کے متعلقات اور اس کے گرد و پیش تک محدود ہے اس لئے ان کی ترقیات کی پرواز حیوانات و نباتات پر ختم ہوگئی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ۱۴ سو برس پہلے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کی پیوندکاری کی جو ٹیکنالوجی نازل کی وہ ایسی

اشرف واعلیٰ ٹیکنالوجی ہے۔ اَلَّذِیْ یَجْعَلُ الْکَافِرَ مُؤْمِنًا وَالْفَاسِقَ وَلِیًّا وَالْکَلْبَ اِنْسَانًا۔ جو کافر کو مومن، فاسق کو ولی اور کتّا خصلت آدمی کو انسان بناتی ہے، انسانِ ادنیٰ کو انسانِ اعلیٰ بناتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس وقت اولیاء سازی کی یہ آسمانی ٹیکنالوجی اور پیوندکاری نازل کی ان سائنس دانوں کو اپنی اس حیواناتی اور نباتاتی ٹیکنالوجی کی بھی خبر نہیں تھی۔ ان اہلِ سائنس کی پسماندگی اس سے ظاہر ہے کہ ۱۴ سو برس بعد اپنی حیوانی ونباتی پیوندکاری کے طریقوں سے حیوانِ ادنیٰ کو حیوانِ اعلیٰ اور نباتِ ادنیٰ کو نباتِ اعلیٰ بنانے پر فخر کرتے ہیں، وہ کیا جانیں کہ اشرف الناس انبیاء علیہم السّلام کی یہ ٹیکنالوجی اور کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کی پیوندکاری انسانِ ادنیٰ کو انسانِ اعلیٰ اور کفر وشرک میں مبتلا کتّے اور سور سے بدتر انسانوں کو پاک کرکے ملائکہ سے اشرف وافضل کرتی ہے۔

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

اہل اللہ کی صحبت کی کرامت اولیاء سازی پر حضرت والا کے یہ اشعار نہایت مفید اور لاجواب ہیں۔ جو قارئین کے استفادہ کے لیے پیش ہیں۔

اگر اللہ والوں سے نہیں دل کی دوا پاتا
بہت مشکل تھا اپنے نفسِ سرکش کو دبا پاتا

سکونِ دل اُترتا ہے فلک سے اہلِ تقویٰ پر
بدوں حکمِ خدا سائنس داں پھر کیسے پا جاتا

اگر پٹرول کے مانند ہوتا یہ سکونِ دل
زمیں میں کرکے بورنگ اس کو ہر کافر بھی پا جاتا

خدا کی سرکشی سے خودکشی ہے مال و دولت میں
کبھی اللہ والوں سے نہیں ایسا سُنا جاتا

بتوں کے عشق سے دُنیا میں ہر عاشق ہُوا پاگل
گناہوں سے سکون پاتا تو کیوں پاگل کہا جاتا

بچو گندے عمل سے امردوں سے دُور ہو جاؤ
اگر یہ فعل اچھا تھا خُدا پتھر نہ برساتا

نہیں ممکن تھا ان کی راہ میں میرا قدم رکھنا
اگر جذبِ کرم کی دل نہیں کوئی صدا پاتا

میں تھک جاتا ہوں اپنی داستانِ درد سے اخترؔ
مگر میں کیا کروں چُپ بھی نہیں مجھ سے رہا جاتا

اِس کے علاوہ حضرت والا نے اولیاء اللہ کو عطا فرمودہ صفت دل سازی اور ان کی صُحبت کے فوائد اور ان کے دردِ محبت کے استقلال اور ان کے نورِ نسبت کے قلوبِ طالبین میں اِنتقال وغیرہ کو عجیب غریب تماثیل سے اپنے مخصوص درد انگیز و دِل آویز اور وجد آفریں انداز میں بیان فرمایا۔ جس سے پتھر دِل پانی اور بے آب آنکھیں اشکبار اور نا آشنائے دردِ اللہ کی محبت میں بے قرار ہو جاتے ہیں۔ ؎

کیف میں اس نے ڈوب کر چھیڑی جو داستانِ عشق
قابو رہا نہ ضبط پر رونے لگا میں داد میں

اور حضرت والا کے یہ شعر حضرت والا کے مقام کے ترجمان ہیں ؎

۶

مزہ پاتے ہو کیوں اس کے بیاں میں
کوئی تو بات ہے دردِ نہاں میں

○

مرے احبابِ مجلس سے کوئی پوچھے مزہ اس کا
بشرحِ دردِ دل اختر کا محوِ گفتگو رہنا

○

آج مورخہ ۲۵ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۰ جولائی ۱۹۹۹ء بروز ہفتہ بوقت چار بجے شب یہ وعظ پایۂ تکمیل کو پہنچا اور ان شاء اللہ تعالیٰ ایک دو روز میں طباعت کے لیے دے دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ شرفِ قبول عطا فرمائے اور اُمتِ مسلمہ کے لئے مُفید اور قیامت تک صدقۂ جاریہ بنائیں۔ آمین۔

احقر سید عشرت جمیل میر عفا اللہ عنہ
یکے از خدام
عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم
خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشنِ اقبال بلاک (۲) کراچی

صحبتِ اہل اللہ اور جدید ٹیکنالوجی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوستی کی پیشکش

اس آیت کا عاشقانہ ترجمہ میں یہ کرتا ہوں کہ اے ایمان والو! میرے دوست بن جاؤ، میں تمہاری غلامی کے سر پر اپنی دوستی کا تاج رکھنا چاہتا ہوں اس لئے تقویٰ فرض کرتا ہوں اور ولی اللہ بننا، میرا دوست بننا یہ تمہارا اختیاری مضمون نہیں ہے، لازمی مضمون ہے۔ بتاؤ تقویٰ فرض کرنا کیا اللہ تعالیٰ کا کرم نہیں ہے اور تقویٰ ہی اللہ کی دوستی کی بنیاد ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

اِنْ اَوْلِیَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ

اللہ کے اولیاء صرف متقی بندے ہیں۔ پس تقویٰ لازم کر کے گویا اللہ تعالیٰ ہم سب کو غلامی کے دائرہ سے اٹھا کر اپنی دوستی کے دائرہ میں داخل کرنا چاہتے ہیں اور اپنی ولایت کا تاج ہمارے سر پر رکھنا چاہتے ہیں اسی لئے تقویٰ فرض کر کے گویا ہر مومن کو اپنا دوست بننا فرض کر دیا کیونکہ اللہ کی دوستی کا مادۂ ترکیبیہ یعنی (Material) صرف دو ہی جز سے بنتا ہے۔ ایک ایمان دوسرا تقویٰ جس کا ایک جز یعنی ایمان تو تمہارے

پاس موجود ہی ہے دوسرا جز تقویٰ اور حاصل کر لو تو ولی ہو جاؤ گے لیکن اس جز سے تم پیچھے ہٹتے ہو، بھاگتے ہو جبکہ تمہاری طبعی شرافت کا بھی تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو کیونکہ نافرمانی دوستی اور وفاداری کے خلاف ہے۔ مزید احسان اور کرم بالائے کرم فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی طرف اپنی دوستی کا ہاتھ بڑھایا، بندوں نے درخواست نہیں کی تھی کہ اے خدا ہم سب کو اپنا ولی بنا لے کیونکہ منی اور حیض کے ناپاک میٹریل (Material) سے پیدا ہو کر بندے اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ وہ اللہ کے دوست ہو جائیں مگر اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ ہماری مایوسیوں اور ناامیدیوں کے بادلوں سے اُمید کا چاند طلوع فرمایا اور یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ نازل فرما کر ہمیں اپنا دوست بنانے کی پیش کش فرما دی کہ جس چیز کو تم سوچ بھی نہیں سکتے تھے اس کی ہم پہل کرتے ہیں اور اتنے بڑے اور عظیم الشان مالک ہو کر ہم تمہیں اپنا دوست بنانا چاہتے ہیں۔ یہ پہل ہم نے کی ہے، تم نے یہ پہل نہیں کی کیونکہ تم پہلوان نہیں ہو، کمزور ہو، اپنی قوت ارادیہ کی شکست و ریخت سے تم ہمیشہ غمزدہ اور پریشان رہتے ہو، ارادے کرتے ہو لیکن شیطان اور نفس کے غلبہ سے وہ پھر ٹوٹ جاتے ہیں تو ایسے کمزور و ضعیف بندے اللہ کا ولی بننے کا تصور کیسے کر سکتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی دوستی اور محبوبیت کا ایک اور راستہ

لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا پیارا راستہ بتا دیا کہ ہم تمہارے اس ضعف اور کمزوری کے باوجود تمہیں اپنا دوست بناتے ہیں تاکہ تمہارے ارادے توبہ کے ٹوٹنے نہ پائیں اور اگر ٹوٹ جائیں اور ہماری

دوستی میں تم کمزور پڑ جاؤ تو پھر توبہ کرلو، پھر اشکبار ہو جاؤ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ ہم توبہ کرنے والوں کا اپنے دائرۂ محبوبیت سے خروج نہیں ہونے دیتے اور توبہ کی برکت سے صاحبِ خطا صاحبِ عطا ہو جاتا ہے اور صاحبِ ذنب 'لا ذنب' ہو جاتا ہے۔

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ

توبہ کی برکت سے بندہ ایسا ہو جاتا ہے گویا اس سے گناہ ہوا ہی نہیں اور وہ اللہ کا پیارا اور محبوب ہو جاتا ہے۔ دنیا کے لوگ معافی دیتے ہیں مگر کہتے ہیں کہ بھئی معاف کر دیا لیکن سامنے مت آیا کرو، تم کو دیکھ کر تمہاری اذیتیں یاد آ جاتی ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے کسی گناہگار سے نہیں فرمایا کہ میرے سامنے مت آیا کرو، تمہارے نماز پڑھنے سے اور میرے سامنے تمہارے اشکبار ہونے سے اور آہ و فغاں کرنے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے، تمہاری سابقہ کا فرانہ اور فاسقانہ حرکتوں اور بدمعاشیوں سے مجھے اذیت ہوتی ہے بلکہ فرمایا کہ تم اگر توبہ کرو تو ہم تم کو صرف معاف ہی نہیں کریں گے بلکہ اپنا پیارا بنا لیں گے۔ اَلتَّائِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ توبہ کرنے والا اللہ کا پیارا بن جاتا ہے۔

اس لیے توبہ کرنے کے بعد کسی کو حقیر سمجھنا حرام ہے اور حقیر سمجھنے والا سخت مجرم ہے، اندیشہ ہے کہ اس پر قیامت کے دن مقدمہ چل جائے کہ جن لوگوں نے توبہ کر لی تھی اور ہم نے ان کو اپنا پیارا بنا لیا تھا پھر تم ہمارے پیاروں پر تبصرے کرتے تھے۔ تو یاد رکھو کہ اگر کسی شخص کا گناہ نظر بھی آ جائے تو سوچو کہ ممکن ہے اس نے توبہ کر لی ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کا پیارا بن گیا ہو اور اللہ کے پیاروں پر تبصرہ و تنقید کرنا خطرناک ہے۔ میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک صاحب سے فرمایا،

جوایک ولی اللہ کی غیبت کرتا ہے تمہیں کہ اللہ والوں کی شان میں بے ادبی وگستاخی اور غیبت مت کرو، خاتمہ خراب ہوجائے گا۔ اہل اللہ کی غیبت اور ان کی شان میں بدکلامی سے سوءِ خاتمہ کا اندیشہ ہے لہٰذا زبان کو خاموش رکھو۔ بالفرض اگر ان سے کوئی خطا بھی ہوگئی تو وہ ولی اللہ ہیں، نبی نہیں ہیں کیونکہ صرف نبی معصوم ہوتا ہے، ولی سے خطا ہوسکتی ہے لیکن جب توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے تو سوچو اس نے توبہ کر لی ہوگی اور اس کی توبہ اس مقام کی ہوسکتی ہے کہ جہاں تک ہماری عبادات بھی نہیں پہنچ سکتیں۔

ایک قاضی شہر کی حکایت

حضرت سعدی شیرازی نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک قاضی شہر نے گناہِ کبیرہ کیا اور بادشاہ کو اس کی سی آئی ڈی نے اطلاع دی کہ آج اس قاضی نے شراب بھی پی ہے اور ایک معشوق کے ساتھ گناہ کیا ہے۔ بادشاہ نے فوراً لشکر اور فوج کے ساتھ اس کے یہاں چھاپہ مارا۔ قاضی اس وقت سو رہا تھا۔ بادشاہ نے اس کے ایک لات ماری اور کہا اُٹھ نالائق یہ بوتل شراب کی بتاتی ہے کہ تُو نے آج نالائقی کی ہے اور یہ معشوق یہاں کیوں بیٹھا ہے؟ تب قاضی نے کہا کہ حضور آج سُورج نکلا ہے کہ نہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ سُورج تو نکل آیا۔ کہا کہ کدھر سے نکلا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ مشرق کی طرف سے۔ کہا کہ جب تک سُورج مشرق سے نکلے گا توبہ قبول ہو گی لہٰذا اے بادشاہ سلامت میں آپ کی گواہی میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی اس خطا کو نہیں کروں گا۔ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بادشاہ نے کہا کہ میں تم کو سزا دوں گا، تم کو کسی اونچے مکان پر کھڑا کر کے دھکا دلواؤں گا تمہاری

ہڈی پسلی ٹوٹ جائے گی تاکہ تمام شہر والوں کو سبق حاصل ہو۔ اس مجرم نے کہا کہ آج ہی کی رات میں یہی گناہ بہت سے لوگوں نے کیا ہوگا۔ اگر آپ ان کو گرادیں تو مجھے سبق مل جائے گا۔ مجھے گرا کر آپ دوسروں کو جو سبق دے رہے ہیں اس کے بجائے دوسروں کو گرا کر مجھ کو سبق دے دیجئے۔ بادشاہ خندید و معاف کرد بادشاہ ہنس پڑا اور معاف کر دیا۔ خیر یہ تو ایک مزاحیہ واقعہ حضرت سعدی شیرازی نے لکھ دیا۔ اس کا مقصد کوئی شرعی حکم بتانا نہیں ہے کہ بادشاہ کو معاف کرنے کا حق تھا یا نہیں۔

توفیقِ توبہ اللہ کے پیار کی دلیل ہے

اللہ تعالیٰ کا دروازۂ توبہ کھلا ہوا ہے لہٰذا کسی کو حقیر مت سمجھو۔

بعض لوگ ندامت اور توبہ کی راہ سے اس مقام پر پہنچے ہیں کہ بڑے بڑے مقدس وہاں نہیں پہنچ سکے اس لئے توبہ کی نعمت کی قدر کرلو، توبہ میں دیر نہ کرو۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

مرکبِ توبہ عجائب مرکب است
تا فلک تازد بیک لحظہ زپست

ارے توبہ کی سواری عجیب غریب سواری ہے جو تمہیں ایک سیکنڈ میں اللہ تک پہنچادے گی اور دیر بھی نہیں لگے گی۔

کاگا سے ہنس کیو اور کرت نہ لاگی بار

اللہ کوا سے ہنس کرتا ہے اور اس میں دیر بھی نہیں لگتی۔ اللہ تعالیٰ توفیقِ توبہ نصیب کرتا ہے اور اپنا پیارا بنالیتا ہے۔ جب ماں اپنے بچے کے پیشاب پاخانہ سے آلودہ کپڑوں کو اتار کر نہلاتے دھلاتے اور نجاست سے پاک کرے تو یہ دلیل ہے کہ

اس بچہ کو اب نیا لباس عطا کیا جائے گا۔ اور اس پر عطر لگایا جائے گا اور اس کو اب ماں کا پیار نصیب ہوگا تو اللہ تعالیٰ بھی جس بندہ کو گناہ سے توبہ کی اور معافی مانگنے کی توفیق دیتا ہے تو گویا اس کا لباسِ معصیت اب اُتارا جارہا ہے اور لباسِ توبہ پہنایا جارہا ہے اور یہ دلیل ہے کہ اب اللہ تعالیٰ کا اس کو پیار نصیب ہوگا۔ لہٰذا یاد رکھو کہ گناہوں سے توبہ کی توفیق دلیل ہے کہ اب اس کو معصیت کی نجاست سے پاک کیا جارہا ہے اور تقویٰ کا نورانی لباس عطا ہو رہا ہے اور اس کی غلامی کے سر پر اب اللہ تعالیٰ تاجِ ولایت رکھیں گے اور توبہ کی برکت سے یہ ولی اللہ ہوجائے گا اور اب اس کو اللہ تعالیٰ کا پیار نصیب ہوگا۔

اللہ کے پیار کی بے مثل لذت اور اس کی مثال

مگر اللہ کا پیار دِل محسوس کرتا ہے، جسم پر اللہ کے پیار کا اثر نظر نہیں آتا اگر جسم پر پیار نظر آجائے تو دُنیا میں کوئی کافر نہ رہے اور عالمِ غیب، عالمِ غیب نہ رہے، اور پرچہ آؤٹ ہوجائے اور دُنیاوی حکومت پرچہ آؤٹ ہونے کے بعد دوبارہ امتحان لیتی ہے اور پہلے پرچہ کو منسوخ یعنی کینسل (cancel) کردیتی ہے لیکن دُنیاوی حکومت تو کمزور پڑجاتی ہے اور اس کے خاص معتمد بک جاتے ہیں اور پیسے لے کر پرچہ آؤٹ کردیتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی حکومت کسی کی محتاج نہیں، ملائکہ اور فرشتے سرِمُو ان کے حکم سے انحراف نہیں کرسکتے۔ یَفۡعَلُوۡنَ مَا یُؤۡمَرُوۡنَ۔ جو کچھ ان کو حکم دیا گیا ہے وہی کرتے ہیں لہٰذا عالمِ غیب کے پرچوں کو کوئی آؤٹ نہیں کرسکتا۔

فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّاۤ اُخۡفِیَ لَهُمۡ مِّنۡ قُرَّةِ اَعۡیُنٍ

جب ہم اپنے اولیاء کا پیار لیتے ہیں تو ہم اپنا پیار ان کے دلوں کو بہت چھپا کر دیتے ہیں کہ کسی نفس کو پتہ نہیں چلتا جو آنکھوں کی ٹھنڈک ان کو عطا ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ ایک ولی کے پیار کی لذت کو دوسرا ولی بھی نہیں جانتا۔ اپنے پیاروں کو اپنے پیاروں کی نظر سے بھی چھپا کر وہ دل میں پیار لیتا ہے۔ جس کو ہر ولی سمجھتا ہے، ہر مستغفر سمجھتا ہے اور ہر تائب سمجھتا ہے۔ اس آیت کے لطیفۂ خاص کے مفہوم کی مثال میرے رب نے مجھے عجیب غریب عطا فرمائی اور یہ تفسیر نہیں ہے لطائف قرآن سے ہے کہ جب ماں اپنے بچہ کو دودھ پلاتی ہے تو دودھ کی شیشی میں کپڑا لپیٹ دیتی ہے اور اگر کئی بچے ہیں تو ہر ایک کی شیشی پر الگ الگ کپڑا لپیٹ دیتی ہے تاکہ کہیں میرے ہی بچوں کی نظر میرے بچوں کو نہ لگ جائے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے پیار اور قرب کی لذت اپنے اولیاء کو اپنے اولیاء سے چھپا کر دیتا ہے اور ماں اپنے بچوں کو جو دودھ دیتی ہے اس کی تو ایک ہی لذت ہوتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو الگ الگ لذت قرب دیتے ہیں کہ ایک ولی کو دوسرے ولی کی لذت کیف کا تفصیلی علم نہیں ہوتا، اجمالی طور پر تو علم ہو سکتا ہے مگر اللہ کی دوستی اور قرب اور پیار کے تفصیلی مزے کو دوسرا ولی بھی نہیں جانتا، ہر ایک ولی کو ایک منفرد مزہ، ایک بے مثل لذت حاصل ہوتی ہے۔

وصول الی اللہ کی شرط

جیسا کہ میں نے ابتداء میں عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دوست بنانے کا جو حکم دیا ہے اس کو اختیاری نہیں رکھا بلکہ فرض کر دیا تاکہ تم خالی میرے مومن غلام ہی نہ رہو، مومن دوست بن جاؤ، تمہاری غلامی کے سر پر ہم تاج ولایت رکھنا چاہتے ہیں مگر بغیر

اپنے کو پاک کیے ہوئے تم اللہ پاک کو نہیں پاؤ گے۔ اللہ پاک ہے، ناپاک کو نہیں ملتا۔ جس کا تزکیہ ہوگیا اسی دن وہ ولی اللہ اور صاحب نسبت ہوگیا۔ تزکیہ اور نسبت مع اللہ میں ایک ذرہ کا فرق نہیں۔ اسی کو مولانا رومی فرماتے ہیں ؂

چوں شدی زیبا بداں زیبا رسی

جب تم بدنظری، عشق مجازی، حسن پرستی، تکبر، غصہ، حسد، کینہ وغیرہ تمام باہی اور جاہی رذائل سے پاک ہوکر زیبا ہو جاؤ گے تو وہ حقیقی زیبا یعنی اللہ تعالیٰ تمہارا پیار کرے گا کیونکہ زیبا کسی نازیبا کو پیار نہیں کرتا، زیبا زیبا ہی کو پیار کرتا ہے جس دن مزکّٰی ہوگئے تمہارے اخلاق رذیلہ اخلاق حمیدہ سے بدل گئے اس دن نسبت عطا ہو جائے گی۔ پس گناہ سے اپنی روح اور قلب کو پاک کرلو تو اللہ پاک اپنی تجلیاتِ خاصہ سے تمہارے دل میں آجائے گا۔

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
ہم جان گئے بس تری پہچان یہی ہے

قلب کی طہارت اور قالب کی حفاظت

اب سوال یہ ہے کہ گناہ تو قالب یعنی جسم سے ہوتے ہیں پھر قلب کی طہارت کیوں مانگی جا رہی ہے تو جواب یہ ہے کہ پہلے دل ناپاک ہوتا ہے، پہلے دل میں گناہوں کے ناپاک ارادے پیدا ہوتے ہیں اور دل گناہوں کی اسکیم بناتا ہے لیکن چونکہ دل خود گناہ نہیں کرسکتا۔ اس لیے جسم سے کام لیتا ہے، بادشاہ رعایا سے کام لیتا ہے۔ پس قلب کی طہارت قالب کی طہارت کی ضمانت ہے۔ اس لیے قلب کی طہارت پہلے مانگی جاتی ہے کیونکہ جب دل

پاک رہے گا تو جسم سے ناپاک عمل ہو ہی نہیں۔ پہلے دِل ناپاک ہوتا ہے پھر جسم گناہ کرتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اختر کو یہ دُعا نصیب فرمائی کہ اے خدا! قلب کو طہارت نصیب فرما اور قالب کو حفاظت نصیب فرما۔ قالب کے معنی ہیں جسم اور قلب کے معنی ہیں دل۔ قلب میں حروف کم ہیں اور قالب میں ایک الف زیادہ ہوگیا اور عربی بلاغت کا قاعدہ ہے۔ اِنَّ كَثْرَةَ الْمَبَانِيْ تَدُلُّ عَلٰى كَثْرَةِ الْمَعَانِيْ. یعنی جب حروف بڑھ جائیں گے تو معانی بھی بڑھ جائیں گے۔ لہٰذا قلب میں ایک الف بڑھ گیا اور قالب بن گیا تو معانی بھی بڑھ گئے۔ قلب ایک عضو کا نام ہے اور قالب مجموعۂ اعضاء کا نام ہے۔ آنکھ کان ناک ہاتھ پاؤں وغیرہ تمام اعضاء قالب میں شامل ہیں۔ لیکن قلب اگرچہ ایک ہے مگر اتنا اہم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ.

جب دل صحیح ہوتا ہے تو پورا جسم صحیح ہوتا ہے اور اس سے نیک اعمال صادر ہوتے ہیں اور جب دل خراب ہوتا ہے پورا جسم خراب ہوجاتا ہے اور اس سے گناہ صادر ہونے لگتے ہیں لہٰذا اگر قلب کو پاکی نصیب ہو اور قالب کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت نصیب ہو تو کام بن گیا اور ہم تقویٰ پا جائیں گے مگر قلب کی حفاظت صرف دُعا سے نصیب نہیں ہوگی جیسے اولاد صرف دُعا سے نہیں ملتی پہلے نکاح کرنا پڑے گا اور اس کے لیے روٹی کپڑا مکان حاصل کرنے کے لیے کمائی کرنی پڑے گی۔ اگر کوئی نوجوان کسی سے کہے کہ میں آپ کی لڑکی کے عشق میں رات بھر روتا ہوں اور

تارے گنتا ہوں لیکن میں اس کا مہر اور روٹی کپڑا مکان دینے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔ آپ میری بے قراری، آہ وزاری، اشک باری وجاں نثاری کے بدلہ میں اپنی لڑکی مجھ سے بیاہ دیجئے اور میری آہ وفغاں کو اور میرے آنسوؤں کو آپ مہر میں تسلیم کر لیجئے تو بتاؤ ہے کوئی باپ جو اپنی بیٹی اس کو دے دے گا۔ وہ کہے گا کہ میری بیٹی کیا تیری بے قراری کو کھائے گی؟ یا تیرے آنسوؤں کو پیئے گی؟ یا تیری آہ وفغاں کا کپڑا بنائے گی؟ اور تیری آہ وزاری کے فلیٹ میں رہے گی؟ روٹی کپڑا مکان پیش کرو ابھی نکاح کئے دیتا ہوں۔ اسی طرح قلب کی طہارت اور قالب کی حفاظت صرف دعا سے نہیں ملتی، اس کے لئے تدبیر اور کوشش بھی ضروری ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ہمیں قلب کی طہارت اور قالب کی حفاظت کے لئے جہاں تقویٰ کا یعنی اپنی دوستی کا حکم دیا وہیں اس کا راستہ بھی بتا دیا اور یہ کمال رحمت ہے کہ حکم دے کر اس پر عمل کا طریقہ بھی بتا دیا تاکہ آسانی سے تم اس حکم کے نتیجہ کو پالو اور متقی یعنی میرے دوست ہو جاؤ اور اس میں یہ راز بھی پوشیدہ ہے کہ تم لوگ تقویٰ اختیار نہیں کر سکتے جب تک میرے بتائے ہوئے راستے پر عمل نہیں کرو گے کیونکہ تمہارے پاس جو نفس امارہ ہے اس کو اولیاء اللہ کا نفس بنانے کے لئے ایک ٹیکنالوجی (Technology) اختیار کرنا پڑے گی۔

چودہ ۱۴ سو برس قدیم آسمانی ٹیکنالوجی

اب اختر کی زبان سے سائنس سنو۔ لوگ کہتے ہیں کہ مولوی لوگ سائنس نہیں جانتے، ابھی بتاؤں گا کہ مولوی جو سائنس جانتا ہے اس کی خبر سائنس دانوں کو بھی نہیں ہے۔ دیسی آم کو لنگڑا آم بنانے کے لئے پیوند کاری سائنس نے اب ایجاد کی

ہے لیکن ہمارے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں چودہ سو برس پہلے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کی ٹیکنالوجی نازل کی کہ اگر تم اپنے دیسی دل کی اللہ والوں کے دِل سے پیوندکاری کرو، اپنے دیسی دِل کو اللہ والوں کے دِل سے باندھ لو تو تمہارا دیسی دِل اللہ والا ہو جائے گا، تمہارا نفسِ امارہ اولیاء اللہ کا نفسِ مطمئنہ ہو جائے گا، بس شرط یہ ہے کہ دیسی اور غافل دل کو کسی اللہ والے صاحبِ نسبت دِل سے ملا دو۔

قریب جلتے ہوئے دِل کے اپنا دِل کر دے
یہ آگ لگتی نہیں ہے لگائی جاتی ہے

اور کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کی ٹیکنالوجی حیوانات و نباتات کی ٹیکنالوجی نہیں ہے اشرف المخلوقات کی ٹیکنالوجی ہے۔ ان سائنس دانوں کی ٹیکنالوجی تو دیسی آم کو لنگڑا آم بناتی ہے، نباتِ ادنیٰ کو نباتِ اعلیٰ بناتی ہے۔ لیکن چودہ سو برس پہلے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کی جو ٹیکنالوجی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی یہ انسان ادنیٰ کو انسان اعلیٰ بناتی ہے، یہ غافل اور نافرمان انسانوں کو اللہ والا بنا کر صحیح معنوں میں اشرف المخلوقات بناتی ہے۔ ان سائنس دانوں کی ٹیکنالوجی حیوانات اور نباتات کے لیے ہے لیکن انبیاء کیونکہ اشرف الناس ہیں ان کی ٹیکنالوجی اشرف المخلوقات کے لئے ہے۔

کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کی پیوندکاری کا طریقہ

لیکن اِس کا کیا طریقہ ہے؟

اگر کوئی شخص خالی دُعا کرتا ہے کہ یا اللہ! مجھے متقی بنا دے اور متقی بننے کی تدبیر نہ اختیار

کرے تو خالی دعاؤں سے متقی نہیں بنوگے۔ اگر دیسی آم دس ہزار سال تک دُعا کرتا ہے کہ اے خدا! مجھے لنگڑا آم بنا دے لیکن جب تک لنگڑے آم کے ساتھ پیوندکاری کی نیکناوجی اس کو نہیں ملے گی دیسی ہی رہے گا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے چودہ سو برس پہلے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کی یہ سائنس اور نیکناوجی اپنے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعہ اُمت کو عطا فرمائی کہ تمہارا گناہ گار قالب اور گناہوں کا خوگر قلب کیسے متقی بنے گا؟ کسی متقی سے متصل ہوجاؤ اور اس کے ساتھ رہ پڑو اور کتنا رہو؟ تفسیر روح المعانی میں اس کی تفسیر ہے۔ خَالِطُوْھُمْ لِتَکُوْنُوْا مِثْلَھُمْ۔ اتنا رہو کہ تم بھی اس اللہ والے جیسے بن جاؤ، یعنی جیسا وہ اللہ والا ہے تم بھی ویسے ہی بن جاؤ۔ اس کا تقویٰ، اس کی خشیت، اس کی محبت تمہارے اندر منتقل ہوجائے۔ اگر تم ویسے نہیں بن پارہے ہو تو پھر کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کی نیکناوجی پر تمہارا عمل کمزور ہے، تمہاری پیوندکاری صحیح نہیں اور تمہاری خیانت اس میں پوشیدہ ہے، تم نے اچھے دل سے صاف دل سے اور پکے ارادے اور اخلاص کے ساتھ اللہ کو اپنا مراد نہیں بنایا اور اس اللہ والے سے تمہارا تعلق ڈھیلا ڈھالا ہے کہ اپنی رائے کو تم نے فنا نہیں کیا، اس کی تجویزات اور مشوروں کی اتباع کامل نہیں کی، یہی دلیل ہے کہ اللہ والوں کے ساتھ تمہاری پیوندکاری صحیح نہیں ہے۔ ہمیں اللہ والوں کے ساتھ اس ارادے سے رہنا ہے کہ اللہ ہماری مُراد ہوجائے اور وہ مُراد مل بھی جائے۔ ایک ہے مُراد ہونا، دل میں ارادہ ہونا کہ میری یہ مُراد ہے اور ایک مُراد مل جانا ہے، مُراد کا پاجانا ہے دونوں میں فرق ہے۔ اللہ تو ہر مومن کا مُراد ہے مگر دل میں مراد پاجاؤ، اللہ تعالیٰ مل جائے، مولیٰ کا قرب خاص دل محسوس

کرنے لگے یہ بغیر اس ٹیکنالوجی کے اور اس پیوند کاری کے یعنی صاف قلب سے اِخلاص کے ساتھ کسی اللہ والے کے ساتھ رہے بغیر ممکن نہیں۔ اگر اللہ والے سے صحیح تعلق نصیب ہو جائے تو ایک دِن ضرور بالضرور اللہ والے بن جاؤ گے۔ یہ قرآن پاک کا اعلان ہے، یہ تصوف بلا دلیل نہیں ہے۔ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اگر تقویٰ حاصل کرنا چاہتے ہو تو صادقین کے ساتھ، ہمارے سچے بندوں کے ساتھ رہو اور صادقین سے مُراد متقین ہیں اور متقین سے مراد اللہ کے اولیاء اور پیارے ہیں۔

اِنْ اَوْلِيَآءُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ۔

لہٰذا پیاروں کے ساتھ رہو گے تو پیارے بن جاؤ گے اور صادقین سے مُراد متقین ہیں۔ اس کی دلیل ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔

معلوم ہوا کہ جو صادق ہے وہ متقی ہے اور جو متقی ہے وہ صادق ہے اور جو متقی ہے وہ اللہ کا دوست ہے لہٰذا اللہ کے دوستوں کے ساتھ پیوند کاری کی ٹیکنالوجی حاصل کرو۔ دیسی آم کے لنگڑا آم بننے کی بھی ایک حد اور (Limit) ہوتی ہے کہ اتنے دِن تک لنگڑے آم کے ساتھ رہے کہ دیسی آم کی بو اور خاصیت ختم ہو جائے اور لنگڑے آم کی خوشبو، لذت اور خاصیت آجائے اسی طرح متقین صادقین یعنی اللہ کے دوستوں کے ساتھ نہایت قوی تعلق سے اخلاصِ نیت سے اور اللہ کو دل میں مراد بنا کر اتنے زمانے تک رہو کہ ان اللہ والوں کی عادت، خصلت، ان کا تقویٰ، ان کی خشیت، ان کی محبت اور ان کی وفاداری، ان کی آہ و زاری، ان کی اشکباری اور

ان کی یاری تمہارے قلب میں منتقل ہو جائے پھر تم اللہ کے ساتھ بے وفا نہ رہو گے کہ کھاؤ اللہ کی اور گاؤ شیطان و نفس کی، اللہ کی نہ مانو اور مانو معاشرے کی، بتاؤ رزق کون دیتا ہے؟ اللہ! جس کا رزق کھا کر طاقت پیدا ہو۔ اس طاقت کو اس رزاق کی نافرمانی میں استعمال کرنا بتاؤ یہ شریفانہ حرکت ہے یا کمینہ پن ہے؟ آپ خود فتویٰ دے دیں، خود فیصلہ کر لیں۔ اب اگر کوئی کہے کہ روٹی تو ہم نے اپنے دفتر کی تنخواہ سے اور اپنی بزنس (Business) سے حاصل کی ہے تو وہ غلط کہتا ہے۔ آپ نے دفتر سے یا بزنس سے نوٹ کمائے ہیں تو کیا آپ نوٹ کی گڈیاں کھاتے ہیں؟ یا بازار سے غلہ خرید کر لاتے ہیں اور یہ غلہ کون پیدا کرتا ہے؟ سورج کس نے پیدا کیا ہے اگر سورج نہ ہوتا تو غلہ پیدا ہوتا؟ پھر پتہ چلتا کہ آپ کو نوٹ رزق دیتے ہیں یا اللہ؟ اور سورج نے گرمی کہاں سے پائی۔

اولیاء اللہ کی صفت ولی سازی

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جس طرح سورج میں گرمی اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے اور چاند کو ٹھنڈک اللہ نے بخشی ہے اسی طرح اللہ والوں کے اندر اللہ نے ولی سازی کی خاصیت عطا فرمائی ہے یعنی ان کی برکت سے دوسرے لوگ بھی اللہ کے ولی بنتے ہیں۔ یہ خاصیت ان کو اللہ تعالیٰ نے دی ہے، یہ ان کی ذاتی صفت نہیں ہے، جب خود ان کا ولی بننا اللہ کی عطاء ہے تو ولی سازی کیسے ان کی ذاتی خاصیت ہو سکتی ہے۔ جس طرح مشہور ہے کہ ؎

آہن کہ بہ پارس آشنا شد
فی الفور بصورت طلاء شد

جو لوہا پارس پتھر کے ساتھ مل جائے' متصل ہو جائے' Touch ہو جائے' چھو جائے تو وہ لوہا فوراً سونا بن جاتا ہے تو پارس پتھر میں لوہے کو سونا بنانے کی جو خاصیت ہے وہ پارس پتھر کی ذاتی نہیں ہے اس کو دی گئی ہے اسی طرح اللہ والوں کے اندر ولی سازی یعنی ولی اللہ بنانے کی خاصیت اُن کی ذاتی نہیں ہے' اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی ہے۔

حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ میں تمہارے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب کی ایک بات سناتا ہوں جو حضرت نے مجھ سے جون پور میں فرمائی تھی اور اب میں کراچی میں تمہیں پیش کر رہا ہوں کہ ایک لوہے نے پارس پتھر سے پوچھا کہ اگر میں تم سے چھو جاؤں' ٹچ (Touch) ہو جاؤں تعلقات کروں تو کیا میں سونا بن جاؤں گا؟ تو پارس نے کہا بے شک لَا شَكَّ فِيهِ۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ لوہے نے کہا کہ اس کی کیا دلیل ہے' بلا دلیل ہم نہیں مانیں گے تو پارس پتھر نے کہا کہ دلیل کیا مانگتا ہے بس میرے ساتھ مل جا۔ مجھ سے ٹچ (Touch) ہو جا پھر دیکھ کر تو سونا بنا یا نہیں۔ پس اللہ والوں کے پاس جانے کی' ان کی صحبت میں رہنے کی دلیل مت مانگو بلکہ ان کے پاس رہ کر دیکھو تو پتہ چل جائے گا کہ ولی اللہ ہے یا نہیں یا جو ان کے پاس لگتے ہوتے ہیں اور ان سے ملے ہوتے ہیں ان کو دیکھو' ان کے چہروں کو دیکھو' ان کے اعمال کو دیکھو تو آپ کو معلوم ہو گا کہ وہ کتنے بڑے ولی اللہ ہو چکے ہیں۔ اور جو لوگ اللہ والوں سے جڑے ہوئے نہیں ہیں ان کے اعمال و اخلاق میں آپ کو بہت فرق محسوس ہو گا۔ حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے

یں کہ دو عالم میرے پاس لاؤ، ایک عالم اللہ والوں کا صحبت یافتہ ہو اور دوسرا عالم اللہ والوں کی صحبت میں نہ جاتا ہو اور مجھے مت بتاؤ کہ کون صحبت یافتہ ہے اور کون نہیں، میں دونوں سے گفتگو کر کے پانچ منٹ میں بتا دوں گا کہ یہ مولوی اللہ والوں کا صحبت یافتہ ہے اور یہ صحبت یافتہ نہیں ہے۔ صحبت یافتہ کی گفتگو سے پتہ چل جائے گا کہ یہ با ادب ہے اور غیر صحبت یافتہ کا اندازِ گفتگو اور اس کے کندھوں کے نشیب فراز بتا دیں گے کہ یہ مولوی بے ادب ہے اور اس نے کسی اللہ والے کی صحبت نہیں اٹھائی۔ لیکن یہ کتنی بڑی بات ہے کہ پانچ منٹ کا موقع مانگا ہے حکیم الامت نے کہ مجھے صرف پانچ منٹ دے دو میں بتا دوں گا کہ دونوں میں کون عالم مربّہ ہے اور کون مربّہ نہیں ہے۔

تزکیہ بغیر مزکّی کے ناممکن ہے

دنیا میں کوئی مربّہ بغیر مربّی کے نہیں بنا۔ اگر آپ کسی مربّہ کی دکان پر جائیں اور دوکاندار سے کہیں کہ آملہ کا یا سیب کا یا گاجر یا ادرک کا وہ مربّہ دو جس کا کوئی مربّی نہ ہو تو دوکاندار کیا کہے گا؟ کہ آپ ڈاکٹر مجمعہ کو دکھایئے، دماغ کے اسپیشلسٹ کو۔ پس جو بے وقوف اور نادان سمجھتے ہیں کہ ہم بغیر مربّی کے مربّہ بن جائیں گے، بغیر مزکّی کے مزکّی بن جائیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تزکیہ کی نسبت نہ کرتا، قرآن پاک کی طرف نسبت کر دیتا کہ قرآن تزکیہ کے لئے کافی ہے، کعبہ تزکیہ کے لئے کافی ہے۔ اگر کعبہ تزکیہ کے لئے کافی تھا تو اپنا تزکیہ کیوں نہیں کیا، خود اپنے بت کیوں نہیں نکالے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ سے بت نکالے۔ اسی طرح اولیاء اللہ بحیثیت نائب رسول اب دلوں کے بت نکالتے ہیں۔ کوئی شخص

خود اپنے دل سے غیر اللہ کے بُت نہیں نکال سکتا۔ اس کے لئے اہل اللہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا نفلی حج سے زیادہ ضروری ہے کہ کسی اللہ والے سے دل کے بُت نکلوالو تاکہ دل پاک ہوجائے اور اللہ تعالیٰ کی تجلیات خاصہ سے متجلی ہوجائے۔ اس لئے کعبہ میں نفلی حج کرنے والوں سے ایک اللہ والا اعلان کرتا ہے ؎

اے قوم بہ حج رفتہ کجائید کجائید
معشوق ہمیں جاست بیائید بیائید

اے نفلی حج کرنے والو! تم کہاں جا رہے ہو۔ تمہارا اللہ، تمہارا مولیٰ تو ہمارے دل میں ہے ادھر آؤ، ادھر آؤ پہلے کسی اللہ والے سے یا اللہ والے کے غلام سے اللہ کو حاصل کرو۔ جب مولیٰ مل جائے گا پھر جاؤ حج کرنے تو کچھ اور مزہ پاؤ گے کہ دل میں کعبہ والا اور آنکھوں کے سامنے کعبہ، دل میں کعبہ کا مولیٰ اور مولیٰ کا گھر آنکھوں کے سامنے۔ لیکن یہ بات یاد رکھو کہ جس پر حج فرض ہے وہ فوراً حج کرنے جائے لیکن نفلی حج اور عمرہ سے بہتر ہے کہ پہلے کسی اللہ والے کی صحبت میں رہ کر اللہ کی محبت حاصل کرے پھر نفلی حج یا عمرہ کرے۔ پس جس کی قسمت اچھی ہوتی ہے اس کو کوئی اللہ والا مل جاتا ہے، اللہ جس کو ہدایت دینا چاہتا ہے تو وہ کسی ولی اللہ کے پاس پہنچ جاتا ہے بلکہ اس کو پہنچا دیا جاتا ہے۔ غیب سے انتظام ہوتا ہے۔ ہمارے ایک دوست نے کیا خوب کہا ہے ؎

میخانے میں میکش آتے نہیں میخانے میں لائے جاتے ہیں
از خود نہیں بنتے دیوانے دیوانے بنائے جاتے ہیں

سارے عالم کے عاشقانِ خدا ایک قوم ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ ۔ اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کی ایک قوم پیدا کرے گا۔ اتی یاتی کے ساتھ اللہ نے ب لگا دیا تاکہ آتیان معنی میں متعدی ہو جائے، لانے کے معنی میں ہو جائے کہ یہ قوم خود سے نہیں بنتی، بنائی جاتی ہے، اولیاء اللہ بنائے جاتے ہیں، خود سے نہیں بن سکتے اور اس قوم کی کیا شان ہے؟ یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ کہ اللہ اس قوم کے افراد سے محبت کرے گا اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے اور یہی دلیلِ عشق ہے کہ وہ قوم اللہ تعالیٰ کی عاشق ہوگی اور قوم نازل فرمایا اقوام نہیں نازل فرمایا۔ لہٰذا پنجاب کا ولی اللہ، سندھ کا ولی اللہ، بلوچستان کا ولی اللہ، سرحد کا ولی اللہ، افغانستان کا ولی اللہ اور سارے عالم کے ولی اللہ سب ایک قوم ہیں، سب اپنے بھائی ہیں، سب ہماری برادری ہیں، اللہ کے عاشقوں کی ایک ہی برادری ہے۔ اقوام نازل نہ فرمانا دلیل ہے کہ اللہ کے عاشقین بہت سی قومیں نہیں ہیں، ایک ہی قوم ہیں لہٰذا ان کو اپنی برادری سمجھو۔ یہ مت دیکھو کہ وہ کون سی زبان بولتے ہیں اور ان کا رنگ اور کلر Colour کیا ہے؟ مسلمان حبشی کا کلر مت پوچھو، انگریز مسلمان کا کلر مت پوچھو۔ کوئی رنگ ہو، کوئی کلر ہو، کوئی نسل ہو، کوئی زبان ہو، اللہ تعالیٰ کے عاشقین سب ایک قوم ہے۔ اللہ کے عاشقوں کی قوم رنگ اور نسل اور زبان اور علاقوں سے نہیں بنتی۔ یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ سے بنتی ہے لہٰذا جو بھی اللہ کا عاشق ہے، خواہ وہ کسی ملک اور کسی قوم کا ہو کسی زبان اور کسی علاقہ کا ہو یہ سب ایک ہی قوم اور ایک برادری ہیں۔

کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کی ٹیکنالوجی کا طریقِ حصول

تو میں عرض کر رہا تھا کہ نباتاتِ ادنیٰ کو نباتاتِ اعلیٰ بنانے کی ٹیکنالوجی یعنی دیسی آم کو لنگڑا آم بنانے کی سائنس دانوں کی ایجاد تو اس صدی کی ہے لیکن انسان ادنیٰ کو انسان اعلیٰ، فاسق اور فاجر کو ولی اللہ اور غافل اور نافرمان کو حقیقی معنوں میں اشرف المخلوقات بنانے کی ٹیکنالوجی کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔ چودہ سو برس پہلے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک پر نازل ہوئی اور یہ سائنس داں چونکہ زمینی ہیں اس لئے ان کی ٹیکنالوجی حیوانات و نباتات تک محدود ہے اور انبیاء علیہم السلام اشرف الناس ہوتے ہیں اس لئے ان کی ٹیکنالوجی اشرف المخلوقات یعنی انسانوں کے لئے ہے۔ لہٰذا کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کی ٹیکنالوجی کا فیض کس طرح منتقل ہوتا ہے؟ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کا فیض طالبین اور مریدین میں، ان کے ہمنشینوں اور ساتھ رہنے والوں میں چار طریقہ سے منتقل ہوتا ہے۔ یعنی اللہ والوں کے اندر ولایت سازی کی جو خاصیت ہے، ان کو جو اللہ تعالیٰ کی محبت اور دوستی اور تقویٰ کی حیات حاصل ہے وہ چار طریقوں سے منتقل ہوتی ہے۔

نفس و شیطان کو مغلوب کرنے کے داؤ پیچ

(۱) اللہ والوں کے پاس بیٹھنے کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ وہ کوئی نہ کوئی دین کی ایسی بات سُنا دیں گے اور ایسا داؤ پیچ سکھا دیں گے کہ نفس کو پٹکنے میں آسانی ہو جائے گی۔ جیسا کہ دُنیا کے اکھاڑے

میں ہوتا ہے کہ داؤ پیچ جاننے والا دُبلا پتلا چالیس کلو کا پہلوان تین من کے پہلوان کو گرا دیتا ہے۔ تو اللہ والے اپنے ملفوظات سے ہمیں نفس و شیطان کو پٹکنے کے داؤ پیچ سکھاتے ہیں جس سے نفس و شیطان غالب نہیں آتے۔

اہل اللہ سے مستفید ہونے کی شرطِ اولیں

لیکن شرط یہ ہے کہ ان کی باتوں پر عمل کرے اور ان کی رائے کے سامنے اپنی رائے کو فنا کردے تب یہ مقام نصیب ہوگا کہ جیسے وہ نفس و شیطان کو پٹکتے ہیں آپ بھی پٹکنے لگیں گے اور اس کی مثال وہی ہے کہ جیسے لنگڑے آم میں جو خاصیت، لذت اور ذائقہ ہے وہ اللہ کا دیا ہوا ہے۔ دیسی آم کا صرف اتنا کام ہے کہ لنگڑے آم کے سامنے اپنا خاص ہونا بھول جائے کہ میں بھی کوئی خاص چیز ہوں، اپنے وی آئی پی (V. I. P.) ہونے کا احساس ختم ہو جائے، اپنے کو مٹا کر لنگڑے آم سے مل جائے۔ اسی طرح اللہ والوں کے سامنے اپنی بڑائی، اپنا علم و قابلیت سب ختم کردو، اپنی ضَرَبَ یَضْرِبُ بھی بھول جاؤ۔ ورنہ ساری زندگی ضاربٌ مضروبٌ رہو گے، کہیں مارو گے کہیں مارے جاؤ گے اور کہیں مَفْعُوْلٌ مَالَمْ یُسَمَّ فَاعِلُهٗ ہو جاؤ گے، پتہ بھی نہیں چلے گا کہ کون مار کر چلا گیا۔ کبھی ایسی پٹائی بھی ہوتی ہے کہ پیٹنے والا کوئی نشہ پلا کر بے ہوش کر دیتا ہے اور خوب پٹائی کرتا ہے۔ صبح کو جب ہوش آتا ہے تو چوٹ کا درد تو محسوس کرتا ہے مگر پیٹنے والے کا پتہ نہیں چلتا اس کا نام عربی زبان میں مَفْعُوْلٌ مَالَمْ یُسَمَّ فَاعِلُهٗ ہے یعنی وہ مفعول جس کے فاعل کا پتہ نہ چلے جیسے ضُرِبَ زَیْدٌ زید مارا گیا اور مارنے والے کا پتہ نہیں۔ ایسے ہی شیطان کی مار ہے کہ شیطان نظر نہیں

آتا لیکن بہکاتا ہے اور گناہ کا وسوسہ ڈالتا ہے لہٰذا جو لوگ گناہ کر رہے ہیں وہ سب کے سب شیطان کے مَفْعُوْلٌ مَالَمْ یُسَمَّ فَاعِلُہٗ ہیں کہ ان کی پٹائی ہو رہی ہے اور انھیں خبر بھی نہیں کہ ان کی پٹائی کرنے والا شیطان ہے کیونکہ وہ سامنے نہیں آتا دل میں گناہ کا تقاضا پیدا کرتا ہے۔

وسوسۂ شیطانی اور وسوسۂ نفسانی کا فرق

اس طرح نفس بھی بہکاتا ہے اور وسوسہ ڈالتا ہے لیکن شیطان اور نفس کے وسوسہ میں کیا فرق ہے، یہ مجددِ زمانہ حکیم الامت کی زبان سے سنئے کہ اگر ایک دفعہ گناہ کا وسوسہ آیا اور پھر ختم، تو سمجھ لو کہ یہ شیطان تھا بہکا کر چلا گیا لیکن جب گناہ کا تقاضا بار بار ہو تو سمجھ لو کہ یہ اندر کا دشمن نفس ہے جو پہلو میں بیٹھا ہوا بار بار تقاضا کر رہا ہے کہ یہ گناہ کر لو، یہ گناہ کر لو اور گھر کا دشمن زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ اَعْدٰی عَدُوِّكَ فِیْ جَنْبَیْكَ۔

تیرا سب سے بڑا دشمن تیرے پہلو میں ہے۔

شیطان کا نہایت پیارا خلیفہ

شیطان تو بہت مصروف یعنی "بزی" شخصیت ہے اس کے پاس اتنا ٹائم نہیں کہ ایک ہی آدمی کے پیچھے لگ جائے اس لیے ایک دفعہ بہکا کر خود تو چلا جاتا ہے لیکن اپنا خلیفہ نفس امارہ چھوڑ جاتا ہے جو اس کا بہت ہی پیارا اور فرماں بردار خلیفہ ہے جو گناہ کا بار بار تقاضا کرتا رہتا ہے۔

اللہ والوں کا فیض منتقل ہونے کا ایک راستہ معلوم ہو گیا کہ ان کے ارشادات

میں ہدایت ہوتی ہے، نفس و شیطان و معاشرہ کے شر سے بچنے کے داؤ پیچ معلوم ہوتے ہیں۔

اہل اللہ کا نورِ باطن منتقل ہونے کے ۲ دو راستے

(۲) ان کی صحبت سے ان کے قلب کا نور ہمارے قلب میں دو طرح سے داخل ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ قلب سے قلب میں فاصلے نہیں ہیں۔ اجسام میں تو فاصلے ہوتے ہیں لیکن دلوں میں فاصلے نہیں ہیں جیسے ایک بلب یہاں جل رہا ہے اور دوسرا وہاں جل رہا ہے۔ تیسرا اور فاصلے پر جل رہا ہے تو بلب کے اجسام میں تو فاصلے ہیں لیکن روشنی میں فاصلے نہیں ہیں۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ فلاں بلب کی روشنی یہاں تک ہے اور فلاں کی وہاں تک ہے، نور کی کوئی حد فاصل نہیں ہوتی، نور مخلوط ہوتا ہے۔ پس جب ہم اللہ والے کے پاس بیٹھیں گے تو اس مجلس میں اس اللہ والے کا نور اور طالبین کا نور سب کی روشنیاں آپس میں مل جائیں گی اور نور میں اضافہ ہو جائے گا اور قوی النور شیخ کے نور سے مل کر ضعیف النور طالبین کا نور بھی قوی ہو جائے گا اور نور منتقل ہونے کا دوسرا راستہ یہ ہے کہ اللہ والے جب اپنے ارشادات سے اللہ کا راستہ بتاتے ہیں تو کیا ہوتا ہے؟ اس کو مولانا رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

شیخ نورانی زرہ آگہہ کند

اللہ والے صاحب نور اللہ کا راستہ بھی بتاتے ہیں اور ؎

نور را بالفظہا ہمرہ کند

اپنے نورِ باطن کو اپنے لفظوں کے کیپسول میں رکھ کر طالبین کے کانوں کے قیف سے

ان کے دلوں میں پہنچادیتے ہیں۔ یہ نور متعدی نور قلب کے متعدی ہونے کا ذریعہ ہے لہٰذا اپنے قالب کو ان کی مجلس میں لے جاؤ۔ ان کے پاس بیٹھو اور ان کی باتیں سنو اور عورتوں کے لیے اہل اللہ کی صحبت ان کا وعظ سننا ہے۔ وہ کان کے ذریعہ سے صاحب نسبت اور ولی اللہ ہوجائیں گی۔ کانوں سے سنتی رہیں یا ان کے کیسٹ سنتی رہیں اور کیسٹ دستیاب نہ ہوں تو اللہ والوں کی کتابیں پڑھیں لیکن وعظ سننے کا فائدہ زیادہ ہے کتاب سے کیونکہ وعظ میں ان کا دردِ دل براہ راست شامل ہوتا ہے لہٰذا جہاں وعظ ہورہا ہو پہنچ جاؤ بشرطیکہ پردہ کا انتظام ہو۔ جس پیر کے یہاں دیکھو کہ عورتیں اور مرد مخلوط بیٹھے ہیں تو سمجھ لو یہ پیر نہیں ہے بے پیر ہے۔ وہاں سے اپنے پیر جلدی سے اٹھالو اور اُدھر کا رُخ بھی نہ کرو۔ کیونکہ یہ اللہ والا نہیں ہے شیطان ہے، شاہ صاحب نہیں ہے سیاہ صاحب ہے اور اس کی خانقاہ نہیں ہے خوامخواہ ہے۔

اہل اللہ سے شدید تعلق و محبت اور اس کی مثال

(۳) کہ وہ راتوں میں اپنے پاس کے بیٹھنے والوں کے لیے اور اپنے صحبت یافتہ لوگوں کے لیے دعائیں کرتے ہیں کہ اے خدا! جو بھی خانقاہ میں آئے محروم نہ جائے۔ ان کی آہ کو اللہ تعالیٰ رد نہیں کرتا۔ دیکھئے ایک بچہ کسی کے ابا سے لڈو مانگ رہا ہے۔ ابا اس کو لڈو نہیں دیتا کہ یہ میرا بیٹا تھوڑی ہے لیکن اتنے میں اس کا بچہ آتا ہے اور کہتا ہے کہ ابو یہ میرا کلاس فیلو ہے میں اس کے ساتھ کھیلتا ہوں اور اسی کے ساتھ پڑھتا ہوں یہ میرا جگری دوست ہے، جب جگری دوست کہتا ہے تو ابا کا جگر ہل جاتا

ہے کہ میرے بیٹے کا جگری دوست ہے اور فوراً اس کو بھی لڈو دے دیتا ہے، تو اللہ والوں سے جگری دوستی کرو، معمولی دوستی سے کام نہیں بنے گا، اتنی دوستی کرو کہ وہ آپ کو دوست کہہ سکیں اور اللہ سے بھی کہہ سکیں کہ یا اللہ یہ میرا دوست ہے تو اللہ جب ان کو اپنے قرب کا لڈو دے گا تو جس کو وہ اپنا دوست کہہ دیں گے اس کو بھی یہ لڈو مل جائے گا۔ بتاؤ اس سے زیادہ واضح مثال اور کیا ہوگی۔

علامہ ابن حجر عسقلانی شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ اِنَّ جَلِیْسَھُمْ یَنْدَرِجُ مَعَھُمْ فِیْ جَمِیْعِ مَا یَتَفَضَّلُ اللّٰہُ بِہٖ عَلَیْھِمْ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے دوستوں کو اپنے اولیاء کے رجسٹر میں درج کرتے ہیں اور ان پر وہ تمام افضالُ مہربانیاں فرماتے ہیں جو اپنے اولیاء پر فرماتے ہیں اور اس کی وجہ کیا ہے؟ اِکْرَامًا لَھُمْ بوجہ اپنے دوستوں کے اکرام کے جیسا کہ مشاہدہ ہے کہ آپ کا کوئی پیارا دوست آتا ہے تو آپ اس کے ساتھیوں کی بھی وہی خاطر مدارات کرتے ہیں جو اپنے اُس خاص دوست کی کرتے ہیں لہٰذا اللہ والوں کے ساتھ رہ پڑو اور اِتنا ساتھ رہو کہ دُنیا بھی سمجھے کہ یہ فلاں کے ساتھی ہیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جا رہے تھے کہ ایک تابعی نے پُوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا ھٰذَا صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ یہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں۔ صحابی کے اِس واقعہ سے اختر یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ اپنے شیخ کے ساتھ اتنا رہو کہ دُنیا کی زبان پر قیامت تک یہ جاری ہو جائے کہ یہ فلاں کے ساتھ تھے۔ جو جتنا زیادہ ساتھ رہتا ہے اتنا ہی گہرا دوست ہوتا ہے اور اگر دوستی کمزور ہو، مثل نہ ہونے کے ہو تو وہ کیسے کہے گا کہ یہ میرا دوست ہے لیکن میں یہ دُعا بھی کرتا ہوں

کہ یا اللہ جو خانقاہ میں آئے محروم نہ جائے' مدرسہ و مسجد و خانقاہ کے ایک ایک ذرہ میں جذب کی کشش بھر دے کہ یہاں جس کا قدم آجائے وہ بھی دردِ دل، دردِ نسبت اور دردِ محبت پاجائے' نورِ تقویٰ پاجائے اور ولی اللہ بن جائے۔

دردِ محبت میں اہل اللہ کے خود کفیل ہونے کی مثال

(۴) اللہ تعالیٰ نے جس طرح پارس پتھر میں سونا سازی یعنی لوہے کو سونا بنانے کی خاصیت رکھی ہے' آگ میں گرمی اور جلانے کی خاصیت رکھی ہے اور برف میں ٹھنڈا کرنے کی خاصیت رکھی ہے اور ان کی خاصیت بلا دلیل تسلیم کی جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ والوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایک خاصیت رکھی ہے اولیاء سازی کی کہ ان کی صحبت میں رہنے والے ولی اللہ ہوجاتے ہیں۔ اگر آپ آگ جلائیں اور کوئی پوچھے کہ آگ میں گرمی کیوں ہے' اسی طرح کوئی کہے کہ چاند سے گرمی نہیں ملتی لیکن سورج میں کیوں گرمی ہے تو آپ یہی جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں یہ خاصیت رکھی ہے اور سورج کا ایندھن جس سے سورج چمکتا ہے اس کا خرچہ کتنا ہے؟ سائنس دانوں کی تحقیق ہے کہ سارے عالم میں جتنا ایندھن خرچ ہوتا ہے سورج میں آگ کا ایندھن ایک گھنٹہ میں اس سے زیادہ خرچ ہوتا ہے۔ لیکن یہ ایندھن سورج کہاں سے پاتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ایندھن میں سورج کو خود کفیل بنایا ہے۔ اس کے اندر ہزاروں لاکھوں ہائیڈروجن بم ہر وقت پھٹتے رہتے ہیں جس سے خود بخود آگ پیدا ہوتی رہتی ہے۔ اگر سورج اپنے ایندھن میں خود کفیل نہ ہوتا تو اتنا ایندھن کہاں سے پاتا؟ جب کہ ساری دُنیا کا ایندھن اس کے ایک گھنٹہ کے ایندھن کے برابر ہے۔ ایسے ہی اللہ والے

جو ہدایت کے سُورج ہیں ان کے قلب، دردِ دل کے ایندھن ہیں خود کفیل بنائے جاتے ہیں۔ ان کا یہ ایندھن کہاں سے آتا ہے؟ اللہ تعالیٰ ان کے قلب پر علومِ غیبیہ وارد کرتا ہے، ان کے دلوں کے اندر اپنے دردِ محبت کا ایندھن دیتا ہے۔ ان کے اندر ہمہ وقت دردِ دل کے ایسے دھماکے ہوتے رہتے ہیں جن سے وہ خود بھی گرما گرم رہتے ہیں اور ان کی برکت سے ان کے پاس بیٹھنے والوں کو بھی ایمانی گرمیاں مِل جاتی ہیں اور ایک دِن ان کے ہم نشینوں کے قلب بھی ہدایت کے سُورج بن کر اپنے دردِ دل کی آگ میں خود کفیل ہو جاتے ہیں اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ بس مضمون ختم۔

دوستو! آج کا مضمون عجیب و غریب ہے یا نہیں؟ میں مسجد میں ہوں اور مُسلمان ہونے کی حیثیت سے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں سوچ کر بیان نہیں کرتا۔ مجھے خود پتہ نہیں تھا کہ آج میں کیا بیان کروں گا۔ یہ میرے بزرگوں کی دُعاؤں کا صدقہ ہے کہ ہر وقت نئے نئے علوم، نئے نئے مضامین نئی نئی تعبیروں کے ساتھ عطا ہو رہے ہیں۔

وہ خمِ کہن تو قوی تر ہے لیکن
نئے جام و مینا عطا ہو رہے ہیں

فَالْحَمْدُ لَكَ وَالشُّكْرُ لَكَ يَا رَبَّنَا۔

چاند تارے مرے قدموں میں بچھے جاتے ہیں
یہ بزرگوں کی دُعاؤں کا اثر لگتا ہے

اسی لئے میں کہتا ہوں کہ اللہ والوں سے دُعا بھی کراؤ، ان سے دُعا کی درخواست

کرو تاکہ وہ اللہ سے کہہ سکیں کہ اے خدا جن لوگوں نے ہم سے دُعاؤں کی فرمائش کی ہے آپ میری اور ان سب کی دُعاؤں کو قبول فرمالیجئے۔ دُعا میں یوں نہ کہو کہ جن لوگوں نے مجھ سے دعاؤں کی درخواست کی ہے' اس میں تکبر ہے' یوں کہو کہ جن لوگوں نے دُعاؤں کی فرمائش کی ہے اور یہ آداب بھی بزرگوں سے ملتے ہیں۔

بس اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے اور میری گذارش کو قبول کرلے۔ اس وقت مقرر کی زبان اور سامعین کے کان اے اللہ! آپ کے ذکر میں مشغول تھے تو میری زبان کو اور میرے دوستوں کے کان کو اے اللہ! جب آپ قبول فرمالیں تو آپ کریم ہیں ہم سب کو مجسم اپنا مقبول اور پیارا بنا لیجئے اور اپنے پیارے کے اعمال بھی دے دیجئے اور پیار کی صورت بھی دے دیجئے اور پیار کی سیرت بھی دے دیجئے اور اپنے پیار کے قابل تقویٰ بھی دے دیجئے اور تمام گناہوں کو چھوڑنے کی ہمت مردانہ بھی عطا فرمادیجئے' قلب کو طہارت دے دیجئے' قالب کو حفاظت دے دیجئے' آپ کی رحمت اور آپکے دستِ کرم کا انتظار ہے۔

غالبی بر جاذباں اے مشتری
شاید ر درماندگاں را واخری

اے میرے خریدار آپ گناہوں کی طرف کھینچنے والی تمام قوتوں پر غالب ہیں۔ گناہوں کے معاملہ میں ہم عاجز و مغلوب ہو رہے ہیں۔ آپ اپنے کرم سے ہم کو خرید لیجئے اور ہمیں ہمارے دستِ بازو کے حوالے نہ کیجئے' ہمارے دستِ بازو سے ہمیں کھینچ لیجئے اور اپنی رحمت سے توفیق و ہمت دے دیجئے۔ مرتے دم

تک ایک گناہ بھی ہم سے نہ ہو اور اگر کبھی خطا ہو جائے تو توفیقِ توبہ سے ہمیں اِس طرح پاک کیجئے اور اس طرح پیار کیجئے جیسے ماں چھوٹے بچے کو پاخانہ پھرنے کے بعد دھلا دیتی ہے اور پھر کپڑے بدل کر اسے پیار بھی کرتی ہے۔ آپ ہمیں توفیقِ توبہ دے کر اپنے آبِ رحمت میں نہلا دیجئے اور ہمارے لباسِ فاسقانہ کو لباسِ تقویٰ سے تبدیل کر دیجئے اور پھر آپ ہمارا پیار بھی لے لیجئے

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ. وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ. بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

یہ علامت ہے کہ حاصل ہے تجھے صدق و یقین
خوفِ محشر سے ترے قلب کا لرزاں ہونا
چوم لیتا ہے فلک بڑھ کے زمیں کو اختر
ہو مبارک کسی عاصی کا پشیماں ہونا

(عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم العالیہ)

عشقِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم
کا صحیح مفہوم
سلسلہ مواعظِ حسنہ نمبر ۳۶
عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

فہرست

صفحہ	عنوان
۱۶	حالتِ تشویش میں ذکر اللہ کے نافع ہونے کی عجیب مثال
۱۶	دوسری مثال
۱۷	ذکر کے نافع ہونے کی تیسری عجیب مثال
۱۸	اہلِ باطل کی صحبت سخت مضر ہے۔
۱۹	صحبتِ اہل اللہ کے انوار و برکات
۱۹	مطالعۂ کتب سے متعلق ایک اہم مشورہ
۲۰	دین کس سے سیکھنا چاہیے؟
۲۱	عشق و محبت کی حدود
۲۲	اُسوۂ حسنہ کے خلاف کوئی عمل قبول نہیں
۲۳	شیطان کی ایجاد اور اس کا ضررِ عظیم
۲۳	استقامت علی الدین کے لئے دو اہم وظیفے
۲۴	مالک تعالیٰ شانہ کی طرف سے غلاموں کو پیغام دوستی
۲۴	ولی اللہ بننے کا طریقہ

عشقِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح مفہوم

عارف باللہ مرشدنا و مولانا حضرت شاہ حکیم محمد اختر صاحب اَطَالَ اللّٰہُ ظِلَالَھُمْ عَلَیْنَا وَاَدَامَ اللّٰہُ فُیُوْضَھُمْ وَاَنْوَارَھُمْ وَبَرَکَاتِھِمْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ کا یہ عاشقانہ بیان جو ۱۳ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۹۹۵ء قبل نمازِ جمعہ مسجد اشرف گلشن اقبال بلاک نمبر ۲ میں ہوا جس میں حضرت اقدس کی زبانِ عشق نے نہایت درد دل کے ساتھ واضح فرمایا کہ حقیقی عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہے۔ (مرتب)

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ وَاَھْلِیْ وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ

عشقِ الٰہی اور عشقِ رسالت کا معتبر راستہ

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق وہی معتبر ہے جو سنت کے راستے سے حاصل ہو۔ اگر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے ہٹ کر مثلاً طبلہ، سارنگی اور گانے بجانے سے تڑپ اور عشق پیدا ہو تو یہ عشق معتبر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ اعلان فرمادیں۔ "قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ" اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ "یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ" تو اللہ تمہیں پیار کرے گا۔ جس کا ترجمہ حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ یوں فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان کروادیا کہ اگر تم اللہ کا پیارا بننا چاہتے ہو تو میرا چلن چلو۔ ہمارا پیارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسا پیارا ہے کہ جو اس کا چلن چلتے ہیں، اُن پر بھی ہم کو پیار آتا ہے، ہم ان کو بھی اپنا پیارا بنا لیتے ہیں۔ آپ دُنیاوی محبت میں دیکھئے کہ کسی کا ایک بیٹا ہو اور اس بیٹے کی طرح محلہ کا کوئی لڑکا چل رہا ہو تو بابا کو اس پر بھی پیار آتا ہے کہ دیکھو یہ میرے بیٹے کی طرح چلتا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے اتنے پیارے ہیں کہ جو بھی ان کا چلن چلتا ہے، اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب ہو جاتا ہے۔ آج ہمارا کیا حال ہے کہ آپ کی سُنّت کے طریقوں کو چھوڑ کر ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلے اور جن کو رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ کا پروانہ مل گیا کہ صحابہ سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے تو ان کا راستہ کتنا مستند ہے اور اسی سے معلوم ہوا کہ صحابہ کے طریقہ کو چھوڑ کر عشق کا دعویٰ غیر معتبر ہے۔ شاعر کہتا ہے ؎

مُستند رستے وہی مانے گئے
جن سے ہو کر تیرے دیوانے گئے
لوٹ آئے جتنے فرزانے گئے
تابہ منزل صرف دیوانے گئے

خلافِ سُنّت عشق غیر مُستند اور غیر معتبر ہے

صحابہ رضی اللہ عنہم جس راستے سے گذرے ہیں وہی راستہ مستند ہے' وہی راستہ معتبر ہے۔ بتاؤ کوئی ہے صحابی' جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں بینڈ باجے اور گانے بجانے کے ساتھ جلوس نکالا ہو؟ آہ نکلتی ہے آج ان نالائقوں اور جاہلوں پر کہ نمازوں کی کوئی پروا نہیں' نمازوں کا وقت جارہا ہے اور پیر صاحب گھوڑے پر بیٹھے ہوئے ہیں اور طبلے سارنگی کے ساتھ بینڈ باجے کی دھن پر نعت شریف ہو رہی ہے اور نماز فرض قضا ہو رہی ہے۔ آپ بتائیے یہ کون سا عشق ہے بھائی؟ کیا صحابہ نے کبھی ایسا کیا؟ یہ سب کیا ہے؟ محض ایک تماشہ ہے' کھیل ہے' اس کو سُنّت کے راستے سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر یہ سُنّت ہوتی تو صحابہ رضی اللہ عنہم ضرور اس کو اختیار کرتے۔ جو جان دے سکتے ہیں' شہید ہو سکتے ہیں وہ یہ بینڈ باجا جلوس نہیں نکال سکتے؟ بتاؤ جان دینا زیادہ مشکل ہے یا یہ بینڈ بجانا۔

لیکن آج افسوس ہے کہ کوئی پوچھتا بھی نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا کیا طریقہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا سب سے اعلیٰ طریقہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا سب سے اعلیٰ طریقہ یہ ہے کہ جس مقصد کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تھے یعنی بندوں کو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر چلانے کے لئے، ہمارے نفس نالائق کو مٹانے کے لئے، اعمال کی اصلاح کے لئے اس پر عمل کر کے ہم جان پاک رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کر دیں لہٰذا اگر اس مبارک مہینہ میں محبت کا حق ادا کرنا ہے تو جنہوں نے ڈاڑھیاں نہیں رکھیں وہ ڈاڑھیاں رکھ لیں، جن کے پاجامے ٹخنے کے نیچے ہیں اور وہ بخاری شریف کی حدیث مَا اَسْفَلَ مِنَ الْکَعْبَیْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِی النَّارِ ۔ کی وعید کے مستحق ہیں وہ آج ٹخنے کھول لیں، پانچوں وقت کی نمازوں کا ارادہ کر لیں، بیویوں کی اگر پٹائی کر رہے ہیں تو اس سے توبہ کر لیں غرض جتنے ظلم ہیں، اغوا برائے تاوان یا قتل و خون وغیرہ ان سب جرائم سے باز آجائیں تو سمجھ لو ہم نے عشقِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوحِ مبارک کو خوش کر دیا مگر بجائے اصلاحِ عمل کے آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا حق یہ سمجھا جا رہا ہے کہ بینڈ باجے لائے جائیں اور کیا تماشے کئے جائیں اور شراب پی کر ساری رات قوالی پڑھی جائے ۔ چشم دید واقعہ ہے کہ ایسی ہی ایک مجلس میں کسی نے عشاء کی نماز نہیں پڑھی اور شراب پی کر رات بھر قوالی کرتے رہے بتائیے افسوس کی بات ہے یا نہیں؟ کیا اسلام اس کا نام ہے؟

ہرگز یہ اسلام نہیں۔

طریقِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ ہر راستہ غیر معتبر ہے

اسلام وہی ہے جو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عطا فرمایا، اسلام وہی ہے جو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل تھا حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریقہ دیکھو۔ جس چیز پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عمل کیا وہی معتبر ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو کوئی سمجھنے والا ہے؟ لہٰذا خوب سمجھ لو کہ حدیث کا مفہوم وہی معتبر ہے جو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے سمجھا، ان سے زیادہ ہمیں عقل و فہم نہیں ہے۔ جن کی تعریف خدا نے کی ہو کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا تو خود فیصلہ کر لو کہ پھر ان کے کام کیسے ہوں گے۔ لہٰذا جو کام بھی کیجئے چاہے خوشی میں یا غمی میں ختنہ میں یا عقیقہ میں شادی کے موقع پر یا کسی کی موت پر ہمیشہ علماء کرام سے پوچھ کر کیجئے۔ علماء بتائیں گے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا عمل کیا، احادیث کا مفہوم حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا سمجھا کیونکہ ان ہی کا راستہ مستند ہے۔

مستند رستے وہی مانے گئے
جن سے ہو کر تیرے دیوانے گئے

جن کو اللہ تعالیٰ نے رضی اللہ عنہم نازل فرما کر اپنی رضا کی سند دے دی، جن کے اعمال پر اللہ تعالیٰ نے اپنی خوشیوں کا اطلاق کر دیا۔ ان کو چھوڑ کر آپ اِن لوگوں کی بات مانتے ہیں جن کے لئے کوئی آیت نازل نہیں ہوئی، بتائیے کون سا مستند عمل ہے؟ صحابہ کے اعمال جن پر رضاءِ الٰہی کی مہر ثبت ہے

یا ان جاہلوں سے اعمال جن پر اللہ کی خوشی کی کوئی رجسٹری نہیں بلکہ خلافِ سُنّت ہونے کے سبب غضبِ الٰہی کا اندیشہ ہے۔

نافرمانیِ رسول کے ساتھ دعویٰ عشق باطل ہے

اگر ذرا بھی عقل ہو تو آدمی خود سمجھ جائے کہ یہ کون سا عشقِ رسالت ہے کہ فرض نماز غائب اور بینڈ باجوں پر نعت شریف پڑھی جارہی ہے جبکہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں گانے بجانے یعنی سازو موسیقی کو مٹانے کے لیے آیا ہوں۔ کیا آپ کے فرامین عالی شان کی مخالفت کرنا یہ عشقِ رسالت ہے؟ بخاری شریف کی حدیث میں ارشاد فرمایا کہ ڈاڑھی کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹاؤ لیکن آج دیکھو تو الٹا معاملہ ہے کہ بعض لوگ مونچھیں بڑھاتے ہیں اور ڈاڑھی کٹاتے ہیں اور بعض لوگ مونچھیں تو کٹا چکے ہیں لیکن وہ ذرا سی ہمت اور کرلیں کہ ڈاڑھی بڑھالیں تو سو فیصد نمبر سے کامیاب ہوجائیں گے۔ کیونکہ یہ مونچھیں کچھ کام نہ دیں گی، قیامت کے دن ڈاڑھی ہی کام آئے گی۔ یہ مت سمجھو کہ بوڑھے ہوکر ڈاڑھی رکھ لیں گے کیونکہ کیا گارنٹی ہے کہ آپ بڑھاپے تک زندہ رہیں گے۔ ابھی اِسی ہفتہ میں ہمارے ایک اللہ والے دوست، ایک کالج کے پرنسپل کا اچانک ہارٹ فیل ہوگیا۔ نماز کی حالت میں دورہ پڑا، ہسپتال تک نہیں جاسکے۔

نہ جانے بُلالے پیا کس گھڑی
تو رہ جائے تکتی گھڑی کی گھڑی

ڈاڑھی رکھنا دلیلِ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے

آہ! دردِ دل سے کہتا ہوں

واللہ آپ کی بھلائی کے لئے کہتا ہوں۔ آپ کے احترام و عزت کو سر آنکھوں پر رکھتے ہوئے کہتا ہوں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل بنالو۔ ابنِ ماجہ شریف کی حدیث ہے کہ روؤ اور اگر رونا نہ آئے تو رونے والوں کی شکل بنالو۔ تو معلوم ہوا کہ شکل بھی کام دے جاتی ہے۔ ہم سے کم قیامت کے دن آپ یہ کہہ سکیں گے کہ ؎

تیرے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

چاروں اماموں کا اجماع ہے کہ ڈاڑھی کا رکھنا واجب ہے، منڈانا اور کترانا حرام ہے۔ ایک مشت تینوں طرف سے واجب ہے، اس حکم میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ سوچئے کہ اگر قبر میں جنازہ اُتر گیا تو گالوں کو کیڑے کھا جائیں گے۔ موت کے بعد کھیتی کی زمین بھی چھین جائے گی، پھر کہاں غلہ بوؤ گے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا باغ کہاں لگاؤ گے۔

تازیانۂ عبرت

سکھوں سے سبق لو کہ یہ ظالم کافر ہو کر اپنے پیشوا کی محبت میں ڈاڑھی رکھتے ہیں حالانکہ بوجہ کفر کے یہ ڈاڑھی ان کو کچھ مفید نہیں لیکن ایک سکھ بھی ایسا نہیں ملے گا جو ڈاڑھی منڈاتا ہو۔ لیکن آہ! آج اُمتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ہو گیا کہ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل نہیں بناتے اور سمجھتے ہیں کہ ڈاڑھی سے میری شکل خراب معلوم ہو گی۔

ڈاڑھی سے شکل حسین معلوم ہوتی ہے

میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ڈاڑھی رکھنے کے بعد بتانا کہ شکل کیسی معلوم ہوتی ہے۔ پھر کہو گے کہ افسوس آج تک ہم نے ڈاڑھی کیوں نہیں رکھی تھی، اگر ڈاڑھی رکھنے سے شکل خراب لگتی تو اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو حکم نہ دیتا کہ ڈاڑھی رکھو۔ آپ بتایئے کہ کیا کوئی اپنے پیاروں کی شکل خراب کرنا چاہتا ہے؟ جب کوئی شخص اپنے پیاروں کو خراب شکل میں نہیں دیکھنا چاہتا تو اللہ تعالیٰ کیسے اپنے پیارے پیغمبروں کو خراب شکل میں دیکھنا پسند کرتا۔ معلوم ہوا کہ ڈاڑھی اللہ تعالیٰ کے پیاروں کی شکل ہے لہٰذا یہ خود دلیل ہے کہ یہ پیاری چیز ہے اور اس سے شکل پیاری معلوم ہوتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے تقاضے

اس لئے میں آپ لوگوں سے نہایت دردِ دل سے فریاد کرتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں آج کے مبارک دن میں اس مبارک مہینہ میں کچھ اچھے ارادے کرلو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی کچھ نہیں کہے گا۔ بیوی بھی آپ سے دعا کرائے گی، سارا معاشرہ آپ سے دعا کرائے گا، آپ کو دنیا میں بھی عزت ملے گی اور آخرت میں بھی عزت ملے گی اور اے ٹخنے چھپانے والو! آج سے ارادہ کرلو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے اس مبارک مہینہ میں آج سے ہم اپنا ٹخنہ نہیں چھپائیں گے اور آج سے ہم کسی لیڈی یا لیڈیوں کو اور حسین یا حسینہ کو نہیں دیکھیں گے اپنی نظر کی حفاظت کریں گے کیونکہ بخاری شریف کی حدیث ہے۔ "زِنَا الْعَیْنِ النَّظَرُ" یعنی

نظر بازی آنکھوں کا زنا ہے' یہ بے وقوف لوگ کہتے ہیں کہ لو نہ دو دیکھ تو لو۔ سُبحان اللہ! یعنی مطلب یہ ہوا کہ جب ہم کچھ گناہ نہیں کرتے تو دیکھنے میں کیا حرج ہے۔ حالانکہ دیکھنے کے بارے میں ہی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ یہ آنکھوں کا زنا ہے۔ غرض جو لوگ جس گناہ میں بھی مبتلا ہیں آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں دل میں پکا ارادہ کرلیں کہ جس کو جس گناہ کی عادت ہے اس کو ترک کردیں گے مثلاً جو بڑی بڑی مونچھیں رکھتے ہیں آج سے نہیں رکھیں گے کیونکہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ میری شفاعت ان کو نصیب نہیں ہوگی۔ عبارتِ نبوت' الفاظِ نبوت بھی پیش کررہا ہوں۔ ارشاد فرمایا کہ مَنْ طَوَّلَ شَارِبَهٗ لَمْ يَنَلْ شَفَاعَتِيْ جو بڑی مونچھ رکھے گا جس سے ہونٹ کے کنارے چھپ جائیں میری شفاعت نہیں پائے گا۔ بتاؤ مونچھوں سے فائدہ ملے گا یا شفاعت نبوی سے فائدہ ملے گا۔ لہٰذا آج جتنے حاضرین ہیں جن کے ڈاڑھیاں نہیں ہیں وہ ڈاڑھی رکھ لیں اور جن کے ڈاڑھی ہے مگر ایک مشت نہیں ہے وہ کٹانا چھوڑ دیں کیونکہ کٹانا بھی حرام ہے' گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ سے اللہ کے ولی نہیں بن سکتے ہو۔ جن کو خوش کررہے ہو واللہ یہ قبروں میں کچھ کام نہیں دیں گے' جن کو خوش کرنے کے لئے اللہ و رسول کو ناخوش کررہے ہو اور لوگوں سے ڈر رہے ہو کہ لوگ کیا کہیں گے تو بتاؤ یہ لوگ کام آئیں گے یا اللہ و رسول؟ افسوس آج ہمارا کیا حال ہے۔ ایک شخص نے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ مجھے لوگوں سے ڈر لگتا ہے کہ اگر میں ڈاڑھی رکھ لوں گا تو لوگ میرا مذاق اڑائیں گے۔ تو فرمایا کہ ارے لوگوں

سے تو لگائی ڈرتی ہے۔ ظالم تو بھی تو لوگ ہے لگائی تو نہیں ہے جو لوگوں سے ڈر رہا ہے۔ مردانہ وار اعلان کرے کہ میں بھی مرد ہوں، میں لوگوں سے نہیں ڈرتا۔ میں علی الاعلان ڈاڑھی رکھتا ہوں کیونکہ میری قبر میں کوئی کام نہیں آئے گا، قیامت کے دن کوئی کام نہیں آئے گا۔ لہٰذا دُنیا والو! سُن لو ۔

کہاں تک ضبط بے تابی کہاں تک پاس بدنامی
کلیجہ تھام لو یارو کہ ہم اب ڈاڑھی رکھتے ہیں

کہہ دو کہ اگر میری ڈاڑھی تم کو بُری لگتی ہے تو اپنی آنکھیں بند کر لو۔ مگر مجھے اپنے اللہ کو مُنہ دکھانا ہے، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مُنہ دکھانا ہے۔ لہٰذا کیا مخلوق سے ڈرنا ہے۔ جو مخلوق سے ڈرتا ہے ابھی اللہ کا عاشق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے عاشقوں کی تعریف میں فرمایا لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ یعنی جو میرے عاشق ہیں وہ مخلوق سے نہیں ڈرتے، کسی کی ملامت کا خوف نہیں کرتے۔

محبت کی ایک خاص علامت

لہٰذا میں آپ لوگوں سے گذارش کرتا ہوں کہ اس مُبارک مہینے میں جس کو جس گناہ کی عادت ہے خواہ ظاہری گُناہ ہو یا باطنی سب توبہ کر لو۔ بعضوں کا ظاہر تو بالکل صُوفی ہوتا ہے لیکن عملاً وہ بھی نافرمانیوں میں مُبتلا ہیں، ڈاڑھی رکھ کر بھی عورتوں کو تاک جھانک کر رہے ہیں، لڑکوں کو بُری نظر سے دیکھ رہے ہیں، کچھ نہیں تو دِل میں گندے گندے خیال پکا رہے ہیں اِس لئے آج سے ارادہ کر لو کہ اے خُدا میں سو فیصد آپ کا بننا چاہتا ہوں اور

یہ اعلان کر دو جو اس شعر میں ہے ۔

نہیں ہوں کسی کا تو کیوں ہوں کسی کا
اُنہیں کا اُنہیں کا ہوا جا رہا ہوں

بتاؤ کس نے ہمیں پیدا کیا؟ لہٰذا کس کا بننے میں فائدہ ہے؟ اپنے نفس کا بننے میں فائدہ ہے؟ شیطان کا بننے میں فائدہ ہے؟ لوگوں کو خوش کرنے میں فائدہ ہے یا اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے میں؟ ارے دوستو! ہمارا ایمان تو ایسا ہونا چاہیے تھا کہ ساری دُنیا میں اگر ایک بھی ڈاڑھی والا نہ ہوتا تو بھی ہم اپنے اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے ڈاڑھی رکھ کر اپنا جھنڈا اونچا کر دیتے، کوئی کہتا کہ یہ کیا کیا تو کہتے کہ اپنے رب کا کہا کیا، ہماری نظر آسمان پر ہے، اے مٹی کے ڈھیلوں کی طرح زمین پر پڑے رہنے والو، کاش اللہ تعالیٰ ہم سب کی نظر کو اپنی طرف کر دے تو کام بن جائے۔ ہمت سے کام لو کہ ہم کسی سے نہیں ڈرتے۔ حضرت خواجہ صاحب فرماتے ہیں ۔

سارا جہاں خلاف ہو پروا نہ چاہیے
پیشِ نظر تو مرضیِ جاناں نہ چاہیے
پھر اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

نفس کی مغلوبیت غلبۂ روحانیت کی دلیل ہے

اپنے نفس کو لومڑی بنا کر رکھو۔ نفس کہے کہ اس لڑکے کو دیکھ لو، اس لڑکی کو دیکھ لو تو اس سے کہہ

دو کہ نفس لومڑی تو میرا مقابلہ کرتی ہے، جانتی نہیں کہ میں شیر ہوں، روحانی شیر ہوں، میں بھلا تیری بات مانوں گا! اے نفس لومڑی! تو پیشاب پاخانے کی پلیٹ پر سونے چاندی کا ورق دکھا کر مجھے للچانا چاہتی ہے، اگر پاخانے کے اوپر چاندی کا ورق لگا دیا جائے تو کیا کوئی اس کو کھائے گا۔ ان حسینوں کا حُسن ظاہری ہے، اندر پیشاب پاخانہ بھرا ہوا ہے۔ تو ان حسینوں سے عشق بازی کا انجام اس کے سوا کیا ہوگا کہ پیشاب اور پاخانہ کے مقام تک پہنچ جاؤ گے۔ مگر افسوس کہ نفس کے بندوں کی سمجھ میں یہ باتیں کہاں آتی ہیں، قسمت والوں کو توفیقِ توبہ نصیب ہوتی ہے۔

نزولِ رحمت کی علامت

میں مسجد میں کہتا ہوں واللہ جس پر حق تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے اس کی علامت یہ ہے کہ وہ نفس امارہ کے شر سے نکل جاتا ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ دُعا سکھائی اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْکِ الْمَعَاصِیْ. اے اللہ! مجھ پر وہ رحمت نازل کر دے کہ جس سے میں آپ کی نافرمانی چھوڑ دوں، گناہوں کو چھوڑ دوں، وہ رحمت دے دے جس سے نفس امارہ کے پنجہ سے نکل جاؤں۔

معصیت راہِ شقاوت ہے

وَلَا تُشْقِنِیْ بِمَعْصِیَتِكَ اور مجھے اپنی نافرمانی سے شقی اور بدبخت نہ بنا۔ دوستو! گناہوں سے انسان بدبخت ہو جاتا ہے اور نیکیوں سے اللہ کا پیارا اور محبوب ہو جاتا ہے اور گناہ کا مزہ تھوڑی دیر کا ہے۔

لذت عارضی ملی عزت دائمی گئی

ذرا دیر کی لذت ہمیشہ کے لئے عذاب، ہر وقت کی پریشانی ہے۔ توبہ بھی کرے گا مگر تقاضائے معصیت کی شدت سے عذاب میں رہے گا۔

گناہ کا ایک خاص عذاب

غور سے سُن لیجئے یہ بات بہت گر کی بات بتا رہا ہوں کہ جن لوگوں نے گناہ کر لیا اور پھر توبہ کر لی۔ اگرچہ توبہ بھی ان کے اختیار میں نہیں ہے کسی کی دُعا کام آگئی اس کی کوئی نیکی کام آگئی لیکن جس نے زندگی میں ایک بار گناہ کر لیا۔ توفیقِ توبہ کے بعد بھی وہ تقاضائے گناہ کی شدت کے عذاب میں ساری زندگی رہے گا، سُن لو یہ اختر کا اعلان! آہ! میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پھولپور ضلع اعظم گڑھ میں وضو فرما رہے تھے کہ وضو روک کر اچانک فرمایا کہ حکیم اختر جس نے کبھی بھی کوئی گناہ کر لیا وہ توبہ بھی کرے گا اور اللہ کا پیارا بھی ہو جائے گا لیکن ساری عمر اس کو وسوسۂ گناہ سے نجات نہیں ملے گی۔ یہ مجاہدہ اس کو ساری زندگی کرنا پڑے گا۔ اس لئے دوستو کوشش کرو کہ گناہ ہونے ہی نہ پائے تاکہ تقاضائے معصیت میں شدت نہ ہو اور عافیت سے رہو۔

ذکر بے لذت بھی نافع ہے

اور دوسری بات یہ عرض کرنی تھی کہ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ذکر میں مزہ آئے یا نہ آئے، ذکر بے لذت بھی آپ کو ولی اللہ اور صاحبِ نسبت بنا دے گا۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تشویش اور خیالات وساوس کے ساتھ بھی ذکر اللہ نفع سے خالی نہیں۔ اس کی تین مثالیں سنئے :-

حالتِ تشویش میں ذکراللہ کے نافع ہونے کی ایک عجیب مثال

مکہ شریف میں دکاندار دس حاجیوں میں گھرا ہوتا ہے، اس کو اتنی فرصت نہیں ہے کہ سکون سے روٹی کھائے دس گاہکوں میں گھرا ہوا ہے، کسی کو رومال پکڑا رہا ہے کسی کو تسبیح دے رہا ہے کسی کو مصلّٰے دے رہا ہے اور ساتھ ساتھ ڈبل روٹی بھی کھاتا جا رہا ہے۔ لیکن تشویش کے ساتھ اس کھانے سے اس کی صحت قائم رہتی ہے کہ نہیں؟ مصروفیت اور تشویش کے ساتھ لقمہ پیٹ میں جا کر جسم کو طاقت دیتا ہے۔ جس طرح کھانا تشویش کی حالت میں حیاتِ جسمانی کا سبب ہے اسی طرح حیاتِ ایمانی کے لیے حالتِ تشویش میں ذکر بھی مفید ہے۔ لہٰذا ایمانی حیات کے لیے حالتِ تشویش، حالتِ وساوس، حالتِ خیالات ہجومِ اوہام میں بھی ذکر جاری رکھو۔ یہ ذکر آپ کی حیاتِ ایمانی کی ضمانت و کفالت کے لیے کافی ہے۔

دوسری مثال

اور دوسری مثال یہ ہے کہ اصلی موتی کا خمیرہ، سو روپیہ کی ایک چمچی، آپ نے منہ میں ڈالا کہ اچانک کسی نے کوئی تشویش کی خبر دی کہ جس سے دِل پریشان ہو گیا، لیکن جب حلق سے وہ خمیرہ اتر گیا تو باوجود تشویش و وساوس و خیالات کے وہ خمیرہ کام دکھائے گا یا نہیں؟ جب موتی اور بادام کا خمیرہ اثر کرتا ہے تو اللہ کا نام تو بہت بڑا نام ہے۔ ہزاروں وساوس و تشویش میں جب ان کا نام منہ سے نکل جائے گا اور دل میں اُتر جائے گا تو اپنا کام دکھائے گا اور دِل میں نور ہی پیدا ہو گا۔

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک شخص نے لکھا کہ آپ کا بتایا ہوا ذکر کر رہا ہوں لیکن کوئی نفع نہیں معلوم ہوتا حضرت نے لکھا کہ اے ظالم! کیا یہ کم نفع ہے کہ اتنے بڑے مولیٰ کا تو نام لیتا ہے، آہ کیا بات فرمائی۔

ذِکر کے نافع ہونے کی تیسری عجیب مثال

اور تیسری مثال یہ ہے کہ کمرے میں اندھیرا ہے آپ کے دل میں وساوس وخیالات کا ہجوم ہے لیکن آپ ٹیوب لائٹ تک پہنچے اور انگلی سے اس کا سوئچ دبا دیا تو تمام سوچ اور فکر و پریشانی کے باوجود ٹیوب لائٹ جلے گی یا نہیں؟ بس ہزاروں فکر، ہزاروں وساوس ہوں لیکن جب اللہ کا نام منہ سے نکل گیا تو سمجھ لو کہ تمام سوچیں دب گئیں، اللہ تعالیٰ کا نور دِل میں پیدا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کے نور کی ٹیوب لائٹ آپ کے قلب میں روشن ہو گئی۔ ؎

ارے یارو جو خالق ہو شکر کا
جمالِ شمس کا نورِ قمر کا
نہ لذّت پوچھ پھر ذکرِ خدا کی
حلاوت نامِ پاکِ کبریا کی

اللہ تعالیٰ کے نام کی مٹھاس کو کیا کہتے ہو۔ مبارک ہیں وہ بندے جو خدا کی یاد میں رو رہے ہیں، مبارک ہیں وہ لوگ جن کے دِل خدا کے عشق میں تڑپ رہے ہیں۔ باقی ساری دُنیا کچھ قابلِ مبارک باد نہیں ان کی مٹی مٹی کے لئے رو رہی ہے، مٹی کے کھلونوں کے لئے، مٹی کی رنگینیوں کے لئے، مٹی کے

ڈشمپروں کے لئے رو رہی ہے، حرام محبت کے آنسوؤں کی قیمت گدھوں کے پیشاب کے برابر بھی نہیں ہے، حرام محبت میں رونا اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول نہیں۔

اہلِ باطل کی صحبت سخت مضر ہے

اور چوتھی نصیحت یہ ہے کہ جس مصنف اور جس مقرر کا عقیدہ صحیح نہ ہو اور علماء دین نے اس کو خطرناک اور نا اہل قرار دیا ہو ایسے شخص کی تقریر و تحریر میں اس کے دل کے اندھیروں کی نحوست شامل ہوگی۔ لہٰذا نہ اس کی تقریر سنو نہ اس کی تحریر پڑھو۔ اگر وہ قرآن و حدیث بھی پڑھائے گا اور کہے گا کہ قَالَ اللّٰہُ وَقَالَ الرَّسُوْلُ صلی اللہ علیہ وسلم تو اس کے دل میں جو باطل عقیدے ہیں مثلاً صحابہ کا بغض بھرا ہوا ہے یا کوئی بھی بدعقیدگی اس کے دل میں ہے تو یاد رکھو اس کی تقریروں کے سننے سے اور اس کی تحریروں کے پڑھنے سے دل میں اندھیرے پیدا ہوں گے جیسے کوئی حلوہ کھا رہا ہو مگر چمچے میں پاخانہ لگا ہو تو حلوہ تو اچھا ہے نا لیکن پاخانے کی آمیزش سے اس حلوہ سے قے ہونے لگے گی۔ قرآنِ پاک اور حدیث پاک کا کیا کہنا ہے لیکن جس ظالم کے دل کے اندر نجاست بھری ہوئی ہے اس کا علم گمراہی و ضلالت پھیلائے گا۔ اِس لئے جس مقرر اور جس مصنف کو اللہ والوں نے گمراہ قرار دیا ہو، نہ اس کی کتاب دیکھو، نہ اس کی تقریر سنو، نہ اس کے مصلے پر نماز پڑھو، اس کی ٹوپی و لباس بھی مت پہنو کیونکہ دل میں اگر گندگی ہوتی ہے تو اس کے مصلے اس کی ٹوپی اس کے لباس اس کی تسبیح، اس کے مکان غرض اس کی ہر چیز

میں ظلمت و نحوست کا اثر ہوتا ہے۔

صحبتِ اہل اللہ کے انوار و برکات

اس کے برعکس اللہ والوں کی کیا شان ہے؟ جس زمین پر سچے اللہ والے رہتے ہیں اس زمین پر جا کر سو قتل کے مجرم کی بھی معافی ہوتی ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ سو قتل کے مجرم کو حکم ہوا کہ جاؤ جہاں میرے خاص بندے رہتے ہیں وہاں کی زمین پر جا کر توبہ کرو تو ہم قبول کریں گے سبحان اللہ اس مٹی کو اللہ عزت دیتا ہے۔ جس پر سچے اللہ والے رہتے ہیں۔

مطالعۂ کتب کے متعلق ایک اہم مشورہ

اس لیے حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ جب کوئی کتاب پڑھو، اپنے بزرگوں سے مشورہ کر لو کہ کیا میں فلاں کی تصنیف پڑھوں یا نہیں، بزرگانِ دین سے مشورہ کر کے پڑھو۔ پس اگر کسی کو تفسیر دیکھنی ہے تو تفسیر علامہ شبیر احمد عثمانی کی اور تفسیر معارف القرآن مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور بیان القرآن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی دیکھو۔ جن کی دیانت، جن کا دین مستند ہے ان سے دین سیکھو۔ جب مستند چیز ملے تو غیر مستند دکان سے کیوں خریدتے ہو۔ جب مستند دکانیں معلوم ہو جائیں کہ یہ مٹھائی والے اصلی گھی اور صحیح چیزیں ڈالتے ہیں تو سب انہیں دوکانوں سے خریدتے ہیں اور کسی دوکان کے بارے میں معلوم ہو کہ یہ مٹھائی والے کبھی ایسی چیزیں ڈال دیتے ہیں جن سے کینسر پیدا ہو جاتا ہے تو اس دوکان سے خریدنا جائز نہیں۔

دین کس سے سیکھنا چاہیئے

اسی طرح جس سے دین حاصل کرنا ہے پہلے خوب تحقیق کرلو تم کس سے دین سیکھ رہے ہو۔ جس لوٹے سے پانی پینا چاہتے ہو پہلے اس میں جھانک کر دیکھو کہ اس کے اندر کیا ہے کہیں کوئی غلاظت تو نہیں ملی ہوئی ہے۔ علامہ محی الدین ابوزکریا نووی نے شرح مسلم میں حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہا اِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ دِيْنٌ فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَأْخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ (صفحہ ۱۱ جلد ۱) اس علم کا حاصل کرنا عین دین ہے کہ پہلے تم خوب تحقیق کرلو کہ دین تم کس شخص سے حاصل کر رہے ہو اور اس نے دین کس سے سیکھا ہے ورنہ اندیشہ ہے کہ وہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے بجائے کسی اور جگہ پہنچا دے۔ اَلْاِسْنَادُ مِنَ الدِّيْنِ (شرح مسلم صفحہ ۱۲ جلد ۱) یہ قول حضرت عبداللہ ابن مبارک کا ہے کہ اسناد کی دین میں بہت خاص اہمیت ہے جس کا سلسلۂ اسناد راستے میں منقطع ہوجائے اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک نہ پہنچے سمجھ لو کہ ایسے اشخاص اور ایسے افراد سے دین سیکھنا جائز نہیں۔ سمجھ لو کہ یہ لوگ صورتاً دیندار بنے ہوئے ہیں حقیقت میں ان کو دین حاصل نہیں کیونکہ یہ اہلِ اسناد سے وابستہ نہیں رہے اور انہوں نے دینی تربیت حاصل نہیں کی۔ خود مولوی نہیں ہیں مولوی بنے ہوتے ہیں یا اگر اصطلاحی مولوی بھی ہیں تو بغیر تربیت کے ہیں کیونکہ ان کا کوئی استاد نہیں ہے۔ اس لئے بعض احباب کو میں نے ہنسی ہنسی میں قاعدہ کلیہ بتا دیا کہ اس کو بابا مت بناؤ جس کا اگلا کوئی بابا نہ ہو۔ لَا تَأْخُذُوْهُ بَابًا مَنْ لَّا بَابَا لَهٗ۔ جب کسی سے دین سیکھو تو معلوم کرو

کہ آپ نے کس سے تربیت کرائی، آپ نے کہاں سے دین سیکھا۔ آپ خود فیصلہ کیجئے کہ کتنا ہی بڑا حکیم ڈاکٹر ہو مگر کسی پرانے ڈاکٹر حکیم کے ساتھ نہ رہا ہو تو قبرستان آباد کرے گا۔ حضرت سعدی شیرازی نے ایک حکیم کا قصہ لکھا ہے کہ اپنے شاگردوں کے ساتھ قبرستان گیا اور آستین سے اپنا منہ چھپا لیا۔ شاگردوں نے سوال کیا کہ اُستاد آپ آستین سے منہ کیوں چھپاتے ہیں۔ کہا ارے میں خالی کتاب پڑھ کر آیا تھا، کسی سے تربیت نہیں لی یہ سب میرے ہی غلط علاج کے مارے ہوئے ہیں، مجھے اِن مُردوں سے شرم آرہی ہے۔ اس لئے یاد رکھو کتنا ہی بڑا عالم ہو۔ اس کو تربیت یافتہ ہونا چاہئے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بڑے پیر صاحب فرماتے ہیں کہ اے علماء کرام مدرسوں سے نکل کر مسجدوں کے منبر پر مت بیٹھو ورنہ متکبر بن جاؤ گے تم سے بجائے فیض کے گندے اخلاق پیدا ہوں گے۔ پہلے جاؤ کسی اللہ والے سے اپنے نفس کو مٹاؤ اور اخلاص حاصل کرو پھر منبر تمہارا منبر ہوگا، تڑپتے ہوئے دِل سے جب بیان کرو گے تو تمہارے منبر سے ہزاروں ولی اللہ بنیں گے۔ ورنہ تم گالیاں دو گے اور ایک دوسرے کی کاٹ کرو گے، تفرقہ اندازی اور پارٹی بازی کرو گے۔ جب دِل میں اللہ نہ ہوگا تو اہیں واہیات میں زندگی ضائع کرو گے۔

عشق و محبّت کے حدود

آج کل ایک مرض اور ہے" ارے مولانا اس میں کیا حرج ہے" کہ ہم نے یوں کرلیا یا دوں کرلیا۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ آپ کسی درزی کو نمونہ کے لئے ایک کرتہ دیدیں لیکن درزی نے ایک بالشت اور زیادہ کر دیا تو آپ کیا کہیں گے؟

درزی کہتا ہے کہ صاحب اس میں کیا حرج ہے میں نے تو آپ کے ساتھ بھلائی کی کہ کرتہ ایک بالشت زیادہ لمبا کر دیا ورنہ صوفی صاحب! آپ کا کپڑا ضائع ہو جاتا تو آپ کیا ناراض نہ ہوں گے کہ پھر میں نے نمونہ کس لئے دیا تھا؛ تم نے اس کے خلاف کیوں کیا۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں فرماتے ہیں لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۔ اے دنیا والو! میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے لئے نمونہ بنا کر بھیج رہا ہوں، تمہیں ان کے نمونے پر مرنا جینا ہے۔

اُسوۂ حسنہ کے خلاف کوئی عمل قبول نہیں

تم کو اختیار نہیں کہ جہاں چاہو بڑھا لو اور جہاں چاہو کم کر لو مغرب کی تین کے بجائے چار رکعات پڑھ لو کہ اس میں کیا حرج ہے، حرج یہ ہے کہ قبول نہ ہوگی۔ اذان لا الٰہ الا اللہ پر ختم ہوتی ہے اگر کوئی مؤذن اذان کے آخر میں محمد رسول اللہ بھی لگا دے تو بتایئے اس کی اذان قبول ہوگی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حد بندی، جو میٹر، جو نمونہ پیش کیا اسی نمونہ پر ہماری نجات ہوگی، اس لئے سنت کے خلاف کوئی کام کتنا ہی اچھا لگے وہ ہرگز قبول نہیں ہو سکتا۔ اس کا حُسنِ ظاہری مت دیکھو اس کی خباثت اور مردودیت کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ کے خلاف ہے۔ قیامت کے دن جب یہ لوگ پیش کیے جائیں گے اور کہیں گے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بھی جام کوثر پلا دیجئے تو فرشتے کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو آپ کے دین میں نئی نئی باتیں نکالتے رہتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو حوضِ کوثر سے بھگا دیں گے۔ اس جملہ سے وہ لوگ

توبہ کریں جو کہتے ہیں کہ اس میں کیا حرج ہے۔ جو نمونہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونے سے خلاف ہے اِس میں حرج ہی حرج ہے، نقصان ہی نقصان ہے۔

اب دو وظیفے بتاتا ہوں تاکہ آپ لوگوں نے آج جو وعدہ کیا ہے اس پر قائم رہنے کی ہمت حاصل ہو اور آئندہ پست ہمتی نہ ہو، شیر بننے کا جو ارادہ کیا ہے، ایسا نہ ہو کہ پھر شیطان ہم کو لومڑی بنا دے۔ شیطان ایسا چال باز ہے کہ ذرا سی دیر میں شیرانِ خدا کی گردن پکڑ کر دبا دیتا ہے اور ان کو چھوٹا سا ترِ کا کر کے لومڑی بنا کر پیچھے دم بھی لگا دیتا ہے یعنی نیکوں کو فاسق بنا دیتا ہے۔

شیطان کی ایجاد اور اس کا ضررِ عظیم

بدعت شیطان ہی نے ایجاد کی ہے۔ کیونکہ شیطان نے دیکھا کہ میں ان سے گناہ کراتا ہوں اور یہ ظالم نادم ہو کر گناہ سے توبہ کر لیتے ہیں اور توبہ کر کے میری محنت کو رائیگاں کر دیتے ہیں اور یہ بخشے بخشائے ہو جاتے ہیں اس لیے ایسی چیز ایجاد کرو جس سے اِن کو توبہ نصیب نہ ہو۔ لہٰذا اس نے بدعت ایجاد کی کیونکہ بدعت کو یہ ثواب سمجھ کر کریں گے اور جس کام کو ثواب سمجھ کر، دین سمجھ کر، کریں گے تو توبہ کیسے نصیب ہو گی۔ کتنی بڑی چال ہے شیطان کی۔

استقامت علی الدین کے لیے دو اہم وظیفے

لہٰذا دو وظیفے پیش کرتا ہوں تاکہ دین پر استقامت رہے۔ نمبر ۱ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ ہر نماز کے بعد سات مرتبہ پڑھ لیجئے اور اول آخر درود شریف صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ

الْاُمِّیِّ اور دعا کرو کہ اے خدا! اس کی برکت سے مجھے نیک عمل کی توفیق دے دے اور گناہ چھوڑنے کی ہمت دے دے۔

دوسرا عمل اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْكِ الْمَعَاصِیْ۔ اے اللہ! ہم پر اپنی خاص رحمت نازل کر دے جس سے ہم گناہ چھوڑ دیں۔

مالک تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے اپنے غلاموں کو پیغام دوستی

اے دنیا والو! اللہ اللہ ہے

اور اے غلامو! مالک مالک ہے جو مستغنی ہے تمام عالم سے لیکن کیا کرم ہے کہ اس کریم مالک نے پیغام دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے' اپنے غلاموں کی طرف مالک نے دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے' اپنے غلاموں سے دوستی کی میری طرف سے پہل ہوئی ہے تم نے پہل نہیں کی' گناہ چھوڑنے میں تم نے پہل نہیں کی' میں تم سے کہتا ہوں کہ گناہ چھوڑ دو اور میرے ولی بن جاؤ کیونکہ میری ولایت گناہ چھوڑنے پر ہی موقوف ہے جیسا کہ میں نے قرآن پاک میں نازل فرما دیا کہ اِنْ اَوْلِیَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ۔ میرے اولیاء صرف وہ ہیں جو گناہوں سے بچتے ہیں تو پیغام دوستی اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے دیا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ نازل فرما کر دوستی کا ہاتھ اپنے غلاموں کی طرف اللہ تعالیٰ نے بڑھایا ہے اے ایمان والو تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم میرے دوست ہو جاؤ تو دوستی کی پیش کش اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوئی ہے کیا یہ ان کا کرم نہیں ہے؟

ولی اللہ بننے کا طریقہ

لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ گناہ چھوڑنے کی ہمت تم کو کب ہوگی۔ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ

جب اہلِ تقویٰ کی صحبت میں رہو گے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ اور صادقون اور متقون ایک ہی چیز ہے لیکن صادقین اِس لیے نازل فرمایا تاکہ متقی سچا ہو کیونکہ بعض لوگ صورت تو اہلِ تقویٰ کی بنالیتے ہیں لیکن تقویٰ میں صادق نہیں ہوتے۔ لہٰذا صدق فی التقویٰ مطلوب ہے اِس لئے بجائے متقین کے یہاں صادقین اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔

مَیں نے یہ چند باتیں عرض کر دیں کہ زندگی میں ایک بار اپنے بزرگوں کے ساتھ ایک چلہ لگالو۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ زندگی میں کم از کم چالیس دن کسی اللہ والے کے در پر بستر لگا دو اور باہمت نکلو پھر دیکھو کیا ملتا ہے۔ میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ اس مُبارک مہینہ میں ہم کو تمام گناہ چھوڑنے کی ہمت عطا فرمائیں تاکہ ہم سچے عاشق رسول بن جائیں۔

نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سُنّت کے راستے

(عارف باللہ حضرت مولانا شاہ محمد اختر صاحب مدظلہم العالی)

نذرانۂ عقیدت

[illegible]

عبد و سلطاں کھڑے ایک صف میں

کیا شرف تھا رسالت کی شاں میں

فرق کالے و گورے کا تو نے

کس طرح سے مٹایا جہاں میں

جو چلا تیرے نقشِ قدم پر

کامراں ہے وہ دونوں جہاں میں

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
منزلِ قربِ الٰہی کا
قریب ترین راستہ
سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۳۷
عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم
www.ahlehaq.org

فہرست

○

ارض و سما سے غم جو اٹھایا نہ جا سکا
وہ غم تمہارا دِل ہے ہمارا لئے ہوئے

○

(عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ العالی)

منزلِ قُربِ الٰہی کا قریب ترین راستہ

۲۲ ذوالحجہ ۱۴۱۹؁ھ مطابق ۱۹ اپریل ۱۹۹۸؁ء بروز اتوار مرشدنا و مولانا عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کے ایک خادم حافظ محمد طارق صاحب کی درخواست پر حضرت والا بعد فجر سمندر کی سیر پر تشریف لے گئے۔ حافظ محمد طارق صاحب پاکستان بحریہ میں لیفٹیننٹ ہیں اور ان کا مقصد یہ تھا کہ حضرت والا کی تشریف آوری سے بحریہ کے افسران اور دیگر احباب حضرتِ اقدس کی صحبت بابرکت سے فیض یاب ہوں۔ سیر کے بعد بحریہ کے جہاز پی این ایس ٹیپو سلطان پر ناشتہ کا انتظام کیا گیا اور اس جہاز پر ہی حضرت والا کا یہ بیان ہوا۔ (مرتب)

حضرت والا جب جہاز پر تشریف لاتے تو بتایا گیا کہ اس جہاز کا نام پی این ایس ٹیپو سلطان ہے تو فرمایا مسلمان چلے گئے لیکن ان کے نام اور ان کے کارنامے رہ گئے اور فساق و نافرمان چلے گئے اور ان کے ظلم اور ان کی لعنتیں رہ گئیں۔ اسی کو مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

نیکواں رفتند و سنّت ہا بماند　　　وز لئیماں ظلم و لعنت ہا بماند

نیک لوگ چلے گئے اور ان کے نیک طور طریقے رہ گئے اور کمینے لوگ ظلم و لعنت چھوڑ گئے پھر فرمایا کہ سمندر پر اگر خالق سمندر کی بات نہیں سنی تو پھر سمندر کا کچھ مزہ نہیں۔ اگر اللہ کا نام نہ لیا جائے اور اللہ کی محبت کی کوئی بات نہ ہو تو پھر عالم ہمارا عالم نہیں کائنات ہماری کائنات نہیں۔ دُنیا ہماری دنیا نہیں، سمندر ہمارا سمندر نہیں، جہاز ہمارا جہاز نہیں اور جب محبت سے ان کا نام لے لیا تو بس سمجھ لو ؎

جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری
اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!

اصلی عزت اہلِ دین کو ملتی ہے

میرے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کے والد صاحب نے فرمایا کہ جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا کہ میرے لئے کیا لایا؟ تو میں مولانا ابرار الحق کو پیش کر دوں گا۔ میرے پانچ بیٹے تھے ایک بیٹے کو عالم بنایا اسی کو لایا ہوں۔ چار بیٹے انگریزی داں ہیں اور بڑے بڑے پروفیسر ایڈوکیٹ وغیرہ تھے لیکن حضرت کی عزت سے آج ان کو عزت مل رہی ہے، حضرت کا نام لیتے ہیں کہ مولانا ابرار الحق صاحب کا بھائی ہوں۔ یہ نہیں کہتے کہ میں علی گڑھ کا پروفیسر ہوں۔ ایسے ہی بعض لوگوں کو ایسے شاگرد مل گئے کہ مولانا شمس الحق صاحب فرید پوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جب مجھ سے قیامت کے دن اللہ تعالےٰ

پوچھے گا کہ تو کیا لایا تو میں اپنے شاگرد مولانا ہدایت اللہ صاحب کو پیش کر دوں گا کہ اِن کو لایا ہوں۔ بہت بڑے عالم ہیں یہ۔ مولانا تقی عثمانی صاحب نے فرمایا کہ ایشیا میں کوئی اتنا بڑا محدث نہیں تھا جیسے کہ مولانا ہدایت اللہ صاحب تھے اور وہ بیعت مجھ ہی سے ہوئے جب کہ بہت سے اکابر بھی زندہ تھے۔ بڑوں کی زندگی میں ہی اُن کے دِل میں اللہ تعالیٰ نے میری ہی محبت ڈال دی تھی۔ ابھی حال ہی میں ان کا انتقال ہوا تو مَیں نے دِل میں سوچا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا تو کہہ دوں گا کہ مَیں ایک مرید مولانا ہدایت اللہ لایا ہوں جو ایشیاء کا سب سے بڑا محدّث تھا۔

حفاظتِ نظر کا حکم عینِ فطرتِ انسانی کے مُطابق ہے

تو ایسے ہر ایک نے اپنے لِئے کچھ سوچا ہے کہ کسی مقبول بندے کی خدمت کا موقع مِل جائے لیکن مقبول بننے کا کیا طریقہ ہے؟ میرے دِل میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ایک بات ڈالی ہے کہ جو لوگ حسینوں سے اور عورتوں سے اور نمکینوں سے اپنی نظر کی حفاظت کرتے ہیں اس زمانے کے بہت بڑے ولی اللہ ہیں اور یہ ہمارا مشکل پرچہ نہیں۔ یہ ہماری فطرتِ انسانیت اور خواہشِ انسانیت کے مُطابق ہے۔ کوئی شریف انسان نہیں چاہتا کہ کوئی میری بیٹی اور میری بیوی کو یا میری ماں کو بُری نظر سے دیکھے۔ کون انسان ایسا بے غیرت ہوگا جو ایسا چاہے گا تو عینِ فطرتِ انسانی کے مُطابق اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دے دیا۔ قرآن پاک میں کہ قُلْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

آپ فرما دیجئے کہ تمہاری اس خواہش انسانیت کے مطابق ہم قانون ہی بنا دیتے ہیں کہ کوئی کسی کی بہو بیٹی کو نہ دیکھے۔ جب کوئی نہ دیکھے گا تو دوسروں کی بہو بیٹیاں بھی محفوظ رہیں گی اور تمہاری بہو بیٹیاں بھی محفوظ رہیں گی۔

ایک نوجوان سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے زنا کی اجازت دے دیجئے، میرے اندر حسن پرستی ہے۔ آج کل کوئی ایسا سوال کرے تو شاید مولوی بھی اس کو طمانچہ مار دے گا۔ اور نہ جانے کمینہ اور خبیث کیا کیا کہے گا مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ڈانٹا نہیں اور فرمایا بیٹھ جاؤ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے ایک سوال کرتا ہوں کہ اگر کوئی تمہاری ماں کے ساتھ زنا کرنے کی درخواست کرے تو کیا تم اجازت دو گے؟ یہ تعلیم نبوت کا پیارا انداز دیکھئے، نرالا انداز۔ اس نے کہا کہ تلوار نکال کر اس کا کام تمام کر دوں گا۔ پھر فرمایا تم اپنی بہن کے ساتھ اجازت دو گے، اپنی خالہ اور پھوپھی کے ساتھ اجازت دو گے تو اس نے یہی کہا کہ میں تو تلوار نکال کے جان ہی سے ختم کر دوں گا اس خبیث کو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جس عورت کے لئے اجازت طلب کرتے ہو وہ کسی کی ماں ہوگی، کسی کی بہن ہوگی، کسی کی خالہ ہوگی، کسی کی پھوپی ہوگی، کسی کی بیٹی ہوگی۔ بس اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک اس کے سینے پر پھیرا اور دعا کی۔

اَللّٰھُمَّ حَصِّنْ فَرْجَہٗ وَاغْفِرْ ذَنْبَہٗ وَطَھِّرْ قَلْبَہٗ

اے اللہ! اس کی شرم گاہ کی حفاظت فرما، اس کا دل پاک کر دے اور اب تک

جو کچھ اس سے گناہ ہوا اس کو معاف کردے۔ راوی کہتے ہیں کہ مرتے وقت تک پھر کبھی زنا کا وسوسہ بھی نہیں آیا۔

تو معلوم ہوا کہ نظر کی حفاظت ہماری طبعی اور فطری اور عقلی اور معاشرتی اور بین الاقوامی عزت و آبرو کی خواہش ہے۔ ہماری اس فطرت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے یہ قانون بنا دیا۔ بے غیرت اور کمینہ انسان ہی نعوذ باللہ اس کو ظلم کہے گا ورنہ بتاؤ کیا اللہ تعالیٰ نے ہماری آبرو کی حفاظت نہیں فرمائی ؟

تصویر کی حُرمت کا راز

اسی لیے تصویر کھینچنا بھی حرام ہے۔ اس کی علت اللہ تعالیٰ نے رنگون میں مجھے عطا فرمائی۔ ایک نیا مضمون عطا فرمایا جو میں نے نہ کہیں پڑھا نہ سنا مگر یہ میرے ہی بزرگوں کی دعاؤں کا صدقہ۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مضمون عطا فرمایا کہ اگر تصویریں جائز ہوتیں تو کوئی نانی اماں یا حاجن اماں جو حج کرکے آتیں تو ہاتھ میں تسبیح لیے ہوتے اس کی تصویر ہوتی۔ لیکن ساتھ ہی پندرہ سال کی فوٹو بھی لگی ہوتی ہے تو جو اس کو دیکھتا اس کے دماغ پر کیا تاثر ہوتا کہ یہ موجودہ نانی اماں جوانی میں اتنی حسین تھیں تب تو نہ جانے کیا کیا ہوا ہوگا۔ بتاؤ بدگمانی آتی یا نہیں۔ وسوسے آتے یا نہیں۔ پس تصویر کشی کو حرام فرما کر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی آبرو کو تحفظ بخشا ہے۔ ایسے ہی اگر پیغمبروں کی بھی تصویریں ہوتیں تو ان کی جوانی اور بچپن کی تصویریں دیکھ کر اگر کسی کے دل میں برا خیال آجاتا تو اس کا ایمان ہی چلا جاتا۔

تاثیرِ حُسن پر نصِ قطعی

تو حضرت یوسف علیہ السلام کا حُسن کیسا تھا۔ لوگ کہتے ہیں کہ میاں یہ مولویوں کو کیا ہوگیا ہے

کو حسینوں کے حُسن سے اتنے متاثر ہوتے ہیں اور ان سے بچنے کی ہر وقت ترغیب دیتے ہیں لیکن ارے ظالم اور جاہل حسن کے تاثر اور اثر کو تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں نازل فرمایا کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نکلے تو زلیخا نے مصر کی خواتین کے ہاتھوں میں چاقو اور لیموں دے دیا کہ جب وہ نکلیں تو لیموں کاٹ دینا اور حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ اُن کے سامنے سے گذر جائیے۔ ان کو دیکھتے ہی زنانِ مصر کا کیا حال ہوا ؎

ترے جلووں کے آگے ہمت شرح و بیاں رکھ دی
زباں بے نگہ رکھ دی نگاہِ بے زباں رکھ دی

اور سب نے لیموں کے بجائے اپنی اپنی انگلیاں کاٹ لیں۔ اِس واقعہ کو قرآنِ پاک میں نازل کرنے سے اللہ تعالیٰ کا کیا مقصد ہے۔ کیا قرآن نعوذ باللہ کوئی قصہ کہانی کی کتاب ہے۔ اِس میں قیامت تک کے لئے اللہ تعالیٰ نے عظیم الشان ہدایت دے دی کہ حُسن سے بہت احتیاط کرنا اور حُسن کی جادوگری اور تاثیر کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک سے ثابت کر دیا کہ احمقوں کی طرح زیادہ بہادر مت بننا اور حُسن سے نظر کی سختی سے حفاظت کرنا۔ بہادری مت دکھانا۔ اگر بہادری کامیاب ہوتی تو ہم سورۂ یوسف میں یہ واقعہ نازل نہ کرتے۔ چنانچہ جنہوں نے حفاظت نہ کی ان کی داڑھیاں تک مُنڈ گئیں، خاتمہ ایمان کے بجائے کُفر پر ہو گیا۔ کتنے کرچین ہو گئے اس عشق بازی میں۔

دریائے خُونِ آرزُو قُربِ الٰہی کا راستہ ہے

تو یہ مضمون اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا کہ اس زمانہ میں

جبکہ بے پردگی عام ہے جو لوگ اپنی نظریں بچا رہے ہیں تو ہر نظر بچانے سے ان کا دِل ٹوٹتا ہے، زخمِ حسرت لگتا ہے اور ان کی تمناؤں کا خون ہوتا ہے، ان کا بھی دِل چاہتا ہے کہ ایک نظر ہم بھی دیکھ لیں لیکن ہر وقت اللہ کے حکم کی عظمت اور حکم کا احترام پیشِ نظر رکھتے ہوئے اپنے دِل کو توڑتے رہتے ہیں اور خدائے تعالیٰ کے حکم کو نہیں توڑتے تو ایسے شخص کی بندگی کو کس کی بندگی پا سکتی ہے، جو بندہ اپنے دِل کو توڑتا ہے اور اللہ کے قانون کا احترام کرتا ہے۔ اس سے بڑا شریف کون ہے اور اس سے بڑا بے غیرت کون ہے جو قانون کو توڑ کر چوروں کی طرح حرام لذت اپنے دِل میں امپورٹ کرتا ہے۔ اس لیے اختر نے نام ان کا رکھا ہے نمک چور۔ حسینوں کا نمک چرانے والے کا نام میں نے نمک چور رکھا ہے۔ یہ نمک حلال نہیں ہے نمک حرامی کر رہا ہے اللہ جس کو حرام فرماتے اس حرام مزے کو لوٹنے والا چور نہیں تو اور کیا ہے۔ اس کے چہرے پر بھی لعنت برستی ہے اور اس کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا لگتی ہے۔ لعن اللّٰہ النّاظر والمنظور الیہ واللہ کہتا ہوں آج سمندر پر، ایک عظیم الشان مخلوق کے اوپر یہ بیان کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو حفاظتِ نظر کی قدرت دی ہے۔

حفاظتِ نظر پر قدرت ہونے کی دلیل

نظر بچانے کی ہر گناہ سے بچنے کی خدائے تعالیٰ نے طاقت دی ہے۔ اس خبیث الطبع سے کہو کہ اگر ایک تھانے دار کہہ دے کہ یہ میرا حسین بیٹا ہے اور یہ میری حسین بیٹی ہے ذرا ادھر دیکھ کر دکھاؤ! پھر یہ دیکھے گا؟

کیوں؟ تھانے والے سے ڈر گئے اور اللہ تعالیٰ کی عظمتیں تمہارے سامنے کچھ نہیں۔ کیا یہ انتہائی گدھا پن اور سور پن اور کُتا پن نہیں ہے۔ کیا یہ انسانیت ہے کہ اپنے پیدا کرنے والے کے قانون کو توڑتے ہو اور حرام شیطانی لذت لیتے ہو۔ واللہ کہتا ہوں کہ طاقت ہے گناہ سے بچنے کی اگر قدرت نہیں تھی تو پولیس والے کی دھمکی سے کیسے آگئی۔ بس بے غیرتی مت کرو، حد سے آگے مت بڑھو ورنہ کسی بھی وقت اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوسکتا ہے کہ تم پولیس والوں اور انسانوں سے ڈرتے ہو اور اللہ کی عظمت تمہارے سامنے نہیں رہتی۔ کیسے صوفی ہو، گول ٹوپی کا تم نے کیا حق ادا کیا، کیوں خانقاہ میں رہتے ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں تمہاری گھٹی میں عادت ثانیہ بن چکی ہیں تو تم رزقِ الٰہی مت کھاؤ۔

شکستِ دل اور عباداتِ مثبتہ کے انوار

اور جو شخص ہر وقت اپنے دل کے ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے اور اللہ کے قانون کا احترام کرتا ہے تو اس کے تمام نفلی حج، عمرے، تلاوت نفلیں، وظیفہ و ذکر وغیرہ تمام مثبت عبادات کا نور جو دل کے اوپر ہوتا ہے دل کے ٹوٹنے سے سب دل کے اندر داخل ہوجاتا ہے جیسے جب تجلی کوہِ طور پر نازل ہوئی تو کوہِ طور شق ہوگیا اور تجلی پہاڑ کے اندر داخل ہوگئی۔ اگر پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے نہ ہوتا تو تجلی ظاہری سطح پر رہتی اندر داخل نہ ہوتی۔ اسی طرح عبادات مثبتہ کے انوار قلب کے اوپر رہتے ہیں لیکن جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی عظمت سے گناہ سے بچنے کا غم اُٹھا کر اپنا دل توڑتا ہے تو عبادات کے انوار دل کے ریزہ ریزہ میں داخل ہوجاتے ہیں۔ ایسے شخص کے قلب پر تجلیاتِ متواترہ، وافرہ، بازغہ

۱۰

نازل ہوتی ہیں۔ جو ہر لمحہ اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کے لیئے توڑتا ہے، وہ ہر وقت تجلیات کے عظیم الشان نزول کا موقف اور محل ہوتا ہے۔ میرے چند اشعار ہیں۔

غم سے ٹکڑے ہو گئے دل کے مگر
دل کے ہر ذرّے میں ہیں انوار ہُو

حسرتوں کے غم اگر ہیں راہ میں
سامنے جلوے ہیں اُن کے کُو بکُو

دیدۂ اختر ہے گو حسرت زدہ
دیدۂ دل دیکھتی ہے نور ہُو

قیامت کے دن ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ پوچھے کہ کیا لاتے ہو تو نظر بچانے والا یہ پیش کر سکتا ہے کہ اے خدا میں اپنے دل میں خونِ تمنا، زخمِ حسرت اور خونِ آرزو کی صراحی نہیں لایا، مٹکا نہیں لایا، حوض، تالاب اور جھیل نہیں لایا، دریا نہیں لایا، سمندر لایا ہوں۔ اختر کے اشعار ملاحظہ ہوں جو ان شاء اللہ درد میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

سُنو داستانِ مضطر ذرا دل پہ ہاتھ رکھ کر
یہ لہولہان کا منظر مرا سر ہے زیرِ خنجر

میرے خون کا سمندر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

یہ تڑپ تڑپ کے جینا لہو آرزو کا پینا
یہی میرا جام و مینا یہی میرا طورِ سینا

میری وادیوں کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

مری آہ کا اثر ہے ۔۔۔ مرے درد کا ثمر ہے
کہ جہاں بھی سنگ در ہے ۔۔۔ مرے آنسوؤں سے تر ہے
مری عاشقی کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

وہ جو خالق جہاں ہے ۔۔۔ وہی میرا رازداں ہے
مرا حال خود زباں ہے ۔۔۔ مرا عشق بے زباں ہے
کسی بے زباں کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

مرا غم خوشی سے بہتر ۔۔۔ مرا خار گل سے خوشتر
مری شب قمر سے انور ۔۔۔ غم دل ہے دل کا رہبر
غم رہنما کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

خونِ آرزو مقبول عمل ہے

بس یہی کہو خدا سے کہ اے اللہ! ایک دریائے خون آپ کی خدمت میں لایا ہوں اور عبادات پر تو فی لگ سکتی ہے، اگر اللہ پوچھے کہ تم نے نمازیں پڑھیں لیکن حضورِ قلب سے پڑھیں یا نہیں؟ تم نیت باندھے میرے سامنے ہوتے تھے اور دل تمہارا بسکٹ فیکٹری میں ہوتا تھا۔ بتایئے فی لگ سکتی ہے یا

نہیں ؟ روزہ رکھا تو روزہ کا کیا حق ادا کیا۔ روزہ رکھے ہوئے تم نے بدنظری کی یا غیبت کی۔ حج کیا تو اس کا کیا حق ادا کیا۔ حرمین شریفین میں بھی تم نے اپنی نظر کی حفاظت نہیں کی' اس مُبارک سرزمین پر بھی تم نے گناہ کئے لیکن اس دریائے خُونِ پران شاء اللہ کوئی فی نہیں لگے گی کیونکہ اس دریائے خُون کی کائنات میں کسی کو خبر نہ تھی سوائے خدا کے لہٰذا اے اللہ! ہم آپ کے لئے دریائے خون لائے ہیں' اپنی تمناؤں کا خون اپنی آرزوؤں کا خُون اس کو آپ قبول فرمالیں۔ یہی ہماری نجات کا کافی ذریعہ ہے۔ آپ کے کرم کے صدقے میں۔

تصوّف احسان خُونِ آرزو کا نام ہے

یہ مضمون ہر جگہ نہیں سُن پاؤ گے' سارے عالم میں سفر کرو یہ مضمون بہت کم پاؤ گے کیونکہ دریائے خُون سے گذرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں' حج عُمرہ کرلینا آسان ہے تقویٰ سے رہنا مشکل ہے۔ بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کے گھر سے دور ہیں لیکن گھر والے کو دِل میں لئے ہوئے ہیں یعنی کعبہ والا ان کے دِل میں اپنی تجلیاتِ خاصہ سے متجلی ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے قربِ خاص سے مشرف ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو ایک لمحہ ناراض نہیں کرتے۔ اسی کی مشق کا نام تصوف ہے۔ اسی کی مشق کا نام' احسان' ایمان اور اسلام ہے۔ جس کی زندگی کی ہر سانس اللہ تعالیٰ پر فدا ہو' ایک سانس بھی نمک حرامی نہ کرتا ہو یہ اللہ کا پیارا بندہ ہے اور فعلِ بد کرنے والا کیا یہ نمک حرام نہیں ہے؟ یہ لفظ سخت ہے مگر میں بھی مجبور ہوں۔ میں اپنے دردِ دل سے مجبور ہوں۔ جس نمک کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا۔ اس حرام نمک

کو مت دیکھو جان دے دو مگر اللہ تعالیٰ کو ناراض نہ کرو۔ جس میں اللہ تعالیٰ پر جان دینے کا جذبہ نہیں وہ گدھے اور کتے سے بدتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جان اسی لیے دی ہے کہ جان اپنے خالقِ جان پر فدا کردیں اور دُنیا میں اسی لیے بھیجا ہے، عیش کرنے کے لئے نہیں بھیجا۔ اگر عیش کرنے کے لئے بھیجتے تو اللہ تعالیٰ عاشقوں کو قیامت تک زندہ رکھتے اور حسینوں کو بھی قیامت تک زندگی دیتے، قبرستان میں انہیں مُردہ نہ ہونے دیتے لیکن دیکھ رہے ہو کہ حسینوں کا جغرافیہ زندگی ہی میں ایسا خراب ہوجاتا ہے کہ بڑے بڑے عاشق انہیں دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ساری عاشقی ناک کے راستہ سے نکل جاتی ہے۔ یہ لوگ اسی معشوق سے بھاگتے ہیں جیسے مرنڈا اور انڈا کھلایا ہے تھے اس کو پھر دیکھتے بھی نہیں۔ ایک معشوق کا جغرافیہ سن لیجئے۔ سولہ سال کی عمر میں ایک شخص اس کے حُسن پر عاشق ہوا۔ پھر بہت عرصہ کے بعد اس سے ملا تو کھوپڑی کے اور داڑھی کے سب بال سفید۔ آپ کے اس ٹیچر یعنی اختر نے اِس کا فیچر اس شعر میں پیش کیا ہے۔ یہ تازہ شعر اسی ہفتہ کا ہے۔

مدت کے بعد جب نظر آیا وہ گُل رُخا
میں نے کہا کہ نانا میاں آپ کون ہیں

آہ! اگر لڑکی ہے تو پوچھے گا کہ نانی اماں آپ کون ہیں؟ آہ! مست حیات کو ضائع کرو۔ دردِ دل سے کہتا ہوں۔ میری آہ کی ناقدری مت کرو۔ میں اپنی آہ کو اللہ تعالیٰ تک پہنچا رہا ہوں ورنہ سمجھ لو مقدمہ چل جائے گا کہ تم نے اپنے شیخ کی آہوں کو کیوں ضائع کیا۔ میری آہ کو ضائع نہ کرو۔ نہ ہم ضائع کریں آپ کو نہ آپ ہمیں۔

بس آج اس عظیم الشان مخلوق سمندر پر ہم سب عہد کریں کہ آج سے اللہ تعالیٰ کو ایک لمحہ کے لیے ناراض نہیں کریں گے۔ سمندر اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے، اتنا پانی کوئی سائنسدان پیدا نہیں کرسکتا۔ آپ بتائیے ہے کوئی سائنسدان جو یہ کہے کہ میں سمندر کا خالق ہوں، میں خالق نمک ہوں، نہیں آپ سمندر کے خالق نہیں ہیں، نہ نمک کے خالق ہیں، نمک تو خالق نے پیدا کیا ہے، صرف سمندر سے نمک کو آپ نے چرا لیا ہے اور اگر سائنسدان مومن ہے تو خالق نمک کا شکر ادا کرے گا کہ اللہ تعالیٰ نے عقل دی جس سے ہم نے اس سمندر سے نمک حاصل کرلیا۔ بس ایک لمحہ حیات اللہ تعالیٰ کو ناراض نہ کرو، اس کو ہی سیکھنے کے لیے سفر و حضر میں اختر کا ساتھ دو ورنہ مرنے کے بعد کوئی فیکٹری، کوئی کارخانہ، کوئی بزنس حتیٰ کہ ہمارا جسم، ہمارے ہاتھ پاؤں، ہماری آنکھیں کچھ کام نہیں آئیں گی۔ حرام لذت حاصل کرنے والی آنکھیں کچھ ساتھ نہیں دیں گی، اللہ تعالیٰ اس پر مقدمہ قائم کریں گے

چشم گوید کردہ ام غمزہ حرام

یہ آنکھیں گواہی دیں گی کہ اے خدا! کسی نمکین اور حسین کو یہ خبیث تکتا، سور سے بدتر انسان چھوڑتا نہیں تھا۔ ہر ایک کو للچائی نظر سے دیکھتا تھا۔ بولو یہ آنکھیں کام آئیں گی یا مقدمہ قائم کریں گی پھر پتہ چل جائے گا کہ لیکن وہاں پتہ چلا تو کیا چلا، عقلمند بندہ وہ ہے جو مرنے سے پہلے ہی تیاری کرلے اور اس دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرلے یعنی گناہوں سے بچ جائے اور واللہ کہتا ہوں کہ گناہوں سے بچنے کی ہمت موجود ہے اگر ہمت طاقت نہ ہوتی تو تقویٰ فرض نہیں ہوسکتا تھا۔ پھر تو ظلم ہوجاتا اور اللہ ظلم سے پاک ہے۔ بات یہ ہے کہ ہماری طبیعت

صحیح نہیں رہی، طبیعت میں حیا نہیں رہی اور غیرت ہی نہیں رہی۔ ابھی ایک غنڈہ جوتا لے کر کھڑا ہو جائے کہ دیکھو تم ذرا میں دیکھوں کہ آج کیسے تم دیکھتے ہو۔ کیا بات ہے غنڈوں سے ڈر گئے۔ معلوم ہوا کہ قلب میں شرافت نہیں ہے۔ پالنے والے کی ربوبیت کا حق ادا کرنا ہمیں نہیں آتا۔ ہم جوتوں سے ڈر کر گناہ چھوڑتے ہیں۔ اب بتاؤ ربّ العالمین کا کیا حق ہے۔ دو بیٹے ہیں ایک بیٹا کہتا ہے کہ چونکہ ابا نے ہم کو پالا ہے اس لیے ہم ان کے فرمانبردار ہیں' پالنے کی وجہ سے میں اپنے ماں باپ کو ناراض نہیں کر سکتا اگرچہ وہ ڈنڈا نہیں مارتے۔ اور دوسرا کہتا ہے کہ ابا کی نافرمانی میں اس لیے نہیں کرتا کہ وہ ڈنڈا لگاتا ہے۔ بولو ان دونوں میں کون شریف ہے؟ جو اپنے والدین کی پرورش کا حق ادا کرتا ہے وہ شریف بندہ ہے تو ایسے ربّ العالمین کی پرورش کا شکر ادا کرو جو ہمیں پالتے ہیں ہم انہیں ناراض نہ کریں کچھ اللہ تعالیٰ کے نام پر شرافت کے نام پر اور حیا و بندگی کے نام پر اختر کی آہ کو قبول کر لو۔ بس اب دُعا کرنا کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو ہمت اور حوصلہ عطا فرما اور میرے دوستوں کو بھی حوصلہ عطا فرما۔ جانوروں اور سوروں اور کتّوں کی سی زندگی سے نجات عطا کر اللہ والی حیات ہم سب کو عطا فرما۔ ہماری بحریہ، بریہ اور فضائیہ کو اللہ تعالیٰ عظیم الشان طاقت دے اور اللہ تعالیٰ ہماری تمناؤں کے مُطابق فتح عظیم چاروں طرف عطا فرمائے اور دُنیا بھی عطا فرما اور دین بھی عطا فرما اور اس ملکِ پاکستان کو زمینی دولتوں اور سمندری دولتوں سے مالا مال فرمائے اور اپنے تعلق کی دولت سے بھی ہم سب کو مالا مال کر دے کہ اصل دولت یہی ہے۔ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ آمين يَا رَبَّ الْعَالَمِيْن۔

گردش میں کوئی خاک بھی ہے آسماں کے ساتھ

کرتی ہے عقل نشر محبت زباں کے ساتھ
لیکن بیاں ہے عشق کا آہ و فغاں کے ساتھ

کرتا کوئی دعا ہے فقط اس زباں کے ساتھ
لیکن زباں کسی کی ہے اشک رواں کے ساتھ

رہتی کسی کی خاک ہے اس خاکداں کے ساتھ
گردش میں کوئی خاک بھی ہے آسماں کے ساتھ

آنسو جو گر گئے ہیں محبت میں دوستو
گر کر زمیں پہ رہتے ہیں وہ اختراں کے ساتھ

گلشن ہوا ہے مجھ کو بیاباں بدون دوست
صحرا ہوا ہے رشک چمن دوستاں کے ساتھ

اختر کی یہ دعا ہے کہ یارب کرم سے تو
دونوں جہاں میں رکھنا مجھے عاشقاں کے ساتھ

(۲۱ ستمبر ۱۹۹۳ء نیویارک سے شیلو آتے ہوئے طیارہ میں)

✱

بسم اللہ الرحمن الرحیم
انوارِ حرم
سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۳۸
عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

فہرست

عنوان	صفحہ
جنت پر اہل اللہ کی افضلیت کا دوسرا استدلال	۲۲
تین پیاری سُنتیں جن سے لوگ غافل ہیں	۲۳
محبت الٰہیہ کی مقدار	۲۳
اللہ تعالیٰ کی محبت جان سے زیادہ ہونی چاہیئے	۲۳
لذتوں کی تین اقسام	۲۶
عاشقوں کو اللہ تعالیٰ جنت سے زیادہ محبوب ہیں۔	۲۷
سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا عالمِ قربِ خاص	۲۸
حضرت مرشدی پھولپوری کا واقعہ	۲۹
مقدارِ محبت کا پہلا جز	۳۰
مقدارِ محبت کا دوسرا جز	۳۱
مقدارِ محبت کا تیسرا جز	۳۱
محبت کی مطلوبہ مقدار کیسے حاصل ہو	۳۱
وصول الی اللہ کی شرط	۳۳
محرومی کے دو سبب	۳۳
صُحبتِ اہل اللہ کے متعلق علامہ انور شاہ کشمیری کا ارشاد	۳۷
صُحبتِ اہل اللہ کے متعلق بڑے پیر صاحب کا ارشاد	۳۷
کلام مؤثر کس کو عطا ہوتا ہے؟	۳۸
اہلِ ذکر سے کون لوگ مراد ہیں؟	۳۹

صفحہ	عنوان

○

نہ گلوں سے مجھ کو مطلب نہ گلوں کے رنگ و بو سے
کسی اور سمت کو ہے مری زندگی کا دھارا

جو گرے اِدھر زمیں پر مرے اشک کے ستارے
تو چمک اُٹھا فلک پر مری بندگی کا تارا

○

(عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب مدظلہم العالی)

عرضِ مرتب

عارف باللہ حضرت اقدس مرشدنا و مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب اَطَالَ اللّٰہُ ظِلَالَھُمْ عَلَیْنَا اِلٰی مِاءَۃٍ وَّعِشْرِیْنَ سَنَۃً مَعَ الصِّحَّۃِ وَالْعَافِیَۃِ وَخِدْمَاتِ الدِّیْنِیَّۃِ وَشَرَفِ حُسْنِ الْقَبُوْلِیَّۃِ وَاَدَامَ اللّٰہُ بَرَکَاتِھِمْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ کا یہ عظیم الشان وعظ ۶ شعبان المعظم ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۳ نومبر ۱۹۹۹ء بروز ہفتہ بعد نمازِ عشاء مکۃ مکرمہ میں ایک ڈاکٹر صاحب کے مکان پر ہوا۔ جس کو سن کر سامعین خصوصاً مکہ مکرمہ کے اہلِ علم پر کیفِ وجد کا عالم طاری تھا اور حضرتِ اقدس کی آتش دردسے جملہ سامعین کرام کے دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے سرشار اور آنکھیں اشکبار تھیں۔

درد میں تو نے ڈوب کر چھیڑی جو داستانِ عشق
قابو رہا نہ ضبط پر رونے لگا میں داد میں

مکۃ معظمہ کی مبارک سرزمین پر حضرت والا دامت برکاتہم کا یہ بیان علم و عشق کا حسین امتزاج تھا جس میں جابجا قرآن پاک کی آیات کی تفاسیر کے عاشقانہ نکات خصوصاً دنیا و جنت کی لذات پر اللہ تعالیٰ کے نام کی برتری و یکتائی کا وجدانی استدلال اور جنت پر اہل اللہ کی فضیلت کے دلائل بالنصوص اور وجوب جماعت اور اجتماعات حج و عیدین وغیرہ سے صحبتِ اہل اللہ کے عاشقانہ اسرار اہلِ علم کے لیے باعثِ وجد تھے۔ اس کے ساتھ بیان میں تین اہم سنتوں کی طرف اشارہ

ہے جن سے اکثر لوگ غافل ہیں جو حضرت والا کی دقتِ نظر اور سُنّتِ نبوی سے محبت کا عکاس ہے اور سلوک و طریقت کے بہت سے مسائل مدلل بالقرآن والحدیث ہیں جو حضرتِ اقدس کی تقریر کا خاصہ ہے اور باطنی امراض میں بدنظری جس کو حضرت والا دامت برکاتہم اس دور میں وصول الی اللہ کا سب سے بڑا مانع فرماتے ہیں نصوص قطعیہ سے اس کی حرمت کی طرف نہایت دلکش عنوانات سے متوجہ فرمایا ہے غرض وعظ کا ایک ایک لفظ علم و تصوف و عشق کا مرقع ہے۔ حرم پاک کی نسبت سے اس کا نام انوارِ حرم تجویز کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ قیامت تک حضرتِ اقدس مدظلہم العالی کے لیے اور حضرت والا کے صدقے میں مرتب اور جملہ معاونین کے لئے صدقہ جاریہ بنائیں اور اُمّتِ مسلمہ کے لئے نافع فرمائیں۔ آمین

اللہ تعالیٰ حضرت والا کو صحتِ کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائیں اور حضرت والا کا سایۂ عاطفت طویل ترین عرصہ تک ہمارے سروں پر قائم رکھیں اور ہم کو کامل استفادہ کی توفیق عطا فرمادیں اور حضرت اقدس کے علوم و معارف سے قیامت تک اُمّتِ مسلمہ کو فیض یاب فرمادیں اور شرفِ قبول عطا فرمادیں۔ آمین۔

مرتب

یکے از خدام

حضرتِ اقدس عارف باللہ مرشدنا و مولانا شاہ محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

بروز دوشنبہ ۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۱ ستمبر ۲۰۰۰ء

انوارِ حرم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ نِ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ○

قرآنِ پاک کی جو آیات اس وقت تلاوت کیں ان کی تفسیر اس اُمید پر کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ آسمان پر خوش ہو جائیں کہ زمین پر ان کے کلام کی تفسیر ہو رہی ہے اور میرے بندے میرے کلام کے حقائق و دقائق کیسے مزے لے لے کر بیان کر رہے ہیں اور میرے کلام کی کیسی عظمتیں بیان ہو رہی ہیں۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ تفسیر رُوح المعانی کے حوالے سے پیش کروں گا جو عربی زبان میں قرآنِ پاک کی سب سے بڑی تفسیر ہے۔ یہ قول علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے کلام میں کیا لذت ہے اس لذتِ تلاوت کو میں نے اس شعر میں بیان کیا ہے ؎

لذتِ دو جہاں ملی اس کے کلام سے مجھے
اس کے قریب بیٹھ کر راحتِ دو جہاں ملی

اور اللہ تعالیٰ کے نام کی لذت کو مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ؎

از لب یارم شکر را چہ خبر

اللہ تعالیٰ کے نام میں جو مٹھاس میں پاتا ہوں اس مٹھاس کو شکر کیا جانے کیونکہ شکر محدود ہے، فانی ہے اور اس کی مثل بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مٹھاس غیر فانی ہے، غیر محدود ہے، بے مثل ہے۔

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ

عربی قواعد کے لحاظ سے جب نکرہ نفی کے تحت آتا ہے تو فائدہ عموم کو دیتا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ دونوں جہان میں اللہ تعالیٰ کا کوئی مثل نہیں ہے لہٰذا جو اللہ تعالیٰ پر فدا ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو لذتِ بے مثل دیتے ہیں جس کی مثال دونوں جہان میں نہیں ہے جس پر میرا اردو شعر ہے۔

لذتِ دو جہاں ملی مجھ کو تمہارے نام سے
مجھ کو تمہارے نام سے لذت دو جہاں ملی

علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کی تشریح مع تمثیل

لیکن ایک تو اس لذت کا ادراک ہونا ہے۔ دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ علم کی تین ۳ قسمیں ہیں، علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین مگر اس کو سمجھانے میں لوگوں کو دقت ہوتی ہے لیکن میں اس کو کباب کی مثال سے سمجھاتا ہوں کہ اگر کوئی صحیح راوی کہہ دے کہ شامی کباب غضب کا ہوتا ہے، بہت مزہ آتا ہے تو اس کا نام علم الیقین ہے۔

کباب پر ایک واقعہ یاد آگیا۔ مدینہ پاک میں ایک ڈاکٹر صاحب نے دعوت کی جس میں کباب بہت عمدہ تھے تو اس وقت میں نے یہ شعر کہا جو اسی وقت موزوں ہوا تھا کہ ؎

کچھ نہ پوچھو کباب کی لذت
ایسی ہے جیسے شباب کی لذت

تو ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ میرے کباب کی ایسی تعریف آج تک کسی نے نہیں کی۔

تو میں نے عرض کیا کہ اگر راوی صحیح ہے، سچا ہے تو یہ علم ہو جائے گا کہ واقعی کباب اچھی چیز ہے اس کا نام علم الیقین ہے لیکن کسی کو شامی کباب کھاتے ہوئے دیکھ لیا کہ وہ چٹخارے لے کر کھا رہا ہے اور واہ واہ سبحان اللہ سبحان اللہ کہہ رہا ہے اور مرچوں کے چٹ پٹے پن سے آنکھوں سے آنسو بھی بہہ رہے ہیں تو اس کا نام عین الیقین ہے۔ حکیم الامت فرماتے ہیں اگر اللہ والوں کو کبھی تکلیف بھی آجاتی ہے اور ان کے آنسو بھی بہہ جاتے ہیں لیکن ان کے یہ آنسو مصیبت کے نہیں ہوتے، تسلیم و رضا کی لذت کے ہوتے ہیں جیسے کوئی مرچ والا کباب کھا رہا ہو اور اس کے آنسو بہہ رہے ہوں اور کوئی اس سے کہے کہ کیوں رو رہے ہو، خواہ مخواہ تکلیف اُٹھا رہے ہو۔ یہ کباب مجھے دے دو تو وہ کیا کہے گا کہ ارے ظالم! یہ رونا مصیبت کا نہیں ہے مزے داری کا ہے۔

تو کباب کھاتے ہوئے دیکھ لیا اس کا نام ہے عین الیقین اور کسی نے کباب اس کے منہ میں رکھ دیا اور خود اسے کباب کا ذائقہ مل گیا اب اس کو حق الیقین حاصل ہو گیا۔ اسی طرح کسی اللہ والے سے سُن لیا کہ اللہ تعالیٰ کے نام

میں بڑی لذت ہے تو یہ علم الیقین ہے اور کسی اللہ والے کو دیکھ لیا کہ کس مزے سے وہ اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہے اور کیسی پُر کیف زندگی گذارتا ہے یہ عین الیقین ہے اور جب کسی اللہ والے کی صحبت کی برکت سے خود اس کے دل کو اللہ کے نام کی لذت حاصل ہو گئی تو اس کا نام حق الیقین ہے۔

ہر غم کا مداوا

اور جس کو اللہ تعالیٰ کے نام کی لذت مل گئی پھر وہ ہر حال میں خوش رہتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قرآن پاک میں اعلان ہے اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ دلوں کا چین صرف میری یاد میں ہے کیونکہ میں نے ہی تمہاری ماؤں کے پیٹ میں دل بنایا ہے۔ اگر سنگر مشین کی کمپنی اعلان کر سکتی ہے کہ سنگر میں میری ہی کمپنی کا تیل ڈلے گا تب یہ مشین پائیدار ہوگی اور اس کی حفاظت و کفالت کی ضمانت کمپنی اس صورت میں قبول کرے گی جب ہماری کمپنی ہی کا تیل اس میں ڈالو گے۔ اگر دوسری کمپنی کا تیل ڈالو گے تو اس کی حفاظت کی کمپنی ذمہ دار نہیں تو اللہ تعالیٰ کو اس کا زیادہ حق ہے کہ وہ فرمادیں کہ تمہارے دل کی مشین میں میری یاد ہی کا تیل پڑے گا، تم صرف میری ہی یاد سے چین پاؤ گے کیونکہ یہ اعلان تمہارے خالق کی طرف سے ہے جو تمہارے قلب کا بھی خالق ہے اور تمہارے قالب کا بھی خالق ہے۔

اجتماع ضدین اور عشاقِ حق

کروڑوں ریال تمہارے پاس ہوں اور ہم نہ چاہیں تو خوشیوں کے اسباب میں ہم تم کو غمزدہ کر سکتے ہیں اور اگر ہم چاہیں تو غم کے اسباب میں تم کو مسرور کر سکتے ہیں، اسبابِ غم میں گھرا ہوا ہے اور مسکرا رہا ہے۔ اس پر بھی میرا ایک قطعہ اردو کا ہے:

رضائے دوست کی خاطر یہ حوصلے ان کے
ہنسی لبوں پہ ہے گو دل پہ زخم کھاتے ہیں
عجیب جامعِ اضداد ہیں ترے عاشق
خوشی میں روتے ہیں اور غم میں مسکراتے ہیں

جبکہ مناطقہ اور فلاسفہ کے نزدیک اجتماعِ ضدین محال ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے عاشقوں نے محال کو ممکن بنادیا کہ اگر کبھی خطا ہوگئی اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف اپنا دِل خوش کرلیا تو اس خوشی پر نادم ہو کر رونے لگتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ! معاف کر دیجئے اور اللہ کو خوش کرنے کے لئے گناہ سے بچ کر اپنے دِل کو ناخوش کرلیا تو اس غم پر خوش ہوتے ہیں کہ ہمارا دل تو غمگین ہوا لیکن ہمارا مولیٰ تو خوش ہوگیا اس توفیق پر ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں ہوتی۔ اجتماعِ ضدین کی مثال پر میرا ایک اور شعر ہے ؎

صدمہ و غم میں مرے دل کے تبسم کی مثال
جیسے غنچہ گھرے خاروں میں چٹک لیتا ہے

مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو غم میں آپ کو خوش رکھ سکتا ہے، اسبابِ غم میں آپ کو مسرور رکھنے پر وہ قادر ہے اور اسبابِ خوشی میں وہ دِل کو بے چین اور پریشان اور اشکبار کرسکتا ہے ؎

گر او خواہد عین غم شادی شود
عین بند پائے آزادی شود

اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو غم کی ذات کو خوشی بنادے اور پاؤں کی بیڑی کو آزادی بنا

دے۔ دُنیا کے لوگ پہلے غم کے اسباب کو ہٹاتے ہیں پھر خوشی لانے کی کوشش کرتے ہیں، پاؤں کی بیڑی یعنی اسباب قید کو دور کرتے ہیں پھر آزادی دیتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو اسبابِ غم ہٹانے کی ضرورت نہیں، وہ غم کی ذات ہی کو خوشی بنا دیتے ہیں اور قید ہی کو آزادی بنا دیتے ہیں، وہ اسباب راحت خوشی میں غمگین اور بے چین کر سکتے ہیں اور اسباب غم میں مسرور کر سکتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

کہ دِل کا چین صرف اللہ تعالیٰ کی یاد پر مبنی ہے۔

بِذِكْرِ اللّٰهِ کی تقدیم کی حکمت

اور بِذِكْرِ اللّٰهِ کی تقدیم سے معنی حصر کے پیدا ہوگئے لہٰذا اہلِ عرب پر اور سارے عالم کے عربی دانوں پر یہ ترجمہ کرنا لازم ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی یاد سے دِل کو چین ملتا ہے۔ پوچھ لیجئے، علماء بیٹھے ہوتے ہیں جو قواعد سے واقف ہیں کہ تَقْدِيْمُ مَا حَقُّهُ التَّاخِيْرُ يُفِيْدُ الْحَصْرَ یہاں بِذِكْرِ اللّٰهِ کا حق تاخیر کا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو مقدم فرمایا کیونکہ اگر مقدم نہ کیا جاتا تو اللہ کی یاد کے علاوہ اور چیزوں سے بھی چین ملنا ثابت ہو جاتا لیکن بِذِكْرِ اللّٰهِ کو مقدم فرما کر اللہ تعالیٰ نے حصر فرما دیا کہ صرف میری ہی یاد سے تم چین پاؤ گے، اگر تم مجھے بھول جاؤ گے اور میری نافرمانی میں مبتلا رہو گے تو سارے عالم کے اسباب چین میں ہم تم کو بے چین رکھیں گے جیسے مچھلی بغیر پانی کے بے چین رہتی ہے۔ مولانا رومی نے کس طرح سے اس کو ثابت کیا کہ۔

؎ گرچہ در خشکی ہزاراں رنگ ہاست
ماہیاں را با یبوست جنگ ہاست

چاہے خشکی میں ہزاروں عیش اور رنگینیاں ہوں لیکن مچھلیوں کو خشکی سے عداوت اور جنگ ہے۔ اگر ریڈیو سے دریا میں بین الاقوامی اعلان ہو جائے کہ اس وقت دریا کے اندر بڑے بڑے مگرمچھ آگئے ہیں جو مچھلیوں کو کھا رہے ہیں لہٰذا اے مچھلیو! اپنی کوئی اور پناہ گاہ ڈھونڈ لو اور دریا کو چھوڑ دو تو مچھلیوں کی طرف سے یہی جواب ہو گا کہ دریا کے علاوہ ہماری کوئی پناہ گاہ نہیں۔ خشکی میں تو ہماری موت یقینی ہے، یہاں اُمید ہے کہ ہم بچ جائیں اور مگرمچھ ہمیں نہ کھائے لیکن خشکی میں تو ہم زندہ ہی نہیں رہ سکتے۔ اسی طرح لاکھ عیش و طرب اور اسبابِ غفلت ہوں، مومن بھی اللہ تعالیٰ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا اور بزبانِ حال کہتا ہے ؏

ترا ذکر ہے مری زندگی ترا بھولنا مری موت ہے

توبہ میں دیر کرنا خطرناک ہے

اور مچھلی کو شکاری جب کبھی خشکی میں لے آتا ہے تو تھوڑی دیر وہ تڑپتی ہے۔ لیکن چند منٹ کے بعد تڑپنے کی طاقت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ یہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ؏

یہ واقعہ مرا خود اپنا چشم دید ہوا

اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جب مچھلی کو شکار کر کے دریا سے نکالا تو تھوڑی دیر وہ تڑپ رہی تھی اس کے بعد اس کا تڑپنا بھی ختم ہو گیا لہٰذا شیطان اور نفس جب کسی گناہ میں مبتلا کر کے ہم کو اللہ کے دریائے قرب سے باہر کر دیں تو تڑپ

کہ جلدی سے توبہ کرکے پھر اللہ کے دریائے قرب میں آجاؤ ورنہ ایک دن ایسا ہوگا کہ تڑپنے کی طاقت بھی نہ رہے گی یعنی احساسِ ندامت بھی اپنے گناہوں پر نہ رہے گا اور روحانی موت واقع ہوجائے گی۔ اس لئے گناہوں سے توبہ کرنے میں تاخیر نہ کرو۔

توبہ کا کیمیکل اور اس کی کرامت

اور جلدی سے توبہ واستغفار کر کے متقین کی صف میں شامل ہو جاؤ جیسا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اِنَّ الْمُسْتَغْفِرِیْنَ نُزِّلُوْا مَنْزِلَۃَ الْمُتَّقِیْنَ استغفار اور توبہ کے کیمیکل میں اللہ تعالیٰ نے یہ اثر رکھا ہے کہ ان کو اولیاء اللہ کے درجے میں پہنچا دیتا ہے۔

اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے انا انزلنا کی تفسیر میں حدیث نقل فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کا رونا اور ان کی آہ وزاری اور استغفار و توبہ اور اظہار ندامت اتنا پسند ہے کہ سارے عالم کے مُسَبِّحِیْن یعنی سارے عالم سے سُبحان اللہ سُبحان اللہ کہنے والوں کی آوازوں سے زیادہ محبوب ہے۔ اب اس حدیث پاک کی عربی عبارت پڑھتا ہوں۔ لَاَنِیْنُ الْمُذْنِبِیْنَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِیْنَ ۔ سارے عالم کی تسبیحات کی آوازوں سے زیادہ مجھے اپنے گنہگار بندوں کے آہ و نالے محبوب ہیں۔ مُسَبِّحِیْن میں الف لام استغراق کا ہے لہٰذا اس میں ملائکہ بھی داخل ہیں کہ جہاں کہیں بھی میری تسبیح ہو رہی ہے مجھے اس سے زیادہ یہ محبوب ہے کہ میرا کوئی گنہگار بندہ مجھے مغفرت پر قادر سمجھ کر رو رہا ہو، آہ وزاری و اشکباری کر رہا ہو کہ میرا اللہ ہی مجھے معاف کر سکتا ہے تو مجھے اس کے رونے کی یہ آواز تمام عالم کے مُسَبِّحِیْن کی آوازوں

سے زیادہ پسند ہے اور یہ حدیث دلیل ہے کہ اللہ اللہ ہے کیونکہ اگر دُنیا کے سلاطین کا استقبال ہو رہا ہو اور خطبہ استقبالیہ دیا جا رہا ہو اس وقت اگر کوئی آکر رونے لگے تو سیکیورٹی پولیس اس کو بھگا دیتی ہے کہ اس وقت بادشاہ کا فنکشن ہو رہا ہے تم تم رنگ میں بھنگ مت ڈالو، اگر رونا ہے تو کل آکے رونا لیکن اللہ تعالیٰ حدیثِ قدسی میں فرماتے ہیں کہ گنہگاروں کا رونا مجھے زیادہ محبوب ہے کیونکہ دُنیا کے بادشاہ اپنی تعریف کے محتاج ہیں اور اللہ تعالیٰ سارے عالم کی تسبیح اور حمد و ثناء سے بے نیاز ہیں کیونکہ تسبیح و تعریف سے دُنیا کے بادشاہوں کی طرح ان کی عزت میں اضافہ نہیں ہوتا اور ساری دُنیا اگر سرکش و نافرمان ہو جائے تو اللہ کی عزت میں کوئی کمی نہیں آتی۔ علماء کے محضر میں یہ حدیثِ قدسی بیان کر رہا ہوں جس کی تعریف ہے اَلَّذِیْ یُبَیِّنُهُ النَّبِیُّ بِلَفْظِهٖ وَیُنْسِبُهٗ اِلٰی رَبِّهٖ اور اس لئے بیان نہیں کر رہا ہوں کہ علماء نہیں جانتے۔ سب جانتے ہیں لیکن تکرارِ علم کر رہا ہوں کیونکہ علم زندہ رہتا ہے تکرار سے اور عشق زندہ رہتا ہے صحبتِ ابرار سے۔ اگر عاشقوں کی صحبت نہ ملے تو عشق زندہ نہیں رہ سکتا۔

جماعت کے وجوب کا ایک عاشقانہ راز

اور یہ نکتہ شاید پہلی دفعہ آپ مجھ ہی سے سُنیں گے کہ عشق کو زندہ رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے جماعت کی نماز کو واجب فرمایا۔ جماعت کے وجوب میں یہ راز چھپا ہوا ہے کہ چاہے تم کو تنہائی کی عبادت میں بڑا سکون مل رہا ہو مگر تم عاشقین کے رجسٹر سے نہیں نکل سکو گے جب تک مسجد میں جماعت سے نماز نہیں پڑھو گے تاکہ میرے عاشقوں کی ملاقات تم پر اختیاری نہ رہے

لازمی (compulsory) اور ضروری ہو جاتے اگر عشق تنہا زندہ رہتا تو نماز کی تنہائی میں پڑھنے کا حکم ہوتا، جماعت کی نماز واجب نہ ہوتی لیکن چونکہ عشق کی حقیقت یہ ہے کہ عشق تنہا زندہ نہیں رہ سکتا، عاشقوں میں زندہ رہتا ہے اور صرف زندہ ہی نہیں رہتا بڑھ جاتا ہے، ترقی بھی ہوتی ہے۔ پس عشق کی عطا اور بقا اور ارتقاء موقوف ہے عاشقوں کی صحبت پر، اس لیے اللہ تعالیٰ نے جماعت کو واجب کر دیا تاکہ میرے عاشقوں کی ملاقات سے بندوں کو عشق عطا بھی ہو اور بقاء بھی ہو اور ارتقاء بھی ہو تاکہ میرے عاشق ترقی کرتے رہیں، محبت کی کسی منزل پر نہ ٹھہر جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات غیر محدود ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

اے برادر بے نہایت درگہے ست

اللہ تعالیٰ کا راستہ غیر محدود راستہ ہے اس لیے جس منزل پر پہنچو اس سے آگے بڑھو۔

جمعہ، عیدین و حج کے اجتماعات کا مقصد

اس لیے اللہ تعالیٰ نے جماعت پنجگانہ کے وجوب پر ہی اکتفا نہیں فرمایا، عاشقوں کی تعداد بڑھانے کے لیے جامع مسجد میں جمعہ کے اجتماع کو فرض کر دیا کہ جتنا عاشقوں سے ملاقات بڑھے گی تمہارے عشق میں اضافہ ہوگا اور سال میں عید اور بقر عید کے اجتماع کا حکم دے دیا تاکہ عاشقوں کی تعداد اور زیادہ بڑھ جائے اور زیادہ عاشق ایک دوسرے سے ملیں۔

اور حکم دے دیا کہ ایک راستے سے جاؤ اور دوسرے راستے سے آؤ۔ اس سنت کا راز ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ راستہ بدلنے میں ایک فائدہ تو یہ ہے کہ راستے میں قبرستان پڑیں گے اور مُردوں کے لیے ایصالِ ثواب کی

توفیق ہو جائے گی۔ جس سے مردوں کو فائدہ ہوگا۔ دوسرے یہودیوں نصرانیوں سے گھر پڑیں گے تو مسلمانوں کی تعداد دیکھ کر ان پر دہشت اور رعب طاری ہوگا۔

اور اس کے بعد اگر استطاعت ہو تو حج کا اجتماع فرض کر دیا کہ حرمین شریفین میں حاضری دو مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا۔ حج کی فرضیت کا ایک راز عشاق کی بین الاقوامی ملاقات بھی ہے کہ ہر ملک کے اولیاء اللہ کی زیارت نصیب ہو جاتی ہے۔ علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ ایک تو کعبہ کا اپنا نور ہے مگر کعبہ میں جو اولیاء اللہ ہوتے ہیں ان کا نورِ باطن بھی اس فضا میں شامل ہوتا ہے۔ اس لئے کعبہ میں قدم رکھتے ہی نورِ ایمان بڑھ جاتا ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ؎

کعبہ را ہر دم تجلی می فزود

کعبہ پر ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تجلی جو ہر لحظہ اضافہ کے ساتھ ہو رہی ہے جس سے کعبہ انوار سے معمور ہے اور دوسرے۔

ایں ز اخلاصاتِ ابراہیم بود

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اخلاص کا نور بھی اس میں ہے۔

فیضِ عاشقانِ حق

حرمین شریفین میں بین الاقوامی عاشقوں کی ملاقات ہو رہی ہے، آپ چاہے ان کو جانیں یا نہ جانیں لیکن ان کا فیض پہنچے گا جیسے یہاں اگر رات کی رانی لگی ہو تو اس کی خوشبو آپ کو ضرور ملے گی۔ اولیاء اللہ جو حرم میں موجود ہوتے ہیں ان سے تعارف ہو یا نہ ہو مگر اپنے سینہ میں خونِ آرزو سے جو وہ جلا بھنا دل رکھتے ہیں ان کے دردِ دل کی خوشبو سے آپ محروم نہیں رہ سکتے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ

شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں لَوْ مَرَّ وَلِیٌّ مِنْ اَوْلِیَاءِ اللهِ تَعَالٰی بِبَلْدَةٍ لَنَالَ بَرَكَةُ مُرُوْرِهٖ اَهْلُ تِلْكَ الْبَلْدَةِ. اگر اولیاء اللہ میں سے کوئی ولی کسی شہر سے صرف گذر جائے، ٹھہرے بھی نہیں کہ وہاں قیام کا اس کو موقع نہیں ہے تو اس شہر والے اس کے گذرنے کی برکت سے محروم نہیں رہیں گے جیسے تاریکی میں چراغ گذر جائے، کچھ دیر کو ٹھہرے بھی نہیں تو نور پھیلے گا یا نہیں؟

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے مفتی شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان نے سوال کیا تھا کہ حضرت یہ جو شعر ہے کہ اللہ والوں کی صحبت سو برس کی اخلاص والی عبادت سے افضل ہے کیا یہ صحیح ہے؟ حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ مفتی صاحب آپ کو تعجب کیوں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس کو مبالغہ سمجھتے ہیں حالانکہ شاعر نے یہ کم بیان کیا ہے۔ اللہ والوں کی صحبت کی ایک ساعت ایک لاکھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔ یہ بات مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے مولانا مفتی تقی عثمانی نے مجھے ملتان میں سنائی اور اب میں آپ کو سنا رہا ہوں تو حکیم الامت میں اور مجھ میں صرف دو راوی ہیں اور دونوں ثقہ ہیں، حضرت مفتی شفیع صاحب اور ان کے بیٹے مولانا تقی عثمانی صاحب۔

نماز باجماعت کو رکوع سے تعبیر کرنے کی حکمت:

اب یہاں ایک حکمت بیان کرتا ہوں جو روح المعانی میں علامہ آلوسی نے لکھی ہے کہ جماعت کا وجوب سارے علماء کے نزدیک اس آیت سے ثابت ہے وَارْكَعُوْا مَعَ الرَّاكِعِيْنَ رکوع کرو، رکوع کرنے والوں کے ساتھ مگر ترجمہ اس کا یہ ہے کہ صَلُّوْا مَعَ

الْمُصَلِّیْنَ نماز پڑھو نمازیوں کے ساتھ لیکن جماعت کی پوری نماز کو اللہ تعالیٰ نے رکوع سے کیوں تعبیر کیا جبکہ رکوع تو نماز کا ایک جز ہے۔ بلاغت میں اس کا نام مجاز مرسل ہے، یہ تَسْمِیَۃُ الْکُلِّ بِاسْمِ الْجُزْءِ ہے یعنی ایک جزو سے کُل کو تعبیر کرنا لیکن مجاز مرسل میں کوئی حکمت ہونی چاہیے جس کی وجہ سے ایک جزو سے کُل کو تعبیر کیا گیا۔ تو اس کی وجہ علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے کہ چونکہ یہودیوں اور عیسائیوں کی نماز میں رکوع نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کو رکوع کی دولت عطا فرما کر امتنانِ نعمت کے طور پر فرمایا وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ تاکہ ہماری نعمت کی قدر کرو۔

صُحبتِ اہل اللہ کی اہمیت

اللہ تعالیٰ نے كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ کا حکم نازل فرما کر اور وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ سے جماعتِ پنجگانہ کو واجب فرما کر اور جمعہ و عیدین اور حج کے اجتماعات کا حکم دے کر عاشقوں کی ملاقات کو دُنیا میں ضروری قرار دیا جس سے اہل اللہ کی صُحبت کی کس قدر اہمیت ظاہر ہوتی ہے لیکن دُنیا ہی میں نہیں جنّت میں بھی اہل اللہ کی ملاقات کو صرف ضروری ہی نہیں جنّت پر مقدم فرمایا جس کی دلیل نصِ قطعی سے پیش کروں گا۔ کیونکہ بعض نادان لوگ کہتے ہیں کہ چلو دُنیا میں مولویوں کی خوشامد کر لو کیونکہ یہاں تو ان سے مسئلہ پوچھنے پر ہم مجبور ہیں مگر جنّت میں تو شریعت نہیں ہے وہاں تو مولویوں سے جان چھوٹے گی کیونکہ وہاں تو کوئی مسئلہ پوچھنا نہیں ہے۔ صرف کھانا پینا اور مزے کرنا ہے جیسے ایک بار قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ آؤ جنتی کام کریں۔ میں نے

کہا کہ حضرت دنیا میں جنتی کا کام کیا ہے؟ فرمایا کہ چلو دستر خوان لگ رہا ہے، کھانا پینا ہی تو ہے جنت کا کام۔ جنت میں نماز روزہ نہیں ہے، شریعت نہیں ہے، وہاں کوئی عبادت نہیں کرنی ہے۔ وہاں بس عیش ہی عیش ہے، مزہ ہی مزہ ہے اہل اللہ کی ملاقات، عاشقوں کی زیارت۔ اگر آپ کا دل چاہا کہ چلو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کریں تو فوراً آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے۔ پرندہ اُڑ رہا ہے دل چاہا کہ یہ بھنا ہوا مجھے مل جائے اسی وقت بھنا ہوا موجود! جو چاہو گے اللہ تعالیٰ دے گا، اور ہمیشہ کی غیر محدود زندگی ملے گی کبھی موت ہی نہیں آئے گی۔

مومن کے خلود فی الجنّۃ اور کافر کے خلود فی النّار کی وجہ

اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ دنیا میں چند روز تم اپنی محدود زندگی کو میری مرضی پر ڈھال لو تو میں تمہیں غیر محدود زندگی اور غیر محدود لذت تمہاری نیت کی بناء پر دوں گا کیونکہ مومن کی نیت یہ ہوتی ہے کہ اگر ہمیشہ زندہ رہوں گا تو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر جیوں گا اپنی مرضی اور اپنی خواہش کو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر نثار کر دوں گا تو مومن کی اس نیت پر خلود فی الجنّۃ ہے اور کافر کی نیت کیونکہ یہ ہے کہ اگر قیامت تک بھی زندہ رہوں گا تو کفر ہی پر رہوں گا اس لئے کافر کے لئے خلود فی النّار ہے۔

جنّت پر اہل اللہ کی فضیلت کی دلیل

تو میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی

اپنے عاشقین اللہ والوں اور مولویوں یعنی علماء ربانیین کی ملاقات کو ضروری کر دیا لیکن فرمایا جنت میں بھی تم ان سے مستغنی نہیں ہو سکتے۔ فرماتے ہیں فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ دیکھو جنت کی طرف دیکھنا بھی نہیں، پہلے میرے خاص بندوں سے ملو پھر جنت میں جاؤ اور وہاں کی نعمتوں میں مشغول ہو کیونکہ میرے خاص بندوں کا درجہ جنت سے اعلیٰ ہے۔ اس کی ایک دلیل تو میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیتے تھے کہ اہل اللہ جنت کے مکین ہیں، جنت اللہ والوں کا مکان ہے اور مکین افضل ہوتا ہے مکان سے۔ کیا منطقی دلیل دی میرے شیخ نے! اور دوسری دلیل ان کے غلام اختر کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی کہ جنت حاملِ نعمت ہے اور اہل اللہ حاملِ منعم ہیں اور حاملِ منعم کا درجہ نعمت سے زیادہ ہے۔ کہاں نعمت اور کہاں نعمت کا دینے والا! اللہ! جن کے دل میں نعمت دینے والا متجلی ہے ان کا درجہ جنت سے زیادہ نہ ہوگا؟ معلوم ہوا کہ اہل اللہ جنت سے افضل ہیں کیونکہ ان کو جنت دینے والے سے نسبت ہے، خالقِ جنت سے رابطہ ہے اور جنت نعمت تو ہے لیکن نعمت منعم سے نہیں بڑھ سکتی، مخلوق خالق کے مقابلہ میں نہیں آسکتی اسی لیے جنت میں مشغول ہونے سے پہلے فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ کا حکم ہوا کہ پہلے میرے خاص بندوں سے ملو، بعد میں جنت کے مزے اڑاؤ۔

لفظِ صاحبِ نسبت پر استدلال بالنص

اور عِبَادِیْ میں یاءِ نسبتیہ و تخصیصیہ ہے

کہ ان بندوں کو مجھ سے نسبت ہے، یہ میرے خاص بندے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں

کہ یہ صاحبِ نسبت کیا چیز ہے؟ یہ لفظ تو صوفیاء کی ایجاد معلوم ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ایجاد نہیں ہے۔ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ کی یاء میں کیا نسبت نہیں ہے۔ جیسے برادرِ نسبتی کی نسبت تو سمجھ میں آجاتی ہے۔ بیوی کے بھائی کو برادرِ نسبتی کہتے ہیں جس کو عام زبان میں سالا کہا جاتا ہے لیکن میں سالا کہنے کو منع کرتا ہوں کیونکہ آج کل یہ لفظ گالیوں میں استعمال ہوتا ہے کہ مارو سالے کو۔ اس لئے بیوی کا بھائی کہہ دو، برادرِ نسبتی کہہ دو، برادر اِن لا (Brother in law) کہہ دو، بچوں کا ماموں کہہ دو، بہت سے مہذب الفاظ ہیں۔ تو جس طرح لیلیٰ کی وجہ سے برادرِ نسبتی میں نسبت سمجھ میں آجاتی ہے تو مولیٰ کی نسبت سے اللہ والوں کا اہلِ نسبت ہونا کیوں سمجھ میں نہیں آتا۔

جنت پر اہل اللہ کی افضلیت کا دوسرا استدلال

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ نعمت دینے والے کا درجہ نعمت سے زیادہ ہوتا ہے۔ پس حامل تجلیات منعم ہونے کے سبب اہل اللہ جنت سے افضل ہیں۔ اسی لئے علامہ آلوسی فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ذکر کو اللہ تعالیٰ نے مقدم کیوں کیا اور شکر کو مؤخر کیوں کیا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ فَاِنَّ حَاصِلَ الذِّکْرِ اَلْاِشْتِغَالُ بِالْمُنْعِمِ ذکر کی حالت میں آدمی نعمت دینے والے کے ساتھ مشتغل رہتا ہے اور علامہ آلوسی نے باب افتعال استعمال کیا کہ ارادہ کر کے وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ ایک شخص نے حکیم الامت کو لکھا کہ ایسا وظیفہ بتایئے کہ ہر وقت بلا ارادہ زبان سے اللہ اللہ نکلتا رہے۔ فرمایا کہ توبہ کرو

اس بات سے۔ اس لئے کہ بے ارادہ زبان سے اللہ نکلنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ مجبور ہوگئے اور ثواب ملتا ہے اپنے اختیار سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے سے۔ جب مجبوراً اللہ کہو گے اور تمہارا اختیار ہی نہ رہے گا تو ثواب کیا ملے گا ذکر کا۔ تو ذکر کا حاصل ہے نعمت دینے والے کے ساتھ مشغول ہونا فَاِنَّ حَاصِلَ الشُّکْرِ اَلْاِشْتِغَالُ بِالنِّعْمَۃِ اور شکر کا حاصل ہے نعمت کے ساتھ مشغول ہونا فَالْمُشْتَغِلُ بِالْمُنْعِمِ اَفْضَلُ بِالْمُشْتَغِلِ بِالنِّعْمَۃِ جو منعم کے ساتھ مشغول ہے وہ نعمتوں میں مشغول ہونے والے سے افضل ہے' اس لئے ذکر کو مقدم فرمایا۔ اِسی لئے جنت میں مشغولی سے پہلے اللہ والوں سے ملنے کا حکم ہوا۔ یہ تفسیر روح المعانی ہے۔ معلوم ہوا کہ جو لوگ اللہ والوں سے گھبراتے ہیں۔ ان کے جنتی ہونے میں خطرہ ہے' ان کو ذوق جنت حاصل نہیں جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں پہلے میرے عاشقوں سے ملو۔

تین۳ پیاری سُنّتیں جن سے لوگ غافل ہیں

اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اللہ تعالیٰ کی محبت مانگی تو ساتھ ہی اللہ والوں کی محبت بھی مانگی ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْۤ اَسْئَلُکَ حُبَّکَ۔ اے خدا! میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ کی محبت کا سوال کرنا بھی سُنّت پیغمبر ہے اور بُخاری شریف کی اس حدیث سے یہ سُنّت ثابت ہے۔ لہٰذا اس سُنّت کو بھی ادا کرنا چاہئے اور آگے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ اور اے خدا! جو آپ سے محبت کرتے ہیں میں ان کی محبت کا بھی سوال کرتا ہوں۔ تو

اللہ والوں کی محبت مانگنا بھی سنت ہے۔ وَالْعَمَلَ الَّذِیْ یُبَلِّغُنِیْ حُبَّکَ اور جس عمل سے آپ کی محبت بڑھتی ہے ان اعمال کی توفیق بھی مانگتا ہوں معلوم ہوا کہ ایسے اعمال کی توفیق مانگنا بھی سنت ہے۔

محبتِ الٰہیہ کی مقدار

لیکن محبت کی مقدار کیا ہونی چاہیے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مقدار بھی مانگی ہے۔ جس طرح جمبو کا پٹرول اور ایر بس کا پٹرول الگ ہوتا ہے۔ اسی طرح جس کو اللہ تعالیٰ بہت بڑا ولی اللہ بنانا چاہتا ہے اس کو کیفیت بھی زیادہ دیتا ہے۔ کیونکہ پرواز کی طاقت کمیت سے نہیں ہوتی کیفیت سے آتی ہے۔ دیکھئے ریل کی کمیت ہوائی جہاز کی کمیت سے زیادہ ہوتی ہے۔ ریل کراچی سے جدہ آتے تو مہینے لگ جائیں گے اور جمبو ساڑھے تین گھنٹہ میں پہنچ جاتا ہے۔ تو اللہ والوں کی عبادت کی مقدار سے اپنی مقدار کا توازن مت کرو کیونکہ جس کیفیت سے وہ عبادت کر رہے ہیں وہ کیفیت تم کو حاصل نہیں۔ اس لیے شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عارف کی دو رکعات غیر عارف کی ایک لاکھ رکعات سے افضل ہیں کیونکہ جس دردِ دل سے وہ اللہ کا نام لیتا ہے۔ غیر عارف کو وہ دردِ دل حاصل نہیں، وہ محبت حاصل نہیں۔ اس لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بخاری شریف کی اس حدیث کی دوسری سطر میں محبت کی مقدار مانگی ہے کہ محبت کتنی ہونی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت اپنی جان سے زیادہ ہونی چاہیے

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ

حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ نَّفْسِيْ۔

اَے خدا! اپنی محبت مجھ کو اتنی دے دے کہ میری جان سے زیادہ آپ مجھے پیارے معلوم ہوں۔ سُبحان اللہ! کیا پیارا مضمون ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مانگا وہ سُنّت ہے۔ آپ کا ہر چلن آپ کی ہر دُعا' آپ کی ہر آہ سب سُنّت ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی محبت مانگنا بھی سُنّت ہوا لہٰذا یہ بھی مانگو ورنہ تارکِ سُنّت ہو جاؤ گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مانگ رہے ہیں اور آپ کو تو محبت کی یہ مقدار حاصل تھی' آپ مانگ کر اُمت کو سکھا رہے ہیں کہ اے اللہ! ہم کو اپنی محبت اتنی زیادہ دے دے کہ اپنی جان سے زیادہ ہم آپ کو پیار کریں یعنی اگر ہماری جان کسی نامحرم عورت کو دیکھنے سے خوش ہوتی ہے تو آپ کو خوش کرنے کے لیے ہم اپنی جان کو غمگین کرلیں مگر بدنظری کرکے آپ کو ناخوش نہ کریں۔ تب معلوم ہوگا کہ اب اللہ جان سے زیادہ محبوب ہوگیا جیسے دو آدمی آتے کہ ہم کو ووٹ دینا اور دونوں آپ کے دوست ہیں تو جس کی زیادہ محبت ہوگی ووٹ اسی کو دو گے۔ نفس حرام خواہش کرتا ہے یعنی demand کرتا ہے کہ اس نامحرم عورت کو دیکھ لو یا اس حسین لڑکے کو دیکھ لو اب اگر آپ نے نفس کی ڈیمانڈ نہیں مانی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کو ووٹ دیا اور اگر نفس کی بات مان لی تو آپ نے نفس کو ووٹ دے دیا معلوم ہوا کہ ابھی نفس کی محبت اور اپنی جان کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت سے زیادہ ہے اور آپ کا یہ عمل بالکل عشق کے خلاف ہے لہٰذا آج سے ہم سب ارادہ کرلیں کہ جان کی بازی لگا دیں گے مگر اللہ تعالیٰ کو ناراض کرکے حرام مزہ اپنے اندر نہیں آنے دیں گے۔

؎ آرزوئیں خون ہوں یا حسرتیں پامال ہوں
اب تو اس دِل کو ترے قابل بنانا ہے مجھے

اور واللہ اس بلدِ امین میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس دن آپ اللہ تعالیٰ کو ناخوش نہیں کریں گے اور اللہ تعالیٰ کو خوش کر کے اپنی حرام خوشیوں کا خون کر دیں گے تو اس کا خون بہا خود اللہ کی ذات کو پائیں گے، آپ کے دل میں اللہ اپنی تجلیاتِ خاصہ سے متجلی ہوگا اور اتنا مزہ پائیں گے کہ دونوں جہان بھول جائیں گے۔ میرا ہی شعر ہے ؎

؎ وہ شاہِ دو جہاں جس دل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

یہی وجہ ہے کہ اللہ والے فروخت نہیں ہوتے کیونکہ ان کے قلب میں دونوں جہان سے زیادہ مزہ ہے اور آدمی بہتر کو پا کر کمتر سے فروخت نہیں ہوتا، سورج کو پا کر ستاروں سے نہیں بک سکتا۔

لذتوں کی تین اقسام

اسی لیے میں لذتوں کی شراب کی تین قسمیں بیان کرتا ہوں۔ ایک تو دُنیا کی شراب ہے جو نہ ازلی ہے نہ ابدی ہے یعنی دُنیا نہیں تھی پھر پیدا ہوئی اور قیامت کے دِن ختم ہو جائے گی۔ تو لذاتِ دنیویہ کی شراب تو اِس قابل بھی نہیں کہ اس کا ذکر کیا جائے اور جنت کی شراب ابدی ہے مگر ازلی نہیں کیونکہ جنت نہیں تھی پھر پیدا کی گئی، لیکن اب کبھی فنا نہیں ہوگی لہٰذا جنت میں ابدیت تو ہے لیکن شانِ ازلیت سے محروم ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کی شراب ازلی بھی ہے ابدی بھی ہے اس لیے جب بہتر والی مُنہ کو لگ جاتی ہے تو کمتر والی مُنہ کو نہیں لگتی۔

عاشقوں کو اللہ تعالیٰ جنت سے زیادہ محبوب ہیں

اس لیے اہل اللہ جنت سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کو چاہتے ہیں۔ وہ نیک عمل جنت کے لیے نہیں، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرتے ہیں اور گناہوں سے دوزخ کے خوف سے نہیں بچتے، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے خوف سے بچتے ہیں۔ اسی لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی رضا کو جنت پر مقدم فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے خوف کو دوزخ پر مقدم فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّةَ
وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ سَخَطِکَ وَالنَّارِ

حدیث میں ہے کہ جب اللہ کا دیدار نصیب ہوگا تو اس وقت کسی جنتی کو جنت کا تصور تو کیا وسوسہ اور خیال بھی نہیں آئے گا۔ اتنے پیارے ہیں اللہ تعالیٰ کہ ان کے سامنے نہ جنت، نہ جنت کی کوئی نعمت، نہ جنت کی کوئی حور یاد آئے گی کیونکہ خالقِ حور سامنے ہوگا۔

وہ سامنے ہیں نظامِ حواس برہم ہے
نہ آرزو میں سکت ہے نہ عشق میں دم ہے

اللہ تعالیٰ کے سامنے ہوتے ہوئے جنت کیا بیچتی ہے اور کیا حقیقت رکھتی ہے۔

صحنِ چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا
وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھا گئے

لہٰذا جو دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ کو پا جاتا ہے تو سب کچھ بھول جاتا ہے۔

سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا عالمِ قربِ خاص

ایک بار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تہجد کے وقت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئیں، آپ پانچ پانچ پارے ایک ایک رکعت میں پڑھتے تھے کہ پنڈلیاں سوج جاتی تھیں۔ ملا علی قاری نے اس حدیث کی توثیق کی ہے کہ یہ بالکل صحیح روایت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا مَن اَنتِ تم کون ہو؟ آہ کوئی تو مزہ پایا آپ کی جان پاک مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ وسلم نے کہ اس قدر قریب، رات دن ساتھ رہنے والی اُم المؤمنین کو نہیں پہچانا اور فرمایا کہ تم کون ہو؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا اَنَا عَائِشَةُ میں عائشہ ہوں۔ فرمایا مَنْ عَائِشَةُ؟ عائشہ کون ہے۔ عرض کیا بِنْتُ اَبِیْ بَکْرٍ رضی اللہ عنہ کی بیٹی فرمایا۔ ابوبکر کون ہے؟ عرض کیا اِبْنُ اَبِیْ قُحَافَةَ جب ابوبکر تک کو بھی آپ نے نہیں پہچانا تو ابو قحافہ کا نام لیا کہ میں اُن کی پوتی ہوں۔ فرمایا مَنْ اَبُوْ قُحَافَةَ ابو قحافہ کون ہیں؟ تب آپ خوفزدہ ہو کر واپس چلی گئیں کہ یا اللہ رات دن میرا ساتھ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے نہیں پہچان رہے ہیں۔

نمودِ جلوۂ بے رنگ سے ہوش اس قدر گم ہیں
کہ پہچانی ہوئی صورت بھی پہچانی نہیں جاتی

اس کے بعد جب آپ تہجد سے فارغ ہوئے تو اپنی رُوح مبارک کو عرشِ اعظم سے مدینے شریف کی زمین پر اُتارنے کے لیے تاکہ مسجد نبوی میں امامت کے

فرائض انجام دے سکیں آپ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کچھ گفتگو فرماتے کَلِّمِيْنِيْ يَا حُمَيْرَةُ۔ اے عائشہ مجھ سے کچھ باتیں کرو۔ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ وہ عام گفتگو نہیں تھی جو میاں بیوی کرتے ہیں بلکہ جس طرح جہاز بلندی سے آہستہ آہستہ رن وے پر اترتا ہے اسی طرح آپ اپنی رُوح کو عرشِ اعظم سے مدینہ شریف کی سرزمین پر لانے کے لیئے اور مسجدِ نبوی میں امامت کے فرائض ادا کرنے کے لیئے یہ گفتگو فرماتے تھے۔ چنانچہ جب آپ کو افاقہ ہوا اور آپ نے نزول فرمایا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سارا ماجرا بیان کیا تو آپ نے فرمایا اے عائشہ لِيْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ الخ میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان بعض مخصوص اوقات ہوتے ہیں اور مجھے اس وقت ایسا قُرب نصیب ہوتا ہے جہاں جبرئیل علیہ السلام کا بھی گذر نہیں ہو سکتا۔

حضرت مرشد پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

السید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا کہنا جبکہ آپ کے ادنیٰ غُلاموں کا یہ حال ہے کہ میرے مرشد شاہ عبدُ الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تین بجے رات سے اُٹھ کر پانچ گھنٹے عبادت کر چکے تھے، آٹھ بجے صُبح ایک آدمی آیا اور حضرت سے عرض کیا کہ حضرت دستخط کر دیجئے، آپ کی زمینداری کے یہ کاغذات اعظم گڑھ کی عدالت میں پیش کرنا ہیں۔ پانچ گھنٹے کی عبادت اور عبادت بھی کیسی کہ روئے زمین پر میں نے کسی کو ایسی عاشقانہ عبادت کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ دُور تک رونے کی آواز جاتی تھی۔ رات کو پورا قصیدہ بردہ اور ساتوں منزل مناجاتِ مقبُول کی اور بارہ تسبیح کا ذکر اور تہجد کی نماز اور ہر دو رکعات کے بعد اللہ تعالیٰ سے

بے تحاشا اس طرح رٹتے تھے جیسے بچہ اپنی ماں سے لپٹ جاتے ۔ حضرت نے پہلے تو بہت سوچا کہ میرا نام کیا ہے لیکن سوچتے سوچتے جب اپنا نام یاد نہیں آیا تو ماسٹر عینُ الحق صاحب سے جو کاغذات لے کر آتے تھے پوچھا کہ میرا نام کیا ہے؟ ماسٹر عینُ الحق صاحب کو ہنسی آگئی تو حضرت نے ڈانٹ کر فرمایا کہ بتاتے کیوں نہیں میرا کیا نام ہے ۔ تب ماسٹر صاحب ڈر گئے اور عرض کیا آپ کا نام عبدالغنی ہے پھر حضرت نے کاغذ پر دستخط فرمائے اور ماسٹر عینُ الحق صاحب جلدی سے کاغذات لے کر ڈر کے مارے بھاگے کہ نہ معلوم آج کیا معاملہ ہے ۔ میرے شیخ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے کہ ؎

یس من مورا لبدھ گئے تو یں

اے اللہ! آپ کے نام میں میرا دل اس طرح چپک گیا کہ

سمرن نام بسر گئے مو ییں

کہ اے میرے محبوب! مجھے اپنا نام بھی یاد نہیں رہا ۔ ایسی شخصیت کا اختر غلام ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تَعَالٰی وَلَا فَخْرَ یَا رَبِّیْ ۔

مقدارِ محبت کا پہلا جز

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت کی جو مقدار مانگی اس کا پہلا جُز یہ ہے جو بیان ہو گیا کہ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ اے اللہ! اپنی محبت مجھ کو میری جان سے زیادہ دے دے اور جب یہ محبت ہمیں عطا ہو جائے گی تو ہم اللہ تعالیٰ کو ناخوش کر کے اپنی جان کو خوش نہیں کریں گے اور اس کا انعام یہ ہے جو ابھی بیان ہوا کہ دنیا ہی میں ایسا مزہ پائیں گے کہ دونوں جہان کی لذت

کو بھول جائیں گے۔

مقدارِ محبت کا دوسرا جُز

اور محبت کی مقدار کا دوسرا جز جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگا وہ کیا ہے؟ وَمِنْ أَهْلِيْ اور اتنی محبت دے دے کہ میرے بیوی بچوں سے زیادہ مجھے آپ کی محبت ہو۔

مقدارِ محبت کا تیسرا جُز

اور وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ اور اے خدا! اپنی محبت مجھے اتنی دے دے کہ ٹھنڈے پانی سے پیاسے کو جو مزہ آتا ہے۔ اس سے زیادہ مجھے آپ کی محبت ہو۔ پوچھو میر صاحب سے کہ ٹھنڈے پانی میں کتنا مزہ آتا ہے ان کو۔ یہ پانی میں برف نہیں ڈالتے، برف میں پانی ڈالتے ہیں۔ اگر ٹھنڈا پانی نہ ملے تو ان کو قے ہونے لگتی ہے۔ بس جب اللہ تعالیٰ سے محبت ہو جائے گی تو غیر اللہ سے قے ہونے لگے گی۔ اے اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دونوں دعائیں ہمارے حق میں قبول فرمالے کہ اے خدا! ہم آپ سے آپ کی محبت مانگتے ہیں۔ آپ کے عاشقوں کی محبت مانگتے ہیں اور ان اعمال کی محبت مانگتے ہیں کہ جن سے آپ کی محبت ملتی ہے اور محبت کتنی ہونی چاہیے کہ آپ ہمیں ہماری جان سے زیادہ اور ہمارے اہل و عیال سے زیادہ اور شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ پیارے ہو جائیں۔

محبت کی مطلوبہ مقدار کیسے حاصل ہو؟

لیکن محبت کی یہ مقدار کہاں سے ملے گی جس سے ہم اللہ والے ہو جائیں، تو ایک بات سُن لیجئے، بہت دردِ دل سے کہتا ہوں کہ امرود ملتا ہے امرود والوں سے، آم ملتا ہے آم والوں سے، کپڑا

ملتا ہے کپڑے والوں سے، مٹھائی ملتی ہے مٹھائی والوں سے، کباب ملتا ہے کباب والوں سے، اللہ ملتا ہے اللہ والوں سے، کسی دلیل کی اس میں ضرورت نہیں ہے۔ ایک لوہے نے پارس پتھر سے پوچھا کہ سنا ہے جو لوہا آپ سے متصل یعنی ٹچ (Touch) ہوجاتا ہے وہ سونا بن جاتا ہے اس کی کیا دلیل ہے؟ تو پارس پتھر نے ہنس کر کہا کہ دلیل مت پوچھو مجھ سے ٹچ ہو کے دیکھ لو۔ اسی طرح صدقِ دل سے اللہ والوں کے ساتھ رہ کے تو دیکھو کہ ان کی صحبت سے کیا ملتا ہے؟ ارے عطائے عشق بھی ہوگا، بقائے عشق بھی ملے گا اور ارتقائے عشق بھی عطا ہوگا۔ تجربہ کر کے دیکھ لو۔

علامہ آلوسی كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ کی تفسیر فرماتے ہیں کہ خَالِطُوْهُمْ لِتَكُوْنُوْا مِثْلَهُمْ اللہ والوں کے ساتھ اتنی مدت تک رہو کہ تم بھی اللہ والے بن جاؤ۔ سائنس کی رو سے دیسی آم کی لنگڑے آم کے ساتھ اتنے عرصہ تک پیوندکاری واجب ہے کہ دیسی آم لنگڑے آم میں تبدیل ہوجائے۔ اسی لئے سائنسدان دیسی آم کی پٹی لنگڑے آم کے ساتھ کس کے باندھتے ہیں تاکہ لنگڑے آم کی سیرت دیسی آم میں منتقل ہوجائے۔ اسی طرح جتنا قوی تعلق کسی اللہ والے سے ہوگا اتنا ہی زیادہ قوی دین آپ کے اندر آجائے گا اور ہمت شیرانہ آپ میں منتقل ہوجائے گی اور لومڑیانہ خصائل ختم ہوجائیں گے۔ پھر اگر سارے عالم میں منتخب دنیا کی سب سے بڑی حسینہ بھی سامنے آجائے لیکن اگر وہ اللہ کے پیچھے عاشقوں کا تربیت یافتہ ہے تو مجال نہیں کہ اس پر نظر ڈالے۔ وہ اپنے دل کا خون کرے گا کیونکہ اسی خونِ آرزو کا خون بہا وہ اللہ کی ذات کو پا رہا ہے۔

جب تم نظر لیلیٰ سے بچاؤ گے تو دل میں مولیٰ کو پاؤ گے۔ جنت تو اُدھار ہے۔ لیکن مولیٰ اُدھار نہیں، مولیٰ تمہیں نقد ملے گا یعنی ایمان کی حلاوت اسی وقت دل میں پاؤ گے۔ غرض اللہ والوں سے اللہ ملتا ہے اور اللہ والوں کی سیرت اور ان کی صفات، ان کا تقویٰ اور ان کا دردِ محبت منتقل ہوجاتا ہے۔

وصول الی اللہ کی شرط

لیکن شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پانے کی نیت بھی ہو۔ خالی پیر کے دسترخوان پر مال اُڑانے کی نیت نہ ہو۔ بعض اسی نیت سے آتے ہیں کہ سنتے ہیں کہ خانقاہوں میں بریانی وغیرہ ملتی ہے چلو مال اُڑائیں چنانچہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ سنایا کہ ایک شخص آیا اور ایک ہی مجلس کے بعد اس نے کہا کہ واللہ میری روح تو عرش تک پہنچ گئی، آپ نے تو فرشی کو عرشی بنادیا۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھے اس کے کلام میں اخلاص کی خوشبو نہیں ملی، ایسا محسوس ہوا کہ یہ پکا دُنیا دار ہے اور مال اُڑانے کے لئے آیا ہے تو حضرت نے میزبان سے کہا کہ آج جو کی روٹی اور ارہر کی اُبلی ہوئی دال پکانا اور چٹنی بھی نہ رکھنا۔ امتحان میں ممتحن کو بھی تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے۔ اس نے جب ارہر کی دال اور جو کی روٹی دیکھی تو حضرت اس کا چہرہ دیکھ رہے تھے کہ دیکھیں اس کے چہرے پر کیا کیا رنگ تبدیل ہوتے ہیں، مایوسی اور صدمہ سے نڈھال معلوم ہونے لگا۔ پھر میزبان سے تنہائی میں فرمایا کہ رات کے کھانے پر بھی یہی جو کی روٹی اور دال ہوگی، کچھ اور نہیں ہوگا، نہ بریانی نہ پلاؤ، میرا حکم چلے گا۔ اب دوسرے دن دوپہر کو بھی پھر وہی روٹی اور وہی دال تھی اور رات کو سوچا کہ شاید اب بریانی مل جائے۔

لیکن دیکھا تو وہی دال۔ جب دیکھا کہ یہاں تو دال نہیں گلے گی تو ٹھیک بارہ بجے رات کو عرشِ اعظم سے فرش پر اتر آیا اور بستر لے کے بھاگ گیا۔ اس نے کہا تھا کہ آپ کی تقریر سے تو میری رُوح عرشِ اعظم پر پہنچ گئی۔ وہ سمجھتا تھا کہ اللہ والے ایسے ہی بے وقوف ہوتے ہیں، انہیں خوب بے وقوف بنالو۔ یہ احمق نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ جس کو اپنے دین کی خدمت کے لئے قبول کرتا ہے اس کو عقل و فراست بھی دیتا ہے۔ ان کو کیا معلوم کہ اللہ والوں کی فراست کیا ہوتی ہے۔

اور حضرت نے ایک اور واقعہ سنایا کہ ایک نیا مرید آیا اور کہا کہ حضرت مجھے دبانا بہت اچھا آتا ہے، کہا کہ اچھا دیکھوں کیسا دباتا ہے۔ دبانے میں واقعی ماہر تھا، ایسا دبایا کہ حضرت کو سُلا دیا۔ جب حضرت کو خوب گہری نیند آگئی تو سارا پیسہ حضرت کی جیب سے نکال کر ایک دو تین ہوگیا۔ حضرت کی جب آنکھ کھلی تو فرمایا کہ یہ دبانا تو بڑا مہنگا پڑا اور فرمایا کہ پیر کو مریدوں کے چکر میں جلدی نہیں آنا چاہئے، کافی دن آزمائش کرنی چاہیئے۔

محرومی کے ۲ دو سبب

غرض جو لوگ اللہ والوں کے ساتھ اخلاص سے نہیں رہتے محروم رہتے ہیں۔ اسی طرح جو اللہ والوں سے استغنا برتتے ہیں کہ صاحب ہمیں کیا ضرورت ہے اللہ والوں کی جوتیاں اُٹھانے کی، ہم خود بخاری پڑھاتے ہیں تو ایسے مولوی صاحب کی اُمت کی نگاہوں میں کوئی عزت نہیں ہوتی، وہ مولوی صاحب نہیں مولی صاحب گاجر صاحب ہیں کیونکہ ان کے علم و عمل میں فاصلے ہیں۔ مولوی وہ ہے جو مولی والا ہو جیسے لکھنوی اس کو کہتے ہیں جو لکھنؤ والا ہو۔ اصل مولوی وہ ہے جس کو نسبت

ہو مولی سے جس نے کسی اللہ والے کی صحبت اُٹھائی ہو، اہل اللہ سے پیوند کاری کی ہو۔ جو دیسی آم الگ رہتا ہے اور لنگڑے آم سے ملاقات نہیں کرتا بلکہ مذاق اڑاتا ہے، توہین کرتا ہے اور اپنے منہ سے کہتا ہے کہ میں خود لنگڑا آم ہوں، آؤ میرے ساتھ رہو، میری مجلس میں بیٹھو، مجھ سے پیوند کاری لو۔ تو اس سے پوچھو کہ آپ نے کس لنگڑے آم سے پیوند کاری کی ہے؟ آپ مربی بننے کے شوق میں جو پاگل ہو رہے ہیں تو یہ بتایئے کہ آپ مربّٰی بھی بنے ہیں کہ نہیں۔ پہلے مربّٰی بنتا ہے، پھر مربی ہوتا ہے۔ تو کس مربی کی تربیت آپ نے اُٹھائی ہے؟ آپ کس کے تربیت یافتہ ہیں۔ میں کیسے آپ کو لنگڑا آم سمجھ لوں، آپ تو لنگڑے آم کا مذاق اُڑاتے رہتے ہیں اور اس کی غیبت کرتے رہتے ہیں۔ پہلے آپ کسی لنگڑے آم کی صحبت اُٹھایئے اور لنگڑا آم بن جایئے، پھر آپ کو کہنا نہیں پڑے گا کہ میں لنگڑا آم ہوں، لوگ آپ کی خوشبو سے خود آپ پر فدا ہو جائیں گے۔ ورنہ لاکھ تقریریں کیجئے کچھ اثر نہ ہوگا۔ میرے شیخ اول شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جس عالم نے اللہ والوں کی صحبت نہیں اُٹھائی اور ان کی صحبت میں رہ کر مجاہدہ نہیں کیا اس کی گفتگو میں بھی اثر نہیں ہوتا۔ جب یہ خود مست نہیں تو دوسروں کو کیا مست کرے گا اور میرے شیخ اس کی مثال دیتے تھے کہ کچا قیمہ پیس کر اس میں کباب کے سارے اجزا ڈال دو اور ٹکیہ بنا کر رکھ دو اور لکھ دو کہ یہ شامی کباب ہے مگر اسے مجاہدہ سے نہیں گذارا گیا اور آگ پر رکھ کر سرسوں کے تیل میں تلا نہیں گیا تو اس کی صورت تو شامی کباب کی سی ہوگی لیکن سیرت نہ ہوگی اور اس میں وہ خوشبو بھی نہیں آئے گی جو کباب میں آتی

ہے اور جو کوئی کھائے گا تھو تھو کرے گا اور کہے گا کہ یار ہم نے تو مولانا لوگوں کی بڑی تعریف سُنی تھی مگر ۔

بہت شور سُنتے تھے پہلو میں دِل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نِکلا

لیکن اس کچے کباب کو کڑھائی میں ڈال کر نیچے سے آگ لگائی جائے اور تیل میں تلا جائے اب جو اس کی خوشبو پھیلے گی تو کافر بھی کہے گا کہ ۔

بوئے کباب مارا مُسلمان کرد

اس کباب کی خوشبو نے تو مجھے مُسلمان کر ڈالا۔

میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سولہ سترہ سال کا ایک ہندو لڑکا مُسلمان ہو گیا اور جونپور میں علمِ دین پڑھنے آیا جہاں میرے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سولہ اسباق پڑھاتے تھے اور سب مشکوٰۃ جلالین سے اوپر کی کتابیں تھیں۔ میرے شیخ بہت بڑے عالم تھے۔ دارالعلوم دیوبند کی صدر مدرسی کے لئے انتخاب ہوا تھا تو فرمایا کہ مدرسہ میں طلباء کی دعوت میں گائے کا کباب آیا۔ اس بے چارے نے کہاں گائے کا کباب کھایا تھا کیونکہ ہندو گائے کا گوشت کہاں کھاتے ہیں۔ اس کو تو مزہ آگیا۔ جب اس کو کسی دِن گائے کا گرم گرم کباب نہیں ملا تو وہ تتلاتا تھا' اپنی تتلی زبان میں اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یار تم لوگ ہر وقت کتاب ہی لئے پھرتے ہو یا کہیں دعوت واوت بھی ہے کہ گائے کا کباب ملے۔

میرے شیخ فرماتے تھے کہ علمِ درسِ نظامی جس نے حاصل کر لیا اس کی مثال

اسی بچے قیمہ کے کباب کی سی ہے جس میں کباب کے تمام مسالے اور اجزاء پڑے ہوئے ہیں اور اس کی دستار بندی بھی کر دی گئی کہ آج تم شامی کباب ہو گئے۔ لیکن ابھی نہ یہ خود مزہ پائے گا، نہ اس کے پاس بیٹھنے والے مزہ پائیں گے جب تک اس کو مجاہدہ کی آگ پر تلا نہ جائے گا۔ لہٰذا اب یہ کسی بزرگ کے پاس جائے اور ان کی صحبت میں رہ کر مجاہدہ کرے اور گناہوں سے بچنے کا غم اٹھائے یہاں تک کہ اس مجاہدہ سے اس کا دل جل کر کباب ہو جائے اب اس کے علم کی خوشبو سارے عالم میں پھیل جائے گی۔

صحبتِ اہل اللہ کے متعلق علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

مولانا عبداللہ صاحب شجاع آبادی کی جب بخاری شریف ختم ہوئی تو علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو مخاطب کر کے بخاری شریف پڑھنے والوں سے فرمایا کہ آج بخاری شریف ختم ہو گئی، آج تم عالم ہو گئے مگر بخاری شریف کی روح جب حاصل ہو گی جب چھ ماہ کسی اللہ والے کی صحبت میں رہو گے، پھر تمہیں درد بھرا دِل عطا ہو گا، اپنے علم پر عمل نصیب ہو گا اور علم کی حلاوت ملے گی اور تمہارے مُنہ سے جو علم نکلے گا جادو بیانی کے ساتھ نکلے گا۔ پھر جوش میں فرمایا کہ اللہ والوں کی جوتیوں کی خاک کے ذرات بادشاہوں کے تاجوں کے موتیوں سے افضل ہیں۔ یہ جملہ علامہ انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

صحبتِ اہل اللہ کے متعلق بڑے پیر صاحب کا ارشاد

اب بڑے پیر صاحب

شاہ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا جملہ مُفتنے جو میں نے اپنے بزرگ حضرت مولانا شاہ مُحمّد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سُنا کہ اے علماءِ دین جب پڑھ کر عالم ہوجاؤ تو فوراً مسجد کے منبر کو نہ سنبھالو۔ چھ مہینے کسی اللہ والے کی خدمت میں رہ پڑو۔ جب نفس مِٹ جائے گا پھر منبر تمہارا منبر ہوگا، تقریر تمہاری تقریر ہوگی، تمہارے کلام میں اللہ تعالیٰ اثر ڈال دے گا اور ایک عالم تم سے فیض یاب ہوگا۔

کلام مؤثر کس کو عطا ہوتا ہے؟

دِل جتنا جلا بُھنا ہوگا، جتنا زیادہ متقی ہو گا اُس کی زبان میں اِسی قدر اثر ہوگا۔ اسی لِئے وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا۔ دُنیا میں اس سے بہتر کوئی گفتگو نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلا رہا، دُنیا بھر کے حسینوں سے حسین تر ہے لیکن وَعَمِلَ صَالِحًا صالح عمل بھی کر رہا ہو، فاسقانہ عمل نہ کر رہا ہو۔ نافرمانی کے ساتھ دعوۃ الی اللہ جائز تو ہے مگر اثر نہیں ہو گا۔ ایک بوڑھی نے ایک شیخ سے کہا کہ میرا بیٹا گڑ بہت کھاتا ہے تو بزرگ نے کہا کہ اسے کل لے کر آنا، جب کل آئی تو کہا بیٹے گڑ نہ کھایا کرو تو بڑھیا کو غصہ آ گیا کہ کل ایک میل سے ہم آئے تھے، اتنی بات تو آپ کل بھی کہہ سکتے تھے اور آج ایک میل پھر دوڑایا۔ اُنھوں نے کہا کہ بڑھیا سن! کل تک میں بھی بہت گڑ کھاتا تھا۔ اگر کل میں گڑ کھانے کو منع کرتا تو زبان میں اثر نہ ہوتا کیونکہ کل تک میں خود بے عمل تھا۔ جو عمل کرتا ہے اس کی زبان میں اللہ تعالیٰ تاثیر ڈالتا ہے، جو دل اللہ تعالیٰ کے لِئے تقویٰ کا غم اُٹھاتا ہے وہ جب دوسروں کو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خوش رکھو اور اللہ کو ناخوش کر کے حرام لذت کو اپنے

اندر نہ لاؤ چاہے دِل جل کر کباب ہو جائے تو اس کی بات میں اثر ہوتا ہے۔ جس سے دوسروں کو بھی عمل کی توفیق ہو جاتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جب دِل جل کر کباب ہوتا ہے تب ہی ایمان خوشبودار ہوتا ہے کافر بھی آپ کو دیکھ کر پہچان جائے گا کہ یہ کوئی اللہ والا ہے ورنہ اگر عالم بھی ہے لیکن اللہ والوں سے بے تعلق ہے تو اللہ والا نہیں ہو سکتا کیونکہ عالم اصلی وہی ہے جو اللہ والا ہو۔

اہلِ ذکر سے کون لوگ مُراد ہیں؟

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اگر تم مسائل نہیں جانتے تو اہلِ ذکر سے پوچھو۔ تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ اَلْمُرَادُ بِاَهْلِ الذِّكْرِ الْعُلَمَاءُ یہاں اہلِ ذکر سے مُراد علماء ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ لَا تَعْلَمُوْنَ والوں کو حکم ہو رہا ہے کہ تم اہل ذکر سے مسائل شرعیہ پوچھو جس سے معلوم ہوا کہ اہلِ ذکر سے مُراد اہلِ علم ہیں کیونکہ اگر وہ لَا یَعْلَمُوْنَ ہے تو لَا تَعْلَمُوْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ سے کیسے پوچھے گا۔

میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے علماء کو اہلِ ذکر سے اس لئے تعبیر کیا کہ اے علمائے دین! ہم نے تمہارا نام اہلِ ذکر رکھا ہے، تم اگر ہم سے غافل ہو گئے تو غضب کرو گے اور ہمارے عطا فرمودہ نام کی بے قدری کرو گے۔

لیکن بات یہ ہے کہ جب تک کسی اللہ والے کی صحبت نہیں اُٹھاتا، عالم بھی اللہ کو یاد نہیں کرتا اور جب کسی اللہ والے کی صحبت میں جاتا ہے تو نورٌ علیٰ نور ہو جاتا ہے، ایک علم کا نور دوسرے عمل کا نور۔ لہٰذا جب دیکھو کہ کوئی گنہگار

اور غافل اللہ والا ہوگیا تو اب اُسے طعنہ نہ دو کہ یہ پہلے ایسا تھا۔

اہل اللہ کے تربیت یافتہ کی مثال

تلی کا تیل جب گلاب کے پھولوں کی صحبت سے روغن گل ہوگیا تو اب ماضی بعید کو مت دہراؤ کہ پہلے یہ تلی کا تیل تھا۔

روغن گل روغن کنجد نہ ماند

گلاب کی صحبت میں رہ کر اس نے مجاہدہ کیا ہے اس لئے اب جو تیل نکلا ہے یہ گلِ روغن ہے، اس کو اگر اب تلی کا تیل کہو گے تو ہتکِ عزت کا دعویٰ دائر کر دے گا۔ اسی طرح دیسی آم جب لنگڑے آم کی صحبت میں لنگڑا آم بن گیا تو اس کو اب دیسی آم نہ کہو ورنہ ہتکِ عزت کا مقدمہ تم پر چل جائے گا۔ اب یہ لنگڑا آم ہے میرے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ دیسی آم لنگڑے آم کی صحبت سے لنگڑا آم بنتا ہے لیکن دیسی دِل اللہ والوں کی صحبت سے لنگڑا دل نہیں بنگڑا دِل بنتا ہے اور ایسا بنگڑا دِل بنتا ہے کہ خود بھی استقامت سے رہتا ہے اور دوسروں کی استقامت پر بھی اثر انداز ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہر وقت خوش رکھتا ہے، اللہ کی ناخوشی سے بچنے کے لئے اپنی خوشیوں کا خون کرتا رہتا ہے اور خوش رہتا ہے اگرچہ اندر دریائے خون کیوں نہ بہہ رہا ہو۔

یہ تڑپ تڑپ کے جینا لہو آرزو کا پینا
یہی میرا جام و مینا یہی میرا طورِ سینا
مری وادیوں کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

انعامِ خونِ آرزو

یہ نہ سمجھو کہ اولیاء اللہ کے سینے میں دِل نہیں یا دل ہے تو اس میں جذبات نہیں یا جذبات ہیں تو ان میں کیفیات نہیں، ان کا دِل اور زیادہ حساس ہوتا ہے بوجہ لطیف ہونے کے۔ اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے وہ لطیف المزاج ہوتے ہیں، ان کے لطیف احساس کا تھرما میٹر ایک اعشاریہ حسن بھی اپنے اندر محسوس کرلیتا ہے۔ اِس کے باوجود وہ اپنی نظر بچاتے ہیں اور خونِ آرزو کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کا دِل پورا ایک دریائے خون ہوتا ہے جس کا انعام یہ ہے کہ ان کے قلب کے ہر افق سے اللہ تعالیٰ اپنے قرب کے بے شمار آفتاب طلوع کرتا ہے اور ان کو وہ لذت ملتی ہے جس کے سامنے دونوں جہان کی لذتیں ہیچ ہیں۔ اسی لئے کہتا ہوں کہ اللہ والوں کی صحبت میں رہ کر اللہ کو حاصل کرلو، سارے جہان کی نعمتیں بھول جاؤ گے، شامی کباب اور بریانی بھول جاؤ گے۔ ان کے نام میں جو مزہ ہے اس کی کوئی مثل نہیں۔ جو اللہ سارے عالم کو مزہ دیتا ہے، جو مرغ میں لذتِ مرغ دیتا ہے، جو دونوں جہان کی لذتوں کا خالق ہے وہ خود کیسے بے لذت ہوگا اور ان کی لذتِ قرب کبھی منقطع نہیں ہوتی، یہ لذت ہر وقت ان کے عاشقوں کو حاصل ہے۔

قربِ دوام اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے حاصل نہیں ہو سکتا

دیکھئے دُنیا میں ایک ہی لیلیٰ سے مجنوں پاگل ہوگیا اور اللہ تعالیٰ کا کوئی عاشق پاگل نہیں ہوا۔ کیوں؟ اس لئے کہ عاشق پاگل ہوتا ہے غمِ فراقِ محبوب سے اور اللہ تعالیٰ سے کبھی فراق نہیں۔ فرماتے ہیں:

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ

اے میرے عاشقو جہاں بھی تم رہو گے تمہارا مولیٰ تمہارے ساتھ رہے گا، مولائے کائنات کبھی اپنے عاشقوں سے الگ نہیں ہے، دور نہیں ہے اس لئے عشقِ مولیٰ میں غمِ فراق نہیں ہے، اسی لئے اللہ کا کوئی عاشق آج تک پاگل نہیں ہوا اور مجنوں پاگل ہوا غمِ فراقِ لیلیٰ سے لیکن اگر مجنوں کو بھی اس زمانے کا کوئی شمس الدین تبریزی مل جاتا تو اس کے عشقِ لیلیٰ کو عشقِ مولیٰ سے بدل دیتا۔ ہر زمانے کے شمس الدین تبریزی الگ ہوتے ہیں، ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ شمس الدین تبریزی پیدا کرتا ہے۔ عشق تو ایک پٹرول ہے۔ ڈرائیونگ صحیح کرو اور عشق کے پٹرول سے کعبہ شریف چلے جاؤ، اللہ والوں کے پاس چلے جاؤ اور اللہ تعالیٰ کی طرف پہلے ہی قدم سے چین اور اطمینان ملے گا اور اگر ڈرائیونگ غلط کر لی تو یہی پٹرول لیلاؤں تک پہنچا دے گا اور لیلاؤں کے آغازِ حرفِ عشق اور نظر کے زیرو پوائنٹ اور نقطۂ آغاز سے آپ کا دل عذاب میں مبتلا ہو جائے گا۔ واللہ کہتا ہوں کہ جتنے نظر باز ہیں ان کے سر پر قرآن شریف رکھ کر پوچھ لو کہ نظر پڑتے ہی بے چینی شروع ہو جاتی ہے یا نہیں کہ آہ یہ مجھے ملی ہوتی بس ہر وقت کاش کاش کاش اور دل ہو گیا پاش پاش اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں، کیا میں تمہارے لئے کافی نہیں ہوں جو مجھے چھوڑ کر بدنظری کرتے ہو۔ اس کے برعکس اللہ والے ہر وقت چین میں ہیں نظر بچا کر حلاوتِ ایمانیہ کو یعنی اپنے مولیٰ کو اپنے دل میں پا جاتے ہیں اور سکون سے رہتے ہیں اور بدنظری کرنے والے کو بدنظری کے بعد دل میں بے چینی پیدا ہوتی ہے کہ یہ کیسے ملے گی یا کیسے ملے گا؟

بدنگاہی کی حُرمت کا ایک دِلکش عنوان

لہٰذا اِدھر اُدھر دیکھ کر اپنے دل کو تکلیف مت دو کیونکہ ایذائے مُسلم حرام ہے اور تم بھی تو مُسلمان ہو لہٰذا اپنے دل کو تکلیف دینا بھی حرام ہے۔ یہ ایک نئی بات ہے یا نہیں؟ ایذائے مُسلم سے بدنگاہی کی حرمت کا یہ عنوان اللہ تعالیٰ نے میرے دِل کو عطا فرمایا۔

بدنظری نصوصِ قطعیہ سے حرام ہے

بعضے بے وقوف کہتے ہیں کہ ہم نے تو کچھ نہیں کیا، نہ لیا نہ دیا صرف دیکھ لیا۔ نہ جانے یہ مولوی لوگ ہمیں کیوں اس قدر ڈراتے ہیں۔ مولوی نہیں ڈراتا بلکہ جس اللہ پر ایمان لائے ہو اس کا حکم ہے یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ اور جس نبی کی نبوت پر ایمان لائے ہو وہ پیارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم بخاری شریف میں فرمارہا ہے کہ زِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ بدنگاہی آنکھوں کا زنا ہے۔ غضِ بصر محض تصوف کا مسئلہ نہیں ہے اللہ و رسول کا حکم ہے حالانکہ تصوف کا کوئی مسئلہ احکامِ شریعت کے خلاف نہیں ہوسکتا۔ وہ تصوف ہی نہیں جو سُنّت و شریعت کے خلاف ہو۔ پس ظالم ہے وہ شخص جو اس کو صرف تصوف کا مسئلہ کہتا ہے جب کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ اے اللہ! نظر کرنے والے پر اور حرام نظر کے لیے خود کو پیش کرنے والے یا والی پر (مثلاً بے پردہ پھرنے والی عورتوں پر) لعنت فرما یعنی ناظر اور منظور دونوں پر لعنت ہو اور لعنت کے معنی ہیں اللہ کی رحمت سے دُوری۔ بتائیے یہ نص قطعی ہے یا نہیں؟ جب یہ آنکھوں کا زنا ہے تو

آنکھوں کے زنا پر لعنت نہ ہوگی؟ اگر یہ معمولی گناہ ہوتا تو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اس کو آنکھوں کا زنا نہ فرماتے اور لعنت نہ فرماتے۔

تمام احکاماتِ الٰہیہ عین فطرتِ انسانی کے مُطابق ہیں

اور غضِ بصر کا حکم تو عین ہماری انسانی فطرت کے مُطابق ہے۔ جب آپ پسند نہیں کرتے کہ آپ کی بہو بیٹی کو کوئی بری نظر سے دیکھے تو دوسروں کی بہو بیٹیوں کو دیکھنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

ایک نوجوان آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھ کو زنا کی اجازت دی جاتے۔ آج کل اگر کوئی کسی مولوی سے ایسی بات کہے تو ایک طمانچہ مارے گا لیکن واہ رے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے فرمایا کہ بیٹھو اور فرمایا کہ تمہاری ماں زندہ ہے؟ عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا کہ اگر تمہاری ماں سے کوئی زنا کی اجازت مانگے تو اجازت دوگے؟ اس نے تلوار نکال لی اور کہا کہ میں اسے قتل کر دوں گا۔ پھر فرمایا کہ تمہاری کوئی بہن ہے؟ عرض کیا کہ ہے۔ فرمایا کہ اگر کوئی تم سے اجازت مانگے تمہاری بہن سے زنا کی تو اجازت دوگے؟ اس نے پھر یہی کہا کہ تلوار سے قتل کر دوں گا۔ پھر فرمایا تمہاری خالہ زندہ ہے، تمہاری پھوپھی زندہ ہے، آپ نے ہر ایک کا نام لیا تو اس نے ہر ایک پر یہی کہا کہ میں قتل کر دوں گا تو آپ نے فرمایا کہ تم جس سے زنا کی اجازت چاہتے ہو وہ کسی کی ماں ہوگی، کسی کی بیٹی ہوگی، کسی کی خالہ ہوگی، کسی کی پھوپھی ہوگی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مُبارک اس کے سینہ پر رکھا اور یہ

دُعا پڑھی: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَهٗ وَطَهِّرْ قَلْبَهٗ وَحَصِّنْ فَرْجَهٗ اے اللہ! اس کے گناہ کو معاف کر دے اور اس کا دل پاک کر دے اور اس کی شرم گاہ کو محفوظ فرما دے۔ صحابی کہتے ہیں کہ اس دن کے بعد سے پھر مجھے کبھی زنا کا وسوسہ بھی نہیں آیا۔

جی اُٹھے مرنے تری آواز سے

احمقانہ مرض

حکیم الاُمت فرماتے ہیں کہ بدنظری احمقانہ مرض ہے' نہ ملنا' نہ ملانا' بس دل کا تڑپانا' کلپانا اور للچانا۔ لاکھ دیکھو لیکن ملے گی نہیں۔ ملے گی وہی جو تمہارے مقدر میں اللہ تعالیٰ نے حلال لکھ دی ہے۔ اس لیے یہ حماقت کا مرض ہے۔

بدنظری کے چند طبّی نقصانات

اور صحت الگ خراب ہوجاتی ہے۔ بحیثیت ایک طبیب کے اختر کہتا ہے کہ جو بدنظری کرتا ہے اس کا مثانہ کمزور ہوجاتا ہے جس سے پیشاب بار بار لگے گا اور منی رقیق ہوجائے گی جس سے سرعتِ انزال کی شکایت ہوجائے گی اور بیویوں کے حقوق صحیح ادا نہیں ہوں گے اس لئے انگریزوں کی عورتوں کو ان سے تسلّی نہیں ہوتی اور وہاں زنا کے عام ہونے کا ایک سبب یہ بھی ہے۔ متقی جتنا قوی حق ادا کرسکتا ہے اپنی بیوی کا غیر متقی اتنا ادا نہیں کرسکتا۔ بدنظری سے اعصاب کو گرمی پہنچتی ہے اور ہر گرم چیز قوام کو رقیق کردیتی ہے اس لئے حسینوں کے قریب بھی نہ بیٹھو۔ چاہے نہ دیکھے لیکن جو قریب بیٹھے گا وہ بھی گرم ہوجائے گا۔ دیکھئے اگر گھی کے کنستر کو چادر میں لپیٹ کر آگ کے قریب رکھ دو

تو چاہے وہ آگ کو نہ دیکھ سکے لیکن گھی پگھل جائے گا اور اُٹھنی کو آپ نے کالے کپڑے میں لپیٹ دیا لیکن مقناطیس یعنی میگنٹ کو اُٹھنی کے قریب سے گذارا تو اُٹھنی ناچنے لگے گی۔ پس حسن میں بھی میگنٹ ہے اور عشق میں بھی میگنٹ ہے اس لیے حُسن و عشق میں فاصلے ہونا ضروری ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ وہ نہیں چاہتے کہ دونوں ایک دوسرے سے مل جائیں اور کشمکش میں مبتلا ہوجائیں۔

حفاظتِ نظر اور حلاوتِ ایمانی

حفاظتِ نظر کا حکم دے کر اللہ تعالیٰ نے ہمیں کشمکش سے بچالیا اور سکون سے جینا عطا فرمایا اور ہر نظر کے بچانے پر وعدہ ہے حلاوتِ ایمانی کا اِنَّ النَّظَرَ سَہْمٌ مِنْ سِہَامِ اِبْلِیْسَ مَسْمُوْمٌ مَنْ تَرَکَہَا مَخَافَتِیْ اَبْدَلْتُہٗ اِیْمَانًا یَجِدُ حَلَاوَتَہٗ فِیْ قَلْبِہٖ۔ حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نظر ابلیس کا تیر ہے زہر میں بجھایا ہوا جس نے میرے ڈر سے اس کو ترک کیا تو اس کے بدلہ میں اس کو ایسا ایمان دوں گا جس کی حلاوت وہ اپنے قلب میں پالے گا اور جس نے ابلیس کا یہ تیر کھالیا اس کا کیا حال ہوتا ہے؟

اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا یَصْنَعُوْنَ کی تفسیر

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا یَصْنَعُوْنَ اللہ تعالیٰ باخبر ہے تمہاری صنوعات سے۔ جدہ میں مجھے خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ نے یَصْنَعُوْنَ کیوں فرمایا یَعْلَمُوْنَ اور یَفْعَلُوْنَ بھی تو فرماسکتے تھے لیکن نظر بازی کرکے حرام لذت لینے والا کون سی صنعت

بناتا ہے' یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے اللہ!
یہاں میرے پاس کوئی تفسیر نہیں ہے' مسافر ہوں اپنی رحمت سے اس کا مفہوم
مجھے عطا فرمادیجیے تو میرے قلب میں آیا کہ جو بدنظری کے مریض ہیں' نظر بازی کے
وقت ان کے چہرے کے عجیب عجیب ڈیزائن بنتے ہیں جیسے علامہ آلوسی نے
فرمایا کہ جب کتا پاگل ہوجاتا ہے تو ایک سمت کو نہیں چلتا لَا یَقْصِدُ فِی
الْمَشْیِ سَمْتًا وَّاحِدًا اس طرح جو اس مرض کے شکار ہیں وہ بھی مختلف
سمتوں میں نظر مارتے ہیں' کبھی اوپر کبھی نیچے کبھی دائیں کبھی بائیں دیکھتے رہتے
ہیں کہ معلوم نہیں کدھر سے کوئی نمکین شکل نظر آجائے یہ ایک ڈیزائن اور ایک
صنعت بنی' کبھی اس منظور کے خیالوں میں گم ہیں تو ایک دوسری ڈیزائن بن
گئی اس سے دل ہی دل میں باتیں کرنا چاہتے ہیں' اس کو ہاتھوں سے چھونا
چاہتے ہیں' ہونٹوں سے اس کو چومنا چاہتے ہیں' اسی طرح پاؤں سے اس
کے گھر کا چکر لگانا چاہتے ہیں' اور ان اعمال اور مختلف ڈیزائن کو اللہ تعالیٰ
نے یَصْنَعُوْنَ سے تعبیر فرمایا۔ جب میں نے کراچی پہنچ کر تفسیر روح المعانی
دیکھی تو مجھے بے انتہا خوشی ہوئی کہ علامہ آلوسی نے وہی معانی بیان کیے جو
اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمائے تھے۔ فرمایا کہ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا
یَصْنَعُوْنَ کے معنی ہیں اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِاِجَالَۃِ النَّظَرِ۔ جَالَ
یَجُوْلُ معنی گھومنا ' اَجَالَ یُجِیْلُ معنی گھمانا۔ تو جب تم نظر کو گھما
گھما کے اِدھر اُدھر دیکھتے ہو تو اللہ تعالیٰ بھی تم کو دیکھ رہا ہے کہ یہ نالائق آنکھوں
کو کہاں استعمال کر رہا ہے' میں اس کو دیکھتا ہوں اور یہ کہیں اور دیکھ رہا ہے۔

جو کرتا ہے تو چھپ کے اہلِ جہاں سے
کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

دوسری تفسیر ہے اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِاسْتِعْمَالِ سَائِرِ الْحَوَاسِّ۔ جب تم بدنظری کرتے ہو تو تمہارے حواسِ خمسہ غیراللہ میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ کان سے اس کی گفتگو سننے کو دل چاہتا ہے، زبان سے اس کو چاٹنے کو دل چاہتا ہے، ناک سے اس کو سونگھنے کو دل چاہتا ہے، ہاتھ سے اس کو چھونے کو دل چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ تمہاری اس ڈیزائن سے بھی باخبر ہے۔ تیسری تفسیر ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِتَحْرِیْكِ الْجَوَارِحِ اور تمہارے ہاتھ پیر بھی اس کے چکر میں آجاتے ہیں، ہاتھ سے اس کو خط لکھنے لگتے ہو اور پیر سے وہاں جانے لگتے ہو وغیرہ اور آخری تفسیر یہ ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا یَقْصُدُوْنَ بِذٰلِكَ اس نظر سے جو تمہاری آخری منزل ہے یعنی بدکاری اور بدکاری کے ارادوں اور تمناؤں سے بھی اللہ تعالیٰ باخبر ہے کہ تم دل میں کیا سوچ رہے ہو۔

آیت اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ کی تفسیر

ایک کافر نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو ہمارے دل کی بات کیسے معلوم ہوسکتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیں ہر وقت کیسے دیکھتا ہے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ کیا اس ظالم کو ہم نے دو آنکھیں نہیں دیں جس سے وہ دیکھ رہا ہے، سارے عالم کو میں دو آنکھیں دے رہا ہوں اور بھلا میں بے آنکھ والا ہوں؟ کیا پیارا عنوان ہے۔

وَلِسَانًا وَّ شَفَتَيْنِ اور اس کے قلب کے مضامین کی ترجمانی کے لیے ہم نے اسے زبان اور ہونٹ دیئے تو جب ہم تمہارے دل کا ترجمان تم کو دے سکتے ہیں تو کیا تمہارے دِل کے راز سے باخبر نہیں ہو سکتے۔

دورِ حاضر میں وصول الی اللہ کا طریق

پس جب اللہ تعالیٰ کو ہمارے ظاہر و باطن کی خبر ہے اس لئے دوستو اگر مولیٰ سے رابطہ کرنا ہے تو ان لیلاؤں سے بچنا ہے۔ اپنی بیوی پر قناعت کرو اب کوئی کہے کہ میری بیوی کم خوبصورت ہے، ماں باپ نے غلط جگہ شادی کر دی تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے، صاحب روح المعانی نے حدیث نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت میں ہماری بیویوں کو حوروں سے زیادہ حسین کر دیں گے۔ چند دِن صبر کر لو۔ پلیٹ فارم کی چائے، گھر کی چائے جیسی نہیں ہوتی، بے مزہ ہوتی ہے لیکن پھر بھی پی لیتا ہے کہ سفر میں نزلہ زکام سے تو بچ جائیں گے، گرم پانی ہی سہی گھر چل کر عمدہ چائے پئیں گے۔ تو جیسی اللہ تعالیٰ نے دی اس پر گذارا کر لو۔ یہ دُنیا پلیٹ فارم ہے اور بعض کے لئے اس میں بہت سی مصلحتیں بھی ہیں جیسے دیکھو مجھ سے ایک صاحب نے کہا کہ جو ابا عقلمند ہوتا ہے وہ اپنے بیٹے کی بہت حسین لڑکی سے شادی نہیں کراتا۔ میں نے پوچھا کہ اس میں کیا راز ہے تو اس باپ نے بتایا کہ پھر یہ اپنی بیوی کو دیکھتا رہے گا، اماں ابا کو نہیں پوچھے گا۔ تو اللہ تعالیٰ بھی جس کو چاہتے ہیں کہ یہ ہمارا بن کے رہے اس کو حسین بیوی نہیں دیتے تاکہ دین کے کاموں میں لگا رہے اور معتدل رہے، دُنیا سے زیادہ دِل نہ لگائے۔

اللہ تعالیٰ کے نام کی لذت کی تاثیر

مَیں کہتا ہوں کہ مولیٰ کی یاد میں رہو تو یہ چیزیں یاد بھی نہیں آئیں گی، دِل میں ان کی زیادہ اہمیت نہیں رہے گی، اللہ تعالیٰ کے نام میں ایسی لذت ہے جو دونوں جہان کی لذت سے مستغنی کر دیتی ہے۔ دیکھو انگور کا ایک کیڑا انگور کھانے چلا مگر انگور کے درخت پر ہرا ہرا پتہ دیکھا اور زندگی بھر اُسی سے چمٹا رہا یہاں تک کہ مر گیا اور اسی پتہ پر اس کا قبرستان بن گیا اور انگور سے محروم رہ گیا۔ اگر یہ پتوں کو نظر انداز کر کے آگے بڑھ جاتا تو انگور کا رس پا جاتا۔ اللہ والے بس یہی کام کرتے ہیں کہ جو دُنیا کے پتے سے چمٹے ہوتے ہیں ان کی گردن پکڑ کر اور پتہ سے اُٹھا کر اللہ تعالیٰ کے قرب کے انگور تک پہنچا دیتے ہیں، غیر اللہ سے چھڑا کر خالقِ کائنات سے رابطہ کرا دیتے ہیں جس کی وجہ سے انسان سارے عالم سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ میرا شعر ہے ؎

اہلِ دِل کی صحبتوں سے جو حقیقت بیں ہوا
لذتِ دُنیائے فانی کا وہ گرویدہ نہیں

بتاؤ انگور کا رس پینے کے بعد کوئی کیڑا پتہ کھا سکتا ہے؟ وہ کہے گا میں نے کہاں زندگی ضائع کی۔ اللہ کے قرب کا مزہ چکھنے کے بعد پھر آدمی کہتا ہے کہ آہ کہاں مَیں نے غیر اللہ پر اپنی زندگی ضائع کی۔ زندگی کا مزہ تو اب آیا ہے اللہ تعالیٰ کے نام میں ؎

از لبِ یارم شکر را چہ خبر
وز رخش شمس و قمر را چہ خبر

میرے اللہ کے نام کی مٹھاس کو یہ شکر کیا جانے اور میرے اللہ کے نور کے مقابلہ میں یہ سورج اور چاند کیا بیچتے ہیں' یہ تو بھک منگے ہیں میرے اللہ کے۔ اللہ تعالیٰ نے روشنی کی ذراسی بھیک ان کو دے دی تو چمک رہے ہیں اور پھر ان میں کسوف اور خسوف بھی ہوتا رہتا ہے اور اللہ والوں کے قلب میں جو اللہ کا نور ہے اس پر کبھی گہن نہیں لگتا۔ اگر اللہ والوں کا نورِ باطن اللہ تعالیٰ ظاہر کر دے تو چاند اور سورج کو گہن لگ جائے کیونکہ ان کے دل میں اللہ کا نور ہے جو فنا و زوال سے پاک ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت

خطبہ میں جو آیات میں نے پڑھی تھیں اب ان کا ترجمہ کئے دیتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ اللہ تعالیٰ برکت والا ہے اور اتنا برکت والا ہے کہ جو ان کا نام لیتا ہے اس میں بھی برکت آجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام اتنا مبارک ہے کہ ان کا نام لینے والوں کی تسبیح میں' ان کے لباس میں' ان کے مصلّٰی میں یہاں تک کہ اس مٹی میں بھی برکت آجاتی ہے جہاں وہ سجدے کرتے ہیں۔

اہل اللہ کی بستی اور سامانِ مغفرت

چنانچہ حدیثِ پاک میں ہے کہ سو قتل کے مجرم کو حکم ہوا کہ جاؤ اللہ والوں کی بستی میں جاؤ اس زمین پر تمہاری مغفرت ہوگی۔ اس گناہوں کی زمین پر بھی میں تم کو بخش سکتا ہوں' میری صفتِ مغفرت یہاں بھی موجود ہے مگر یہاں ظہور نہیں ہوگا۔ ظہور وہاں ہوگا جہاں میرے خاص بندے رہتے ہیں۔ وجود اور چیز ہے'

ظہور اور چیز ہے۔ لہٰذا وہ قاتل اہل اللہ کی زمین کی طرف چل دیا لیکن بیچارہ راستے ہی میں مرگیا۔ جنت اور جہنم والے فرشتے آگئے۔ جہنم کے فرشتوں اور جنت کے فرشتوں میں اختلاف ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جاؤ زمین کو ناپ لو۔ اگر گناہوں کی زمین قریب ہے تو اسے جہنم میں لے جاؤ اور اگر اللہ والوں کی بستی قریب ہے تو میں اس کو بخش دوں گا۔ جہاں میرے عاشقین رہتے ہیں میں اس زمین کو یہ قیمت دیتا ہوں کہ سو قتل کو معاف کردوں گا۔ اسی لئے بزرگوں نے مشورہ دیا ہے کہ اگر ماضی میں تم نے گنہگار زندگی گذاری ہے تو کچھ دن کسی اللہ والے کی خانقاہ میں چلے جاؤ، وہاں استغفار و توبہ کرو، تمہاری توبہ جلد قبول ہوگی۔

حدیث پاک میں ہے کہ اِدھر تو اللہ تعالیٰ نے پیمائش کا حکم دیا اور اُدھر اللہ والوں کی زمین کو حکم دے دیا کہ تَقَرَّبِیْ اے تقرب والی بستی تو قریب ہوجا کیونکہ تجھ پر اہلِ تقرب رہتے ہیں اور گناہوں کی بستی کو حکم دے دیا تَبَاعَدِیْ تو دُور ہوجا کیونکہ تجھ پر اہلِ بُعد رہتے ہیں۔ بُخاری شریف میں ہے کہ اللہ کی زمین ایک بالشت قریب ہوگئی۔

فضل بصورتِ عدل

امام ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۴ جلدوں میں بُخاری شریف کی شرح فتح الباری عربی زبان میں لکھی ہے۔ وہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیمائش کا حکم دیا اور خاموشی سے اس اللہ والی زمین کو قریب کردیا تو کیا یہ عدل کے خلاف ہے؟ تو اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ ھٰذَا فَضْلٌ

فِیْ صُوْرَۃِ عَدْلٍ۔ یہ عدل کی صورت میں فضل تھا اور فضل عدل سے خلاف نہیں ہوتا کیونکہ فضل قانون کا پابند نہیں ہوتا۔ آپ سو ریال یومیہ کی مزدوری پر دو مزدور لائے، دونوں کو آپ نے طے شدہ مزدوری کے مُطابق سو ریال دے دیئے لیکن ایک کو سو ریال آپ نے مزید دیئے کہ یہ میں آپ پر فضل کر رہا ہوں۔ تو یہ فضل عدل کے خلاف نہیں۔ دوسرا مزدور یہ نہیں کہہ سکتا کہ صاحب یہ عدل کے خلاف ہے کیونکہ طے شدہ مزدوری سو ریال اس کو عدل کے مُطابق دے دی گئی جس کو مزید سو ریال دیئے یہ فضل ہے اور فضل قانون سے مقید نہیں ہوتا۔

ایک علمی اشکال اور اس کا جواب

اس کے بعد علامہ ابنِ حجر نے فتح الباری میں ایک اشکال علمی قائم کیا جو اہلِ علم کے لیے بہت مُفید ہے کہ قاتل نے سو مقتولین کے ورثاء سے تو مُعافی بھی نہیں مانگی، نہ قصاص دیا نہ دیت دی تو اللہ تعالیٰ نے بندوں کا حق کیسے مُعاف کر دیا؟ اس کا جواب سُن لیجئے! علامہ ابنِ حجر عسقلانی کے الفاظ فتح الباری کے پیش کرتا ہوں اور ترجمہ بھی کر دوں گا۔

اِنَّ اللّٰہَ اِذَا رَضِیَ عَنْ عَبْدِہٖ وَقَبِلَ تَوْبَتَہٗ تَکَفَّلَ بِرِضَا خُصُوْمِہٖ۔

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے خوش ہو جاتا ہے اور اس کی توبہ کو قبول کر لیتا ہے تو جتنا حق بندوں کا ہو گا خود اللہ تعالیٰ ادا کرے گا اور جتنے فریق ہوں گے جو اپنا حق مانگیں گے تو ان کے سارے حقوق قیامت کے دن اللہ تعالیٰ خود ادا

فرما کر ان کو راضی کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے اپنے اس بندہ کو معاف کر دیا ہے اور میں اس سے خوش ہو گیا ہوں لہٰذا اپنے حقوق مجھ سے لو جیسے اگر کسی کا بیٹا نالائق تھا اور باپ اس سے ناراض تھا لیکن بیٹے نے معافی مانگ کر باپ کو خوش کر دیا اور پھر اس کے قرض خواہ آئے کہ تم نے ہم سے قرضہ لیا ہے، ہمارا قرضہ واپس کرو ورنہ ہم ابھی پٹائی کرتے ہیں تو باپ کہتا ہے کہ خبردار! میرے بیٹے پر ہاتھ مت اٹھانا، میرے بیٹے نے معافی مانگ کر مجھ کو خوش کر لیا ہے لہٰذا آؤ اور اپنا سارا قرضہ مجھ سے لے جاؤ، میں اس کا کفیل ہوں۔

اور کفیل پر ایک لطیفہ سناتا ہوں اور شاید آپ یہ لطیفہ پہلی دفعہ سنیں گے۔ عرب میں کفیل ہونا ضروری ہے، اس لئے میں کہتا ہوں کہ کفیل تگڑا ہونا چاہیے یہاں کاف تمثیلیہ ہے یعنی مثل فیل کے، اس لئے فیل کی طرح مضبوط آدمی کو کفیل بناؤ، کفیل کمزور نہیں ہونا چاہیے۔ خیر یہ تو درمیان میں ایک لطیفہ عربی لغت کا میں نے آپ کو سنا دیا دل خوش کرنے کے لئے۔

حقوق العباد معاف ہونے کی شرط

یہ بات یاد رکھیں کہ جان بوجھ کر کسی کا حق مار لیا اور قدرت ہوتے ہوئے اس کو ادا نہ کیا تو معافی نہیں ملے گی۔ حق تعالیٰ اس کے کفیل ہوں گے جس کو بندوں کا حق ادا کرنے کی قدرت نہ ہو دل سے ادا کرنا چاہتا ہے لیکن قدرت نہیں ہے جیسا کہ اس واقعہ میں ہے کہ سو قتل کا مجرم نادم تھا لیکن اس کو موت آگئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ برکت لا ہے

وہ اللہ تعالیٰ جس کے قبضۂ قدرت میں ملک ایسا ہے کہ وہ اپنی مخلوق میں جس کو چاہتے ہیں مَلِكْ یعنی بادشاہ بنا دیتے ہیں اور آدابِ سلطنت بھی سکھا دیتے ہیں اور جب چاہتے ہیں سلطنت چھین بھی لیتے ہیں۔ رات کو سلطنت لیے بیٹھے ہیں اور صبح اخباروں میں آجاتا ہے کہ بادشاہ صاحب کے ہتھکڑی لگی ہوئی ہے۔ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ اگر ملک ان بادشاہوں کے ہاتھ میں ہوتا تو کون بادشاہ چاہتا کہ مجھ سے سلطنت چھن جائے۔

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر ایک شے پر قدرت رکھتا ہے اور ہر چیز شئی ہے۔

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ کی عجیب تفسیر

یہاں شئی پر ایک لطیفہ

سُنئے۔ ابلیس نے حضرت شیخ ابنِ عربی سے کہا کہ میں بھی بخشا جاؤں گا۔ شیخ نے کہا تو ہرگز نہیں بخشا جائے گا۔ کہا کہ میں تو قرآن شریف کی دلیل سے بخشا جاؤں گا۔ فرمایا کہ وہ کیا ہے؟ کہا کہ وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ اللہ فرماتے ہیں کہ میری رحمت ہر شئی پر وسیع ہے اور میں بھی شئی ہوں یا نہیں؟ تو جب رحمت وسیع ہوگی تو میں بھی بخشا جاؤں گا۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مریدوں کی تربیت کے لیے اس کو جواب نہیں دیا تاکہ وہ اس مردود کے وسوسوں کو اہمیت نہ دیں اور اس بھونکتے ہوئے کتے کا جواب نہ دیں لیکن حکیم الامت فرماتے ہیں کہ مجھے شیخ

محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ کے صدقے میں اس کا جواب آ گیا۔ دیکھیے یہ ہے حکیم الامت کا ادب۔ باادب عالم ایسے ہوتے ہیں۔ آج کل کا غیر تربیت یافتہ مُلا ہوتا تو کہتا کہ شیخ محی الدین ابنِ عربی سے جواب نہیں بن پڑا اور مجھے جواب آ گیا۔ لیکن آہ حکیم الامت کی فنائیت دیکھئے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ ابنِ عربی کی برکت سے مجھے جواب آ گیا اور وہ یہ ہے کہ دوزخ میں جتنا عذاب شیطان کو دیا جائے گا اس سے زیادہ عذاب دینے پر اللہ تعالیٰ قادر ہے یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے تو جتنی قدرت زیادہ عذاب دینے کی ہے۔ اس کا نہ دینا بھی رحمت ہے جیسے کسی کو سو جوتے مارنے کی طاقت ہے لیکن نوے مار کر دس چھوڑ دیئے تو رحمت ہے یا نہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ جتنا عذاب شیطان کو دیں گے اس سے زیادہ دینے پر قادر ہیں۔ پس باوجود قدرت کے جو مزید عذاب نہ دیں گے یہی رحمت ہے۔

حیات پر موت کی تقدیم کا راز

آگے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ وہ اللہ تعالیٰ جس نے موت کو پیدا کیا اور زندگی کو۔ میرے مرشد حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ آیت پڑھاتے ہوئے احقر سے فرمایا کہ بتاؤ موت پہلے آتی ہے یا زندگی۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت زندگی پہلے آتی ہے۔ فرمایا کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے موت کو کیوں پہلے بیان کیا؟ آہ حضرت نے کیا جواب دیا سُن لیجئے۔ فرمایا کہ جس کی زندگی کے سامنے اپنی موت ہوگی اللہ والی ہو جائے گی، وہ غفلت اور گناہ میں اپنی زندگی

کو غارت نہیں کرے گا، جس زندگی کے سامنے اپنی روانگی اور اپنا وطن ہوگا وہ پردیس کی رنگینیوں میں پھنس کر تعمیرِ وطن سے کبھی غافل نہیں ہوگی۔ اِس لئے اللہ تعالیٰ نے یہاں موت کو مقدم فرمایا۔ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا تاکہ اللہ تعالیٰ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے۔ دُنیا عالَمِ امتحان ہے، عالَمِ بلا ہے، عالَمِ ابتلاء ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عالَمِ امتحان میں ہمیں اس لئے نہیں بھیجا کہ یہاں سانڈ کی طرح رہو۔ سانڈ کا مزاج ہوتا ہے کہ ہر کھیت میں مُنہ ڈالتا ہے اور کھیت والوں کی لاٹھی کھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے تم کو آزاد نہیں پیدا کیا امتحان کے لئے پیدا کیا ہے، یہ دُنیا امتحان کی جگہ ہے۔

لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا کی تفسیر بزبانِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اس آیت کی تفسیر بزبانِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سن لیجئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا میں نے تم کو اس لئے پیدا کیا کہ میں تمہارا امتحان لوں کہ تم لوگ اچھے عمل کرتے ہو یا دُنیا کی رنگینیوں میں پھنس کر مجھے بھول جاتے ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تین تفسیر بیان فرمائی۔

کون عقل و فہم میں کامل ہے

(۱) لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَتَمُّ عَقْلًا وَّ فَهْمًا تاکہ اللہ تعالیٰ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون عقل و فہم میں کامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرکے اپنے

مستقبل کو سنوارے اور کون بے وقوف اور احمق ہے جو دُنیا کی رنگینیوں میں پھنس کر اپنے مستقبل کو تباہ کرے۔ عاقل وہی ہے جس کی نظر مستقبل پر ہو۔ پس کامل عقل والا وہی ہے جو آخرت کو سنوارنے کے سامان کرتا ہے۔

کون اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنے والا ہے

(۲) دوسری تفسیر فرماتی لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَوْرَعُ عَنْ مَّحَارِمِ اللّٰهِ تَعَالٰی شَانُہٗ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تاکہ ہم تم کو آزمائیں کہ تم میں کون میری حرام کی ہوئی چیزوں سے یعنی میری ناراضگی کے اعمال سے بچتا ہے اور کون ہے جو اپنا دِل خوش کرنے کے لیے مجھے ناخوش کرتا ہے اور حرام سے اپنا دِل خوش کرتا ہے۔ میں تمہیں پالتا ہوں، تمہیں رزق دیتا ہوں کیا تمہیں شرافت کی ہوا بھی نہیں لگی کہ میری ناراضگی کے اعمال سے تمہیں شرمندگی بھی نہیں ہوتی۔ اگر میں دس دِن تم کو کھانا نہ دوں پھر دیکھوں کہ تم کس عورت کو دیکھتے ہو اور کس حسین سے دِل لگاتے ہو، ساری عاشقی بھول جاؤ گے۔

چناں قحط سالی شد اندر دمشق
کہ یاراں فراموش کردند عشق

شام میں ایسا قحط پڑا کہ سارے عاشق اپنا عشق بھول گئے اور روٹی روٹی چلّانے لگے۔ لہٰذا اے نادانو! میرے عذاب سے بے خوف نہ ہو، میں نے تمہیں دُنیا میں اس لیے بھیجا ہے تاکہ تمہیں آزماؤں کہ حرام سے بچ کر تم غم اٹھاتے ہو یا مجھ کو ناخوش کر کے اپنا دِل ٹھنڈا کرتے ہو۔ لہٰذا میرے غضب

قہر کو یاد رکھو ورنہ تمہارا دماغ پاگل ہو جائے گا، ایسے عذاب میں مُبتلا ہو گے کہ ساری دُنیا کے خمیرے کام نہیں دیں گے کیونکہ موتی کا خمیرہ پابند ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کا۔ جس سے خدا ناراض ہوتا ہے کوئی خمیرہ، کوئی معجون اس کے دِل کی فرحت کا سبب نہیں ہو سکتا۔ جس کے دِل کو اللہ تعالیٰ شکنجۂ عذاب میں پکڑتا ہے اس کی دُنیا کی زندگی بھی تلخ ہو جاتی ہے یہاں تک کہ کتنوں نے خودکشیاں کر لیں۔

کون اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں تیز ہے

(۳) اور تیسری تفسیر ہے لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَسْرَعُ اِلٰى طَاعَةِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ تاکہ میں تم کو آزماؤں کہ میری فرمانبرداری پر کون بندہ لبیک کہتا ہے کہ میں سر سے لے کر پیر تک خود کو آپ کی مرضی کے مُطابق رکھوں گا کیونکہ سر سے پیر تک ہم آپ کے غلام ہیں، ہمارا کوئی جز آپ کی غلامی سے خارج نہیں بِجَمِیْعِ اَعْضَائِنَا وَبِجَمِیْعِ اَجْزَائِنَا ہم قلباً اور قالباً آپ کے ہیں۔ ہم دِل میں بھی آپ کی نافرمانی نہیں سوچیں گے، خیانت صدریہ بھی نہیں کریں گے، خیانت عینیہ بھی نہیں کریں گے۔

اسماءِ حسنیٰ کی تقدیم و تاخیر کے اسرار

آگے فرمایا وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ قرآنِ پاک میں جہاں بھی اللہ تعالیٰ کے کوئی دو نام آئے ہیں ان کی تقدیم تاخیر میں بہت بڑے راز ہوتے ہیں۔ جیسے اَلتَّوَّابُ الرَّحِیْمُ فرمایا۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک فرقہ معتزلہ ہے جو کہتا ہے کہ توبہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے ذمہ توبہ قبول کرنا قانوناً واجب ہے گویا نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کو معاف کرنا پڑے گا۔ پس تَوَّاب کے بعد رحیم نازل فرما کر اللہ تعالیٰ نے فرقہ معتزلہ کا رد فرمایا ہے کہ میں تمہاری توبہ جو قبول کرتا ہوں تو شانِ رحمت کی وجہ سے کرتا ہوں، ضابطہ کی وجہ سے نہیں کرتا، ہمارے ذمہ تمہارا کوئی قرضہ نہیں ہے کہ تمہاری توبہ مجھے قبول کرنی ہی پڑے گی لیکن چونکہ میں تَوَّاب کے ساتھ رحیم ہوں اس لیے تمہاری توبہ کی قبولیت میری شانِ رحمت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ میں ضابطہ سے تمہیں معاف نہیں کرتا، حق رابطہ سے معاف کرتا ہوں اس لئے اللہ تعالیٰ نے تَوَّاب کے بعد رحیم نازل فرمایا۔

اور وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ کا ترجمہ میرے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے پوربی زبان میں فرمایا تھا کہ جانتے ہو ہم تم کو کیوں بخش دیتے ہیں؟ مارے میا کے یعنی ماما اور محبت کی وجہ سے میں تم کو معاف کر دیتا ہوں، میری مغفرت کا سبب میری محبت ہے۔ یہ ربط ہے غفور اور ودود کا۔

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ اور یہاں عزیز کو کیوں مقدم فرمایا۔ عزیز کے معنی ہیں اَلْقَادِرُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَلَا يُعْجِزُهٗ شَيْءٌ فِي اسْتِعْمَالِ قُدْرَتِهٖ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا کہ میں عزیز ہوں یعنی قادر ہوں ہر شئے پر اور اتنا زبردست قادر ہوں کہ سارا عالم مل کر بھی میرے استعمالِ قدرت میں دخل انداز نہیں ہو سکتا۔ دُنیا کا کوئی بڑے سے بڑا پہلوان

بھی اپنی طاقت کے استعمال میں قادرِ مطلق نہیں۔ اگر محمد علی کلے کسی کو مارنے کے لئے گھونسہ اُٹھاتے اور دس آدمی آکر اس کا ہاتھ پکڑ لیں تو عاجز ہو جائے گا۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ وَلَا یُعْجِزُہٗ شَیْءٌ فِیْ اسْتِعْمَالِ قُدْرَتِہٖ میری قدرت کے استعمال میں کوئی چیز مجھے عاجز نہیں کر سکتی۔ اگر ناراض ہو جاؤں تو شام کو خیریت سے سوئے گا اور صبح اس کے گردے بیکار ہو جائیں گے۔ اب سارا خون نکلواؤ اور سارا خون چڑھاؤ۔ جہاں چاہے اور جس طرح چاہے وہ ہمیں عذاب میں پکڑ سکتا ہے۔ اِس لئے پناہ مانگو کہ اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض نہ ہوں اور انتقام نہ لیں۔ اِس لئے ان کو راضی کرنے میں دیر نہ کرو، معلوم نہیں کب بلاوا آجائے۔ زندگی کا ویزا ناقابلِ توسیع اور نامعلوم المیعاد ہے لہٰذا جلدی سے استغفار و توبہ کر کے ہم سب اِرادہ کریں کہ آج سے صورتاً اور سیرتاً ہم اسی کے ہو کر رہیں گے۔ جس نے ہمیں پیدا کیا ہے، نہ سوسائٹی سے ڈریں گے نہ معاشرے سے ڈریں گے نہ زمانے سے ڈریں گے ؎

ہم کو مٹا سکے یہ زمانے میں دم نہیں
ہم سے زمانہ خود ہے زمانے سے ہم نہیں

یہ شعر مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عزیز کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے مقدم کیا کہ زبردست طاقت والے کی طرف سے تم کو مغفرت مل رہی ہے، کمزور کی معافی قابلِ قدر نہیں ہوتی۔ ایک آدمی چارپائی پر پڑا ہوا ہے۔ سانس کا مریض ہے دمہ اور تنفس سے اُٹھ کر کھڑا نہیں ہو سکتا وہ اگر کہہ دے کہ جاؤ میں نے

تمھیں مُعاف کیا تو اس کی مُعافی کی قدر نہیں ہوتی۔ آدمی کہتا ہے کہ اگر تم مجھے مُعاف نہ بھی کرو گے تو میرا کیا بگاڑ لو گے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ زبردست قدرت والا مالک تمھیں مُعاف کر رہا ہے وہ چاہے تو ابھی تمھیں نیست و نابود کر دے لہٰذا ایسے زبردست قدرت والے اللہ تعالیٰ کی مُعافی کی قدر کرو اور سراپا شکر بن جاؤ۔

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
فیضانِ حرم
سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۳۹
عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

فہرست

صفحہ	عنوان

صفحہ	عنوان
۳۶	اہل اللہ کے بعض واقعات وارشادات
۳۷	راہِ خدا کے آنسوؤں کی قیمت
۳۷	آنسوؤں پر مغفرتِ کاملہ کی ایک عجیب تمثیل
۳۹	حدیث رَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰہِ کی تشریحِ عجیب
۴۰	سایۂ عرش سے بے حساب مغفرت پر عجیب استدلال
۴۱	ولی اللہ بننے کے پانچ نسخے
۴۲	ولایت کا نسخہ نمبر (۱) اہل اللہ کی مصاحبت
۴۲	اہل اللہ کی صحبت میں رہنے کی مدت
۴۳	ولایت کا نسخہ نمبر (۲) گناہوں سے محافظت
۴۵	حدیث اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ..... الخ کی نادر تشریح
۴۹	ولایت کا نسخہ نمبر (۳) اسبابِ گناہ سے مباعدت
۵۰	ولایت کا نسخہ نمبر (۴) ذکر اللہ پر مداومت
۵۳	ولایت کا نسخہ نمبر (۵) سُنّت پر مواظبت
۵۳	اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حُسن کن کو نظر آتا ہے؟
۵۵	اتباعِ سُنّت کے لئے محبت شرطِ اولیں ہے۔
۵۸	اللہ تعالیٰ کے سوا ہر سہارا فانی ہے۔
۵۹	اللہ تعالیٰ دائماً بندوں کے ساتھ ہیں
۶۰	آیت رَبُّنَا اللّٰہُ میں اللہ کے مبتدا ہونے کی نحوی و منطقی دلیل

عرضِ مرتب

حصولِ تقویٰ یعنی اللہ تعالیٰ کا ولی بننے کا طریقہ

اللہ تعالیٰ کی محبت اور اہل اللہ کی ضرورت و اہمیت اور ترکِ معصیت یعنی تقویٰ کی لذت پر قلب و جاں کو مست کرنے والے عجیب و غریب عاشقانہ مضامین جن کی حلاوت و اثرانگیزی کا اندازہ پڑھنے سے ہی ہو سکتا ہے اور حضرت والا کے سینۂ مبارک کو اللہ تعالیٰ نے جو بے مثل اور منفرد آتشِ عشق اور دردِ محبت عطا فرمایا ہے اس کی تھوڑی سی غمازی حضرت والا کے الفاظ اور اشک ہائے محبت کر جاتے ہیں۔ ؏

ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

جس سے ہم جیسے نامحرمانِ عشق کو بھی اس لذتِ درد کی کچھ چاشنی مل جاتی ہے کیونکہ حضرت والا کی آہ بے خبر سے بے خبر کو بھی گھائل کئے بغیر نہیں رہتی۔

حضرت والا ہی کا شعر ہے ؎

آہ سے راز چھپایا نہ گیا
منہ سے نکلی مرے مضطر ہو کر
چشمِ نم سے جو چھلک جاتے ہیں
ہیں فلک پر وہی اختر ہو کر

پیشِ نظر وعظ فیضانِ حرم اسم بامسمّٰی اور حرم مکہ مکرمہ کی تجلیات و فیوض و برکات

کا حامل ہے اور حضرت والا کے جملہ مواعظ کی طرح علم و عشق و معرفت کا عجیب و غریب مرقع ہے جس میں منزل تقویٰ یعنی حصولِ ولایت کی رہنمائی آیات قرآنیہ احادیثِ نبویہ کی عجیب و غریب عاشقانہ تفاسیر و شروح سے کی گئی ہے اور راہِ حق کے حجابات اور ان کے رفع کرنے کا علاج نہایت دلسوزی و درد کے ساتھ حضرت والا نے پیش فرمایا ہے۔ یہ ایک ہی وعظ سالک کو فرش سے عرش تک پہنچانے کے لیے کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت والا دامت برکاتہم کا سایۂ عاطفت طویل ترین عرصہ تک ہمارے سروں پر قائم رکھیں۔ آمین۔

اَطَالَ اللّٰہُ حَیَاتَہٗ وَاَدَامَ اللّٰہُ ظِلَالَھُمْ عَلَیْنَا وَعَلٰی سَائِرِ الْمُسْلِمِیْنَ اِلٰی مِأَۃٍ وَّعِشْرِیْنَ سَنَۃً مَعَ الصِّحَّۃِ وَالْعَافِیَۃِ وَ خِدْمَاتِ الدِّیْنِیَّۃِ وَشَرَفِ حُسْنِ الْقَبُوْلِیَّۃِ اٰمِیْنَ یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ بِمَنِّکَ وَکَرَمِکَ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَبِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمُ۔

حررہ

یکے از خدام حضرت والا دامت برکاتہم

۱۹؍ ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ بمطابق ۱۴؍ فروری ۲۰۰۱ء بروز چہارشنبہ

فیضانِ حرم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اِنْ اَوْلِيَآءُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ۝

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ۔

میں نے اس وقت ایک آیت شریفہ تلاوت کی ہے اور ایک حدیث شریف آپ حضرات کو سنائی ہے۔ آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ ہمارے اولیاء اور دوست وہی ہیں جو تقویٰ سے رہتے ہیں اِنْ اَوْلِيَآءُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ میں اِنْ نافیہ ہے کہ ہمارا کوئی ولی نہیں اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ مگر جو تقویٰ سے رہتے ہیں اور جو حدیث سنائی اس کا ترجمہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ اے ابوہریرہ! تم اگر گناہ سے بچو، اللہ تعالیٰ کو ناراض نہ کرو تو تم سب سے بڑے عبادت گذار ہو جاؤ گے کیونکہ تقویٰ چوبیس گھنٹہ کی عبادت ہے۔ نوافل و ذکر و تلاوت کوئی چوبیس گھنٹہ نہیں کرسکتا لیکن گناہ نہ کرنے کی عبادت چوبیس گھنٹے جاری رہتی ہے۔

حق ربوبیت اور تقاضائے بندگی

خدائے تعالیٰ کو ناراض نہ کرنا حق تعالیٰ کی پرورش اور احسان کا بھی تقاضا ہے

اور شرافت بندگی کا بھی تقاضا ہے کہ اپنے پالنے والے کو ناراض کر کے ہم لذتوں کو اپنے قلب میں نہ لائیں اور یہ حقیقت وہ ہے کہ لائق بچے بھی جس پر عمل پیرا ہیں کہ محلہ کا کوئی لڑکا اگر کہتا ہے کہ چلو آج سینما دیکھیں تو شریف بچہ کہتا ہے کہ نہیں ابا ناراض ہو جائیں گے۔ اگر وہ کہتا ہے کہ آج ابو کی فکر چھوڑو، ابا کو ناراض ہونے دو تو جو لائق بیٹا ہوتا ہے وہ یہی کہتا ہے کہ ابا نے ہمیں پالا ہے ہم تمہارے مشورہ پر عمل کر کے اپنے پالنے والے کو ناراض نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہیں، سارے عالم کو پال رہے ہیں وہ اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ ہم ان کو ایک لمحہ کے لئے ناراض نہ کریں۔ وہ سارے عالم کے پروردگار ہیں، سارے عالم کی پرورش کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے اور ہم سب اجزائے عالم ہیں، تو جو سارے عالم کو پال سکتا ہے وہ جزوِ عالم کو نہیں پال سکتا؟ لہٰذا شیطان کی دھمکی سے مت متاثر ہو کہ تم کہاں سے کھاؤ گے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان کی چال میں آکر رزق کے معاملہ میں تم حرام و حلال کی پروا نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ذمہ رزق نہیں رکھا ہے، ہر جاندار کے رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود لی ہے۔ بس تھوڑا سا سبب تو اختیار کرنا پڑے گا مثلاً دوکان کھولنی پڑے گی لیکن گاہک اللہ تعالیٰ بھیجے گا اس لئے ان کو ناراض کر کے نہ رزق کماؤ نہ کوئی ایسا کام کرو جو ان کی ناراضگی کا سبب ہو۔

غیر فانی سہارا

بس میرا مضمون یہی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے دوست بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جتنی دوستیاں ہیں جن سے ہم اپنے دل کو بہلا رہے ہیں جس کا نام غیر اللہ ہے ان کا سہارا کوئی سہارا نہیں۔ دوستو! دردِ دل سے کہتا ہوں کہ جس دن دُنیا سے ہماری روانگی ہوگی تو اس وقت دُنیا کا کون دوست کام آسکتا ہے؟ حضرت سعدی شیرازی کا شعر ہے ؂

اما کہ زیرِ خاک تن ما نہاں شود
آنہا کہ کردہ ایم یکایک عیاں شود

جس دن ہمارا جسم مٹی کے نیچے دفن ہوگا تو جو کچھ ہم نے کیا ہے وہ یکایک سامنے آجائے گا۔ اللہ تعالیٰ کو بھلا کر جن سے ہم نے دل لگایا تھا وہ سب اِس وقت ساتھ چھوڑ دیں گے کیونکہ وہ سب فانی سہارے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں ہے جو پائیدار اور باقی ہو اور ہمیشہ کے لیے دل بہلانے کی ذمہ داری قبول کرے۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ کسی کو کپڑے کا شوق ہے اور شاندار لباس کا عادی ہے' ہزاروں ریال کے شاندار جبے وغیرہ پہن کر دل میں بہت ہی فرحت محسوس کرتا ہے لیکن رات کو اپنے مفرحات یعنی قیمتی لباس اُتار کر اور معمولی لباس پہن کر سوئے گا تو پھر کون سی چیز تمہیں فرحت دے گی؟ مولانا فرماتے ہیں کہ کپڑوں سے عزت حاصل کرنے والو! جب سوتے وقت کپڑے اتارو گے تو کیا تمہاری عزت اتر جائے گی؟ اور عزت کیا کوئی ایسی چیز ہے کہ اتار کر کھونٹی پر ٹانگ دی جاتی ہے؟ لہٰذا عزت تقویٰ سے اور اللہ تعالیٰ کی رضا سے ہے۔

تذکرہ سفرِ قونیہ اور درسِ مثنوی

مولانا رومی کی قبر کو اللہ تعالیٰ نور سے بھر دے، عجیب غریب مضمون ہے۔ میں تو بچپن ہی سے مولانا کا عاشق ہوں اور بچپن سے مولانا کا شہر قونیہ دیکھنے کا شوق تھا لہٰذا گذشتہ سال لندن جاتے ہوئے راستہ میں ترکی ٹھہر گیا جہاں لندن کے میزبان اور دیگر علماء سفر کی ہمراہی کے لئے پہلے ہی آگئے تھے۔ جنوبی افریقہ سے بھی بہت سے احباب جن میں اکثر علماء تھے تشریف لے آئے تھے۔ استنبول سے پوری ایرکنڈیشن بس کرایہ پر لی گئی اور تقریباً گیارہ گھنٹہ میں ہم لوگ قونیہ پہنچے، ہم سب ۳۲ آدمی تھے، مولانا رومی کی خانقاہ میں مثنوی شریف پڑھانے کا شرف بھی مجھ کو حاصل ہوا اور پڑھنے والے سب علماء تھے انھوں نے کہا مثنوی پڑھانے کی اجازت دیجئے۔ پھر وہاں سے تقریباً دس کلومیٹر کے فاصلے پر اس جنگل میں بھی گیا جہاں مثنوی کے اشعار ہوتے ہیں اور جس کے بارے میں مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جب میں آہ کرتا ہوں تو سوائے آسمان کے میرے ساتھ کوئی نہیں ہوتا ؎

آہ را جز آسماں ہمدم نبود
راز را غیرِ خدا محرم نبود

میری آہ کا سوائے آسمان کے کوئی ساتھی نہیں ہوتا اور میری محبت کے راز کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا اور یہ بھی فرمایا کہ ؎

نعرۂ مستانہ خوش می آیدم
تا ابد جاناں چنیں می بایدم

جنگل کی اس تنہائی میں اے خدا نعرۂ مستانہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے اور قیامت

تک اے محبوبِ حقیقی آپ کی یاد میں اسی طرح میں نعرے لگانا چاہتا ہوں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ؎

ہر کجا بینی تو خون بر خاک ہا
پس یقیں می داں کہ آں از چشم ما

اس عالمِ خاکی میں جہاں بھی دیکھنا کہ آنسوؤں کے بجائے کچھ خون گرا ہوا ہے تو اے دُنیا والو! یقین کرلینا کہ جلال الدین ہی کی آنکھوں سے خون کی یہ بارش ہوئی ہو گی اور فرمایا کہ میں جب استغفار کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ سے کہتا ہوں کہ میرے تمام نالائق اعمال کو مُعاف فرما دیجئے اور ؎

در مناجاتم ببیں خونِ جگر

میری مُناجات میں میرے جگر کا خون بھی دیکھئے اگر گنہگاروں کے آنسو خالی پانی ہوتے تو شہیدوں کے خون کے برابر وزن نہ کئے جاتے ؎

کہ برابر می کند شاہِ مجید
اشک را در وزن با خونِ شہید

وہ بزرگ اللہ والا صاحب قونیہ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ گنہگار بندوں کے آنسوؤں کو شہیدوں کے برابر وزن کرتے ہیں جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے کہ دو قطروں سے زیادہ کوئی قطرہ اللہ تعالیٰ کو محبوب نہیں، ایک آنسو کا وہ قطرہ جو اللہ تعالیٰ کی خشیت سے نکلا ہو اور دوسرا خون کا وہ قطرہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں گرا ہو۔

یہ ہے جلال الدین رومی شاہ خوارزم کا نواسہ یہ بادشاہ کا سگا نواسہ ہے مگر اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنے پیر شمس الدین تبریزی کا بستر، چکی، گندم اور دوسرا سامان

اپنے کندھوں پر لاد کر ان کے پیچھے پیچھے پھرتا تھا اور فرمایا کہ پیر کی اس خدمت اور محبت کی برکت سے آج میرا نام مولائے روم ہے ورنہ لوگ مجھے ملا جلال الدین کہتے تھے۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

یہ مولوی جلال الدین پہلے مولائے روم نہیں تھا شمس الدین تبریزی کی غلامی کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھ کو یہ عزت بخشی کہ آج ساری دُنیا مجھے مولائے روم کہہ رہی ہے۔

سچے پیر کی علامت

اور فرمایا کہ میں نے شمس الدین کا اِنتخاب کیوں کیا جبکہ دُنیا میں اس وقت بہت سے پیر تھے۔ فرماتے ہیں کہ ؎

من غلام آں کہ نفر و شد وجود

مَیں نے مرشد شمس الدین تبریزی کی غلامی اس لئے قبول کی ہے کیونکہ وہ بکاؤ مال نہیں ہے، وہ اپنی زندگی کو فروخت نہیں کرتا، نہ تاجِ سلطنت سے، نہ تختِ سلاطین سے، نہ سُورج اور چاند سے، نہ بریانی پلاؤ اور شامی کباب سے مگر وہ کہاں بکتا ہے۔

جز بآں سُلطاں با افضال وجود

وہ اللہ جو صاحبِ افضال ہے، صاحبِ جود و کرم ہے اسی اللہ پر میرا پیر اپنی ہستی اور اپنی شخصیت، اپنے جذبات اور اپنی آرزوؤں اور تمناؤں کو فدا کرتا

رہتا ہے۔ جہاں دیکھتا ہے کہ اللہ خوش ہے اس رزق حلال اور نعمت حلال کو استعمال کرتا ہے اور جہاں دیکھتا ہے کہ میرا دِل تو خوش ہوگا مگر میرا اللہ خوش نہیں ہوگا تو ایسی خوشیوں پر بے شمار لعنت بھیجتا ہے۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے میرا پیر کسی سے نہیں بِکتا، اپنی تمناؤں اور آرزوؤں کو اللہ تعالیٰ کی مرضیات پر فدا کرتا رہتا ہے۔ دِلّی کا ایک شاعر کہتا ہے ؎

لے آرزو کا نام تو دِل کو نکال دیں
مومن نہیں جو ربط رکھیں آرزو سے ہم

جس آرزو سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو ایسی آرزو کو اگر اے دِل تو نہیں چھوڑے گا تو ایسے دِل ہی کو نکال دوں گا یعنی ایسی بات کو ہرگز نہ مانوں گا۔ دِل میں جو خواہش پیدا ہو اپنے دِل ہی سے فتویٰ لے لیجئے کہ اس کام کو جو دِل چاہتا ہے اے دِل کیا اللہ تعالیٰ بھی اس سے خوش ہے کہ نہیں۔ اگر آپ کے دِل سے آواز آجائے کہ اللہ تعالیٰ تو خوش نہیں ہیں، دِل کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کی تو یہ صورت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے پیاروں کی تو یہ سیرت نہیں ہے تو دِل کی بات ماننے میں فائدہ ہے یا جس نے دِل بنایا ہے اس کی بات ماننے میں فائدہ ہے؟ لہٰذا جب انھوں نے حرام چیزوں سے منع فرما دیا، دوسروں کی بہو، بیٹیوں کو دیکھنے سے منع فرما دیا تو پھر ہم اپنی زندگی اور جسم کی مٹی کو مٹی کے کھلونوں پر کیوں مٹی کریں۔

چھوٹے بچوں سے وفاداری کا سبق

لہٰذا جب دِل میں کوئی خواہش پیدا ہو تو اللہ تعالیٰ کے نام پر اختر

اپیل کرتا ہے اور گو عجمی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس وقت عرب میں مقرر ہوں ورنہ اگر مالک آپ لوگوں کے دلوں میں محبت نہ ڈالتا تو میری بات آپ کیوں سنتے۔ اس لیے دردِ دل سے کہتا ہوں کہ جب دل میں کوئی خواہش پیدا ہو تو فوراً ایک چھوٹے بچے سے سبق لے لو۔ بعض بچے ایسے مہذب اور تربیت یافتہ ہوتے ہیں کہ اگر کوئی ان کو ٹافی پیش کرتا ہے کہ لو یہ ٹافی تو وہ بچہ اپنے ابا کو دیکھتا ہے کہ ابا کا کیا اشارہ ہے۔ جب ابا آنکھ سے اشارہ کر دیتا ہے کہ لے لو تو وہ بچہ لے لیتا ہے ورنہ نہیں لیتا۔ اسی طرح جب آپ کے دل میں بھی کوئی خواہش پیدا ہو اور شیطان حسین شکلوں کی ٹافی پیش کرے تو آسمان کی طرف دیکھو کہ ربا کیا چاہتا ہے، وہ اس بات سے خوش ہے یا نہیں۔ کیا ابا سے حق ربا کا زیادہ نہیں ہے؟ باپ نے یہ آنکھیں نہیں بنائی ہیں، بِجَمِیْعِ اَعْضَائِنَا وَبِجَمِیْعِ اَجْزَائِنَا وَبِجَمِیْعِ کَمِّیَاتِنَا وَبِجَمِیْعِ کَیْفِیَاتِنَا۔ ہم اللہ تعالیٰ کے غلام ہیں۔ ہمارا کوئی عضو اور کوئی جز، ہماری کوئی کیفیت اور کوئی خواہش ان کی غلامی سے آزاد نہیں ہے۔ لہٰذا جب دل میں کوئی خواہش پیدا ہو خواہ نظر کی ہو یا زبان کی ہو، ہاتھ کی ہو یا پیر کی ہو تو ایک چھوٹے بچے سے سبق لے لو کہ وہ ابا کے اشارہ کے بغیر ایک ٹافی تک نہیں لیتا۔ آہ! ہم ایک چھوٹے بچے سے بھی گئے گذرے ہیں کہ ربا کا اشارہ نہیں دیکھتے اور اپنی خواہش پر عمل کر لیتے ہیں لہٰذا شرافتِ بندگی کا تقاضا ہے کہ جب دل میں کوئی خواہش پیدا ہو تو ربا کا اشارہ دیکھو کہ وہ خوش ہے یا نہیں اور اپنے دل سے فتویٰ لے لو۔ اگر آپ کا دل فیصلہ کر

دے کر اے دِل! تجھ کو تو مزہ آئے گا مگر اللہ تعالیٰ اس بات سے خوش نہیں ہوں گے تو بس پھر اپنی خوشیوں کا خون کرنا سیکھ لو۔ اسی خونِ آرزو سے وہ چلتے ہیں

دوستو یہ چراغ دُنیا کے
تیل سے بوٹیوں کے جلتے ہیں
دِل میں لیکن چراغِ عشقِ خُدا
آرزو کے لہو سے جلتے ہیں

خونِ آرزو مطلعِ آفتابِ قرب ہے

جب مشرق لال ہوتا ہے تو دُنیا کو سورج ملتا ہے مگر یہ سورج ہمارا سورج نہیں ہے کیونکہ کافر اور یہودی بھی اس سورج سے فائدہ اُٹھاتا ہے۔ خُدا کے عاشقوں کا سورج وہ ہے جو کافروں کو عطا نہیں ہوتا اور وہ ہے اللہ کے نور کا سورج، جو آرزوؤں کے خُون سے طلوع ہوتا ہے، لہٰذا اللہ والے خالقِ خورشید اور خالقِ آفتاب اپنے دِل میں رکھتے ہیں اس لئے ایک نہیں بے شمار آفتاب رکھتے ہیں۔ ایک بزرگ کا شعر ہے۔

جب کبھی وہ اِدھر سے گذرے ہیں
کتنے عالم نظر سے گذرے ہیں

اور ہر عالم صاحبِ خورشید اور صاحبِ قمر ہوتا ہے۔ پس بے شمار آفتاب اللہ والے اپنے دِل میں رکھتے ہیں۔ اسی لئے وہ دُنیا کے چاندوں سے مستغنی ہوتے ہیں، مٹی کے کھلونوں پر اپنی زندگی کو ضائع نہیں کرتے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی امارد سے احتیاط

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بہت حسین تھے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ درس میں اُن کو پشت کے پیچھے بٹھاتے تھے تاکہ نگاہ نہ پڑے۔ علامہ شامی لکھتے ہیں کہ اِنَّ اَبَا حَنِیْفَۃَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی کَانَ یُجْلِسُ اِمَامَ مُحَمَّدٍ فِیْ دَرْسِہٖ خَلْفَ ظَھْرِہٖ مَخَافَۃَ عَیْنِہٖ مَعَ کَمَالِ تَقْوَاہُ۔ شامی لکھتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام محمد کو بوجہ غایت حسن اور شدتِ جمال کے درس میں اپنی پشت کے پیچھے بٹھاتے تھے اپنی نظر کے خوف سے باوجود یہ کہ آپ کمال درجہ کے متقی تھے۔ میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب چراغ کی روشنی کے سائے میں داڑھی ملتی ہوئی نظر آئی تو پتہ چلا کہ داڑھی آگئی ہے تو فرمایا کہ امام محمد اب سامنے آجاؤ۔ سُبحان اللہ! کیا تقویٰ تھا کہ عرصہ تک امام صاحب کو یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ شاگرد کے داڑھی آگئی ہے۔ ہمارے بزرگوں نے اس طرح سے احتیاط کی ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی امارد سے احتیاط

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مولوی شبیر علی صاحب مہتمم خانقاہ تھانہ بھون نے ایک بے ریش لڑکے کو کسی کام سے بھیج دیا۔ حضرت بالاخانے پر باوضو تفسیر بیان القرآن لکھ رہے تھے فوراً نیچے آگئے اور فرمایا کہ دیکھو میری تنہائیوں میں بے داڑھی والے لڑکوں کو نہ بھیجا کرو۔ ان سے اتنی ہی احتیاط ہے جتنی عورتوں سے ہے لَا فَرْقَ

بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا علامہ شامی لکھتے ہیں کہ اَلْاَمْرَدُ الْحَسَنُ الَّذِیْ طَرَّ شَارِبُهُ وَلَمْ تَنْبُتْ لِحْيَتُهُ فَحُكْمُهُ الْمَرْأَةُ لَايَجُوْزُ النَّظْرُ مِنْ فَرْقِهِ اِلٰى قَدَمِهِ۔ جس لڑکے کی مسیں بھیگ رہی ہوں یعنی مونچھیں آنا شروع ہوئی ہوں مگر ابھی داڑھی نہ آئی ہو اس کے حکم اور عورت کے حکم میں کوئی فرق نہیں۔ سر سے پیر تک ایسے لڑکوں کو دیکھنا جائز نہیں یہ وہ شامی ہے جس کے ذریعہ سے آج تمام دنیا میں فتاوے دیئے جاتے ہیں۔

فنائیتِ حُسن کے متعلق حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

تو میں کہہ رہا تھا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بہت حسین تھے مگر ان کی شادی ایسی عورت سے ہوئی جس پر حُسن کا اطلاق ممکن نہ تھا۔ پہلے زمانے میں بچے اتنے شریف ہوتے تھے کہ ماں باپ جہاں رشتہ لگادیں وہ ماں باپ سے لڑتے نہیں تھے کہ میں کیا ہوں اور آپ نے اِنتخاب کیسا کیا، خون کے رشتوں کی وجہ سے ترجیح دے دی کہ خون کا رشتہ ہے، اس کا حق ادا ہو جائے گا۔ صلہ رحمی ہو جائے گی، ایک لڑکی کا گھر بس جائے گا۔ ایک دن ایک شاگرد سے کھانا منگوایا، تیز ہوا سے امام محمد کی بیوی کا نقاب ذرا سی دیر کو ہٹ گیا تو دیکھا کہ بیوی امام صاحب کے بالکل برعکس ہے۔ کھانا تو لے آیا مگر الگ بیٹھ کے رونے لگا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ کیوں روتا ہے؟ اس نے کہا کہ آپ کی قسمت پر رو رہا ہوں، آپ جس قدر حسین ہیں آپ کی بیوی اتنی ہی غیر حسین ہے۔ امام محمد ہنس پڑے اور فرمایا کہ اے بیٹے میں اس وقت فقہ پر جو کتابیں لکھ رہا ہوں۔ زیادات، مبسوط، جامع صغیر، جامع

کبیر، سیر صغیر، سیر کبیر اور تم لوگوں کو پڑھا بھی رہا ہوں۔ اگر بیوی حسین ہوتی تو اپنی بیوی کے پاس بیٹھا ہوا اس کے حُسن کا مشاہدہ، معائنہ اور ملاحظہ کرتا۔ تم کہتے کہ استادِ کنز الدقائق کا گھنٹہ ہو گیا، میں کہتا کہ میں حسن الدقائق میں مشغول ہوں اور پھر ایک جُملہ فرمایا۔ دوستو! آج اس کو دردِ دل سے پیش کرتا ہوں جو بدنظری کے علاج کے لیے نہایت مُفید جُملہ ہے۔ فرمایا کہ جس کو اللہ تعالیٰ اپنے پیار کے لیے قبول کرتے ہیں اپنی محبت کے لیے منتخب فرماتے ہیں اپنے دین کی خدمت کے لیے جس کا انتخاب کرتے ہیں اس کو مٹی کے کھلونوں میں ضائع نہیں کرتے۔ آج سارے عالم میں جو حسین بکھرے ہوئے ہیں چاہے وہ حَسِیْنٌ فِی الطَّرِیْقِ ہوں یا حَسِیْنٌ فِی السُّوْقِ ہوں یا حَسِیْنٌ فِی الْمَطَارِ ہوں یا حَسِیْنٌ فِی الْقِطَارِ ہوں یہ سب مٹی کے کھلونے ہیں ایک دن قبروں میں دفن ہو کر مٹی ہو جائیں گے، ان کے حُسن اور نمک کو تلاش کرو گے تو سوائے مٹی کے کچھ نہیں پاؤ گے۔ لہٰذا ان مٹی کے کھلونوں پر اپنی حیات کو ضائع نہ کرو اس لئے میرا آج سے پچیس سال پہلے کا شعر ہے کہ؎

کسی خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو
جوانی کر فدا اس پر کہ جس نے دی جوانی کو

عالمِ شباب کو اللہ تعالیٰ پر فدا کرنے کا انعام

اپنی مٹی کو ان مٹی کے کھلونوں پر مٹی مت کرو جس اللہ تعالیٰ نے عالمِ شباب عطا فرمایا ہے اپنے شباب کو اسی پر فدا کرو کیونکہ بُخاری شریف کی حدیث ہے کہ جس جوان نے اپنی جوانی اللہ تعالیٰ پر فدا کی اور نافرمانی سے جوانی کا عیش نہیں لیا اس کو قیامت کے دن سایۂ عرشِ الٰہی کا وعدہ ہے۔ بُخاری شریف کی روایت

ہے۔ شَابٌّ نَشَأَ فِی عِبَادَةِ رَبِّہٖ۔ جس جوان کی جوانی اپنے رب کی عبادت میں پروان چڑھی اور دوسری روایت ہے شَابٌّ نَشَأَ فِی عِبَادَةِ اللّٰہِ اور تیسری روایت فتح الباری شرح بخاری میں علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے جس کو اختر آپ کے سامنے پیش کر رہا ہے کہ شَابٌّ اَفْنٰی شَبَابَہٗ وَ نَشَاطَہٗ فِی عِبَادَةِ اللّٰہِ۔ جس جوان نے اپنی جوانی کی نشاط اور خوشیاں سب اللہ تعالیٰ کی عبادت میں فنا کر دیں اس کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ عرش کا سایہ عطا فرمائیں گے جس دن اس سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔

اور میرے شیخ فرماتے تھے کہ جو اپنی خواہشات کو جلا کر خاک کرتا ہے اور گناہوں سے بچتا ہے اور خونِ آرزو کرتا ہے شکستِ تمنا کرتا ہے اس کا جلا بھنا دل اور ایمان اِس قدر خوشبودار ہوتا ہے کہ شامی کباب اس کے مقابلہ میں کیا چیز ہے۔ جدھر سے یہ گذر جائے گا کافر بھی کہہ اُٹھے گا کہ بھئی یہ کوئی اللہ والا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہیں، وہ کسی بندے کی محنت اور مجاہدۂ شکستِ آرزو اور خونِ تمنا کو رائیگاں نہیں کرتے۔ وہ دیکھتے ہیں کہ اسی روئے زمین پر کتنے بندے ہیں جو وی سی آر، سینما، ڈش انٹینا اور بدنظری کی لعنت میں مبتلا ہیں لیکن انھیں میں کچھ بندے ایسے بھی ہیں جو میری لعنت سے بچنے کے لئے اپنی نظر کی حفاظت کرتے ہیں، ان کا دِل ہزاروں زخمِ حسرت کھاتا رہتا ہے مگر یہ وہ بندے ہیں جو مجھ کو ناراض کر کے حرام لذت کو استیراد نہیں کرتے، درآمد نہیں کرتے، امپورٹ نہیں کرتے۔ تین زبانیں بول رہا ہوں۔ عرب کی رعایت سے استیراد کو میں نے مقدم کیا ہے، یہاں امپورٹ ایکسپورٹ کے افسوں

پر لکھا رہتا ہے۔ مَكْتَبُ الْاِسْتِيْرَادِ وَالتَّصْدِيْرِ، یہ آپ کی لغت بول رہا ہوں اور مولانا رومی کی نصیحت پر عمل کر رہا ہوں کہ جس چڑیا کو شکار کرنا ہے تو اس کی بولی کی مشق کر لو۔

حُسنِ مجازی کیوں دِل لگانے کے قابل نہیں؟

تو میں کہہ رہا تھا کہ اللہ کے خاص بندے اپنے دِل پر غم اٹھا لیتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے حرام لذت نہیں لیتے کیونکہ جانتے ہیں کہ ہر حسین کا جغرافیہ بدلنے والا ہے، یہ دِل بہلانے کے قابل نہیں ہیں۔ جب حسن کا جغرافیہ بدل جائے گا پھر اپنا دِل بہلانے کے لیے کہاں جاؤ گے۔ اس پر میرا شعر سنئے جس میں آپ کو میں فلکیات کی سیر کراؤں گا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ یہ کیوں کہتے ہیں کہ میرا شعر، میرا شعر۔ میں کہتا ہوں کہ کیا تیرا کہدوں۔ شعر تو میرا ہے تیرا کیسے کہدوں۔ اپنے بچہ کو اپنا بچہ ہی کہا جاتا ہے، فرق اتنا ہے بچہ پیدا ہوتا ہے ماں کے پیٹ سے اور شعر پیدا ہوتے ہیں دردِ دِل سے۔ بس تو دیکھو میرا شعر ؎

حسینوں کا جغرافیہ میں بدلا
کہاں جاؤ گے اپنی تاریخ لے کر

جب حسینوں کا جغرافیہ بدل جائے گا تو ان کو دیکھ کر خود روؤ گے کہ آہ میری جوانی مٹی کے کھلونوں پر غارت ہوئی اور پھر وہ کھلونے بھی ختم ہو گئے ؎

حسینوں کا جغرافیہ میں بدلا
کہاں جاؤ گے اپنی تاریخ لے کر

یہ عالم نہ ہو گا تو پھر کیا کرو گے
زحل مشتری اور مریخ لے کر

خاصانِ خدا کے استغنا عن المجاز کا سبب اور اس کی تمثیل

بتائیے آپ کو آسمانوں کی سیر کرا رہا ہوں کہ نہیں۔ زحل، مشتری اور مریخ کے متعلق سائنس دانوں کی تحقیق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زحل اور مشتری کو چار چار چاند، مریخ کو چھ چاند اور دُنیا کو ایک چاند دیا اور عطارد کو ایک چاند بھی نہیں دیا کیونکہ سُورج کے بالکل قریب ہے اِس لئے سُورج کی روشنی سے ہر وقت چمکتا رہتا ہے۔ اسی پر میں کہتا ہوں کہ آفتاب ایک مخلوق ہے اس کے قریب رہنے والے سیارہ کو اللہ نے چاندوں سے مستغنی کر دیا تو اللہ تعالیٰ کے خاص بندے جو اپنے قلب میں خالقِ آفتاب اور خالقِ شمس و قمر کی تجلیاتِ خاصہ رکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے قرب کی تجلی ان کو زمین کے چاندوں سے مستغنی نہ کرے گی؟ یہی وجہ ہے کہ وہ مٹی کے رنگ روغن سے مٹی کے ڈسٹمپروں سے مٹی کے کھلونوں سے نہیں بہلتے۔ یہی دلیل ہے کہ ان کا قلب غیر اللہ سے مستغنی ہے، یہی علامت ہے کہ یہ شخص صاحبِ نسبت ہے۔ یہی علامت ہے کہ یہ صاحبِ ولایت ہے، یہی علامت ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ولی اور دوست ہے۔ جب تک قلب غیر اللہ سے مستغنی نہ ہو اور دُنیا کے چاندوں پر مر رہا ہو تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کی تجلیاتِ خاصہ سے ابھی محروم ہے۔

اور دُنیا کو ایک چاند کیوں دیا؟ سائنس دانوں کو اس کا پتہ نہیں۔ کیونکہ اس دُنیا پر اللہ تعالیٰ کو شریعت کے قوانین یعنی عید بقر عید، رمضان اور حج و زکوٰۃ وغیرہ

کے چاند کے حساب سے نافذ کرنا تھے اس لیے اللہ نے دُنیا کو ایک چاند دیا کہ میرے بندے آپس میں لڑیں نہیں۔

حُسن کے چاند اور قلبی اضطراب کا مدوجزر

اور چاند سے ایک مثال اور دیا کرتا ہوں کہ جب چودھویں کا چاند ہوتا ہے تو سمندر کی لہروں میں طوفان زیادہ ہوتا ہے۔ پس جب آسمان کے چاند سے سمندر میں طوفان آسکتا ہے تو زمین کے چاندوں سے اللہ تعالیٰ نے نظر کی حفاظت کا حکم دے کر ہمارے قلب کو طوفانوں سے بچالیا تاکہ میرے بندے سکون سے رہیں۔

غیرتِ جمالِ خداوندی

اور حفاظتِ نظر کا حکم بہ تقاضائے غیرتِ جمالِ خداوندی بھی ہے کہ میں خالقِ حُسن ہوں سارے حسینوں کو حُسن دیتا ہوں اور سارے عالم کی لیلاؤں کو نمک دیتا ہوں پھر مجھ کو چھوڑ کر تو کہاں دیکھتا ہے۔ میری بے عیب ذات اور بے مثل حُسن کے ہوتے ہوئے تو کتنے موتنے اور مرنے والوں پر مرتا ہے۔ مرنے والے کو چاہئے کہ نہ مرنے والے پر مرے دیکھو۔ میرا یہ جملہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے کہ مرنے والوں کو چاہیئے کہ مرنے والوں پر نہ مریں بلکہ نہ مرنے والے پر مریں یعنی اللہ پر مریں اور اللہ کے لیے اللہ والوں پر مریں۔

اولیاء سازی کی ۱۴ سو سالہ قدیم آسمانی ٹیکنالوجی

اللہ والوں پر ہم اس لیے مرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ والا بنا دیتے ہیں جیسے حالیہ صدی کی سائنس یہ ہے کہ دیسی آم کو لنگڑے

آم سے قلم دے کر لنگڑا آم بنا دیتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے چودہ سو برس پہلے ایک ایسی ٹیکنالوجی اور سائنس قرآن پاک میں نازل فرمائی جو انسان ادنیٰ کو انسانِ اعلیٰ بناتی ہے یعنی فاسق و فاجر انسان کو اللہ والا بنا دیتی ہے۔ وہ کیا ٹیکنالوجی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تم میرے دوست بننا چاہتے ہو تو تقویٰ اختیار کرو اور تقویٰ کیسے ملے گا؟ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ اَیْ کُوْنُوْا مَعَ الْمُتَّقِیْنَ یعنی متقیوں کے ساتھ رہو۔

صادقین کا ترجمہ متقین سے کرنے کا ثبوت

اب اگر کوئی کہے کہ صادقین کا ترجمہ متقین کیوں کر رہے ہو تو اس کا عجیب الہامی جواب میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے دیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ معلوم ہوا کہ صادقین اور متقین ایک ہیں ہر صادق متقی اور ہر متقی صادق ہے۔

متقین کے بجائے صادقین کے نزول کی وجہ

اب سوال یہ ہے کہ پھر صادقین کیوں نازل فرمایا متقین کیوں نازل نہیں فرمایا جب کہ دونوں مترادف ہیں اور دونوں مفاہیم میں واحد ہیں۔ اس کا جواب میرے بزرگوں کے صدقہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ عطا فرمایا کہ صادقین اس لئے نازل فرمایا تاکہ تم خوب پرکھ لو کہ جس کو متقی سمجھ رہے ہو وہ صادق فی التقویٰ بھی ہے یا نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تم صرف لباسِ تقویٰ دیکھ کر ان کو متقی سمجھ لو۔ اس لئے جو صَادِقِیْنَ فِی التَّقْوٰی ہیں، جو تقویٰ میں سچے ہیں

ان کے ساتھ رہو اور دیکھو کہ سر سے پیر تک وہ اللہ تعالیٰ کا وفادار ہے یا نہیں، حسینوں سے اپنی نظریں بچاتا ہے یا نہیں، کسی گناہ میں مبتلا تو نہیں ہے۔

شرطِ ولایت تقویٰ ہے

اسی لئے ہمارے بزرگوں نے فرمایا اور بزرگ کیا فرمائیں گے، خود حق تعالیٰ فرمارہے کہ اِن اَوْلِیَآءُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ولی اللہ کون ہیں، میرے دوست کون ہیں؟ جو تقویٰ سے رہتے ہیں، مجھ کو ناراض نہیں کرتے۔ اِنْ اَوْلِیَآءُہٗ اِلَّا الْمُتَهَجِّدُوْنَ نہیں فرمایا کہ جو تہجد پڑھتے ہیں اِلَّا الْمُتَنَفِّلُوْنَ نہیں فرمایا کہ جو نوافل پڑھتے رہتے ہیں اِلَّا الْمُعْتَمِرُوْنَ نہیں فرمایا کہ جو بہت عمرے کرتے رہتے ہیں اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ فرمایا۔ معلوم ہوا کہ اللہ کی دوستی کی بنیاد قرآن پاک کی نص قطعی سے ثابت ہے کہ تقویٰ پر ہے۔

تقویٰ کے لئے روحانی پیوندکاری ضروری ہے

اس لئے تقویٰ کی ٹیکنالوجی چودہ سو برس پہلے نازل کی کہ اگر تم میرا دوست بننا چاہتے ہو اور تقویٰ والی حیات چاہتے ہو تو اُس حیات سے اپنی حیات کو متصل، وابستہ اور جوائنٹ کرلو جو صاحبِ تقویٰ ہے۔ جس وقت یہ آسمانی ٹیکنالوجی نازل ہوئی جو غافل اور دیسی دل کو اللہ والا دل بناتی ہے اس وقت سائنس دانوں کو اپنی اس نباتاتی ٹیکنالوجی کا علم بھی نہیں تھا۔ دیسی آم لنگڑے آم کی قلم سے ایک دن لنگڑا آم بن جاتا ہے چاہے دن میں تین دفعہ کہے کہ سن لو دنیا والو! میں لنگڑا آم نہیں بنوں گا لیکن اُس کی اگر قلم صحیح ہے تو اس کو بننا پڑے گا۔

آہ من گر اثرے داشتے
یار بکویم گذرے داشتے

اگر میری آہ میں کچھ اثر ہے تو میرا یار میرے دِل کی گلی میں ضرور آئے گا۔

حصولِ ولایت کے لیے محض علم کافی نہیں

اور اگر لنگڑے آم کی قلم نہ ہو تو دیسی آم کو لنگڑے آم کی نیکنالوجی پر ایک لاکھ کتابیں پڑھا دو اور وفاق میں وہ اوّل نمبر پاس بھی ہوجائے لیکن رہے گا دیسی آم ہی، لنگڑا آم نہیں بن سکتا۔ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ نازل فرما کر اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ جب تک اولیاء اللہ کی صُحبت میں نہیں رہو گے چاہے ایک لاکھ کتابیں پڑھ لو لیکن ولی اللہ نہیں ہو سکتے۔

اولیاء سازی کی روحانی پیوند کاری کی تمثیل

اور دیسی آم کی جدید ٹیکنالوجی مَیں نے آنکھوں سے دیکھی ہے۔ یہ مَیں سنی سنائی بات پیش نہیں کر رہا ہوں۔ ہمارے شہر حیدرآباد سندھ میں ایک قصبہ ہے ٹنڈو جام۔ وہاں سائنس دانوں نے ہمیں خود دکھایا کہ دیکھئے یہ لنگڑے آم کی قلم ہے۔ آدھی شاخ لنگڑے آم کی ہے اور آدھی شاخ دیسی آم کی ہے اور دونوں کو ہم نے کس کے پٹی باندھ دی ہے۔ میں نے فوراً سوال کیا کہ پٹی کس کے کیوں باندھی ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ اگر کس کے نہیں باندھیں گے تو لنگڑے آم کی سیرت، اس کی خاصیت اور اس کی تمام خوشبو دیسی آم میں منتقل نہیں ہوگی اور دیسی آم کو ہم بڑھنے نہیں دیتے اس کی شاخوں کو کاٹتے رہتے ہیں تاکہ دیسی آم کی خصلت اس سے جاتی رہے۔ مَیں نے کہا کہ کمتر نباتات کو بہتر نباتات بنانے

کی ٹیکنالوجی آپ نے اب ایجاد کی ہے لیکن بدترین انسانوں کو بہترین انسان بنانے کی آسمانی ٹیکنالوجی کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ چودہ سو برس پہلے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی جو اولیاء سازی کی ٹیکنالوجی ہے۔ جس سے سائنس داں بے خبر ہیں اور جس طرح آپ دیسی آم کی شاخوں کو کاٹتے رہتے ہیں اسی طرح شیخ مرید کی رائے کو فنا کرتا رہتا ہے اور جس طرح دیسی آم کی قلم کو لنگڑے آم کی قلم سے کس کے باندھتے ہیں ورنہ اگر ڈھیلا پن اور لوزنگ ہوگی تو لنگڑے آم کی سیرت اس میں نہیں آسکتی۔ اسی طرح جو لوگ اللہ والوں سے اتنا قوی تعلق رکھتے ہیں کہ جس کا نام جگری تعلق ہے تو اللہ والوں کی سیرت ان میں منتقل ہو جاتی ہے ؎

مجھے سہل ہوگئیں منزلیں کہ ہوا کے رُخ بھی بدل گئے
ترا ہاتھ ہاتھ میں آگیا تو چراغ راہ کے جل گئے

اولیاء اللہ سے تعلق کے برکات اور اس کی تمثیل

کسی اللہ والے کا ہاتھ جس دن ہاتھ میں آئے گا تو دیکھنا پھر راستہ آسان ہی نہیں مزیدار بھی ہو جائے گا۔ اس کی ایک مثال سنئے۔ اپنے لڑکے کو ایک ابا لڈو دے رہا ہے۔ اتنے میں محلے کا ایک لڑکا دوڑا ہوا آیا اور کہا جناب آپ اپنے بچے کو لڈو دے رہے ہیں، ایک لڈو مجھے بھی دیجئے۔ باپ نے کہا تم ہمارے بچے نہیں ہو، ہمارے جگر کے ٹکڑے نہیں ہو لہٰذا یہ تو میں اپنے بچے کو کھلاؤں گا تو وہ خاموش ہو گیا اور احساسِ محرومی، احساسِ کمتری اور احساسِ مایوسی کا شکار ہو گیا اور اس کے آثار اس کے چہرے سے نمایاں ہو گئے۔ اتنے میں اس بچے نے باپ سے کہا کہ ابو ذرا ایک بات سنئے۔ آپ

اس لڑکے کو انکار نہ کیجئے، یہ میرا جگری دوست ہے میں اِس کے ساتھ ہی تو پڑھتا ہوں اس کے ساتھ ہی کھیلتا ہوں، یہ میرا رات دِن کا ساتھی ہے تو باپ مُسکراتا ہے اور اس کو بھی لڈو دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تم میرے بچے تو نہیں ہو مگر میرے بچہ کے جگری دوست ہو، اس لئے تم کو محروم نہیں کروں گا۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ اِنَّ جَلِیْسَھُمْ یَنْدَرِجُ مَعَھُمْ فِیْ جَمِیْعِ مَا یَتَفَضَّلُ اللہُ بِہٖ عَلَیْھِمْ جو لوگ اللہ والوں کے جلیس و ہمنشین ہیں، ان کے دوست اور ساتھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے اولیاءؔ کے رجسٹر میں درج کر لیتا ہے یعنی جتنی مہربانیاں اور افضال و الطاف اپنے اولیاء پر کرتا ہے، اولیاء کے ان دوستوں پر بھی کرتا ہے کہ اگرچہ یہ ظالم ابھی پوری طرح میرے دوست نہیں ہیں لیکن میرے دوستوں کے دوست ہیں، میرے پیاروں کے پیارے ہیں اور اس فضل کی وجہ علامہ ابنِ حجر عسقلانی مفعول لہ سے آخر میں بیان فرماتے ہیں۔ اِکْرَامًا لَّھُمْ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے اکرام میں اپنے اولیاء کے دوستوں کو محروم نہیں کرتا۔

روحانی پیوند کاری کی دوسری تمثیل

پھولوں کے صدقہ میں کانٹوں کو بھی محروم نہیں کیا جاتا۔ مولانا رومی فرماتے ہیں۔

آں خارمی گریست کہ اے عیب پوش خلق

ایک کانٹا رو رہا تھا کہ اے اللہ! آپ ساری مخلوق کا عیب چھپاتے ہیں، آپ کا نام ستار العیوب ہے لیکن آپ کی اس صفت کا ظہور مجھ پر کیجئے

ہوگا کیونکہ میں تو کانٹا پیدا ہوا ہوں ۔

شد مستجاب دعوت او گلعذار شد

اسی وقت اس کی دُعا قبول ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے اس کانٹے کے اوپر پھول پیدا کردیا اور تکوینی طور پر حکم دے دیا کہ تم ان پھولوں کے دامن میں منہ چھپائے پڑے رہو، باغ سے نہیں نکالے جاؤ گے اور اگر پھولوں سے دور رہو گے تو باغ سے گیٹ آوٹ کر دیے جاؤ گے، تمہارا خروج اور ایگزٹ (Exit) ہوجائے گا۔

چنانچہ باغ میں جتنے خالص کانٹے ہوتے ہیں وہ جڑ سے اکھاڑ کے پھینک دیے جاتے ہیں مگر دامن برگِ گُل میں جن کانٹوں کے مُنہ چھپے ہوتے ہیں، گلاب کے پھولوں میں جو کانٹے پوشیدہ ہیں بتایئے ان کو باغ سے نکالا جاتا ہے؟ اگر کوئی اِس کانٹے کو توڑنے لگے تو باغباں منع کرتا ہے کہ خبردار ان کانٹوں کو مت توڑنا، یہ پاسبان ہیں پھولوں کے، انھیں سے پھولوں کی حفاظت ہے۔ مولانا رومی اس شعر کو پیش کر کے نصیحت کرتے ہیں کہ اگر تم کانٹے ہو تو اللہ والوں کے دامن میں مُنہ چھپا لو۔ اسی کو اختر نے اپنے شیخ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کو خطاب کرتے ہوئے عرض کیا ہے کہ ۔

ہمیں معلوم ہے تیرے چمن میں خار ہے اختر
مگر خاروں کا پردہ دامنِ گُل سے نہیں بہتر
چھپانا مُنہ کسی کانٹے کا دامن میں گُلِ تر کے
تعجب کیا چمن خالی نہیں ہے ایسے منظر سے

اور کانٹے تو ہمیشہ کانٹے ہی رہتے ہیں صرف اتنا فائدہ پہنچتا ہے کہ برگِ گُل کے

ساتھ میں رہتے ہیں اور باغ سے ان کا خروج نہیں ہوتا۔ لیکن اللہ والوں کے وہ کانٹے یعنی گنہگار جو اللہ والوں کے دامنِ گل میں ہیں ان کے ساتھ یہ نہیں ہوتا کہ وہ ہمیشہ کانٹے رہیں اور صرف باغ سے خروج نہ ہو بلکہ وہ خود پھول بنا دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کانٹوں کی ماہیت بدل کر انہیں خلعتِ گل عطا کرتا ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں۔۔

اے بکردہ یار ہر اغیار را
اے بدادہ خلعتِ گل خار را

اے اللہ! اپنے کرم سے آپ غیروں کو اپنا بنا لیتے ہیں یعنی کافر کو مومن اور فاسق و گنہگار کو ولی بنا لیتے ہیں گویا کانٹوں کو خلعتِ گل عطا فرماتے ہیں۔

اس لیے مولانا دُعا فرماتے ہیں ۔

نو بہارا حُسنِ گل دہ خار را
زینتِ طاؤس دہ ایں مار را

اے چمنِ دُنیا کی بہاروں کے خالق! اس خار کو پھولوں کا سا حُسن عطا فرمایئے اور اس سانپ کو طاؤس (مور) کی سی زینت بخش دیجئے یعنی میرے اخلاقِ رذیلہ کو اخلاقِ حمیدہ سے تبدیل فرما کر اس گنہگار کو اپنا پیارا بنا لیجئے کیونکہ صرف آپ تبدیلِ ماہیت پر قادر ہیں اور فاسق و فاجر کو تبدیل فرما کر اپنا ولی بنا لیتے ہیں۔

ولی کامل کی علامت

اور جن کانٹوں کو آپ پھول بنا دیتے ہیں ان کو یہ خاصیت مزید عطا فرماتے ہیں کہ ان کی صحبت سے دوسرے کانٹے بھی پھول بننے لگتے ہیں یعنی گنہگار توبہ کر کے ولی اللہ بن جاتے ہیں

جیسے جب دیسی آم لنگڑا آم بن گیا تو اس کی صحبت سے دوسرے دیسی آم لنگڑے آم بننے لگتے ہیں۔ ایسے ہی جب ایک آدمی ولی اللہ ہو گیا تو کاملِ ولی اللہ وہی ہے جو ولی ساز بھی ہو، کامل دیوانہ وہ ہے جو دیوانہ سازی بھی جانتا ہو کہ جو اس کی صحبت میں رہے وہ بھی دیوانہ بن جائے۔ اگر خود دیوانہ ہے لیکن دیوانہ ساز نہیں ہے تو یہ ناقص دیوانہ ہے۔

نورِ نسبت کی مثال چراغ سے

اگر چراغ ہے مگر روشنی اتنی کمزور ہے کہ دوسرے چراغ کو روشن نہیں کر سکتا تو ایسے چراغ سے دوسرے چراغ کیسے روشن ہوں گے۔ اگر کسی چراغ نے چاہا کہ اپنی بتی اس سے ٹچ کر کے روشن کر لوں تو دیکھا کہ وہ خود ہی بجھ گیا اس لئے کمزور نسبت والوں سے دین نہیں پھیلتا۔ ایسا قوی چراغ ہو جو خود بھی روشن ہو اور دوسروں کو بھی روشن کر سکے۔ کامل ولی اللہ وہ ہے جو اتنا قوی النسبت ہو کہ اس کا نورِ نسبت دوسروں میں منتقل ہو جاتے اور اس کے نور میں کمی نہ آئے۔

صحبتِ اہل اللہ کی ضرورت پر ایک عجیب تمثیل

صحبتِ اہل اللہ کی ضرورت پر ایک مثال اور دیا کرتا ہوں کہ مان لو کسی چراغ کا ظرف دس لاکھ ریال کا ہو اور اس میں تیل بھی ایک لاکھ ریال کا ہو اور اس کی بتی بھی نہایت اعلیٰ درجہ کی پیرس سے منگائی گئی ہو لیکن یاد رکھو روشن نہیں ہو سکتا۔ جب تک کسی جلتے ہوئے چراغ سے متصل نہ ہو گا۔ اسی طرح خواہ کتنا ہی بڑا عالم ہو، علم کا سمندر ہو لیکن جب کسی اللہ والے، صاحبِ نسبت سے متصل نہیں ہو گا نہ خود روشن ہو گا نہ

دوسروں کو روشن کر سکے گا۔ نہ نسبت لازمہ ملے گی نہ نسبت متعدیہ ملے گی۔ اس کے علم و عمل میں فاصلے ہوں گے۔

علم پر صحبت کی فوقیت کا عجیب استدلال

علم بے شک سر آنکھوں پر ہے مگر صحبت کی قیمت زیادہ ہے اور اس کی دلیل غارِ حرا سے دیتا ہوں۔ اسی غارِ حرا میں نبوت عطا ہوئی ہے جس پر اختر کا شعر ہے ؎

خلوت غارِ حرا سے ہے طلوع خورشید
کیا سمجھتے ہو تم اے دوستوں ویرانوں کو

نبوت کا آفتاب غارِ حرا سے طلوع ہوا اور جس ویرانے میں اللہ تعالیٰ مل جائے آہ اس ویرانے کو کیا سمجھتے ہو۔

اس غارِ حرا میں ایک آیت نازل ہوئی اقرأ باسم ربك الذی خلق اس وقت جو ایمان لائے ان کا درجہ سب سے اعلیٰ ہے ان کو سابقون الاولون قرار دیا گیا اور جو تیس پارے نازل ہونے کے بعد ایمان لائے ان کو متاخرین قرار دیا گیا۔ وہ بھی مقبول ہیں لیکن درجہ میں ان سے پیچھے ہیں جو اقرأ نازل ہوتے ہی ایمان لائے تھے۔ بتائیے تیس پاروں کا علم زیادہ ہے یا ایک آیت کا؟ یہی دلیل ہے کہ صحبت کی قیمت علم سے زیادہ ہے کیونکہ جو پہلے ایمان لائے ان کو نبی کی صحبت زیادہ ملی اس لئے ان کا درجہ ان سے بڑھ گیا جو تیس پاروں کے بعد ایمان لائے۔ یہ ہے صحبت کی اہمیت اور جو شیخ اور مربی جتنا قوی النسبت ہوگا اس کے صحبت یافتہ بھی اتنے ہی قوی النسبت ہوں گے۔

یہی وجہ ہے کہ چونکہ سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسا نہ کوئی پیدا ہوگا اس لئے آپ کے صحابہ بھی امم سابقہ کے صحابہ سے افضل ہیں اور اب قیامت تک کوئی بڑے سے بڑا ولی ایک ادنیٰ صحابی کے برابر نہیں ہوسکتا لیکن نسبت قیامت تک سینوں سے سینوں میں منتقل ہوتی رہے گی۔ اس لئے مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ اشرفیہ لاہور میں دعا مانگی تھی کہ اے اللہ! جو ہم میں صاحبِ نسبت نہیں ہیں ان کو صاحبِ نسبت کردے اور جو صاحبِ نسبت ہیں مگر ضعیف اور کمزور تعلق ہے ان کو قوی کردے اور جو قوی النسبت ہیں ان کو اقویٰ کردے یعنی ان کو اس قدر قوی النسبت کردے کہ ان کی صحبتوں سے دوسرے ولی اللہ پیدا ہونے لگیں۔ اس لئے جس شیخ سے تعلق کریں پہلے خوب دیکھ لیں کہ وہ قوی النسبت بھی ہے یا نہیں۔ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ میں صادقین سے مراد متقین ہیں لیکن صادقین اس لئے نازل فرمایا کہ تم دیکھ لو کہ وہ صادق فِی التَّقْوٰی ہے یا نہیں، ایسا تو نہیں کہ لباس تقویٰ ہے، ٹوپی بھی اہل اللہ والی ہے وضع قطع بھی اہل اللہ والی ہے مگر اعمال ویسے نہیں ہیں مثلاً بدنظری کر رہا ہے۔

دورِ حاضر میں راہِ حق کا سب سے بڑا حجاب

بدنظری کا مرض میں زیادہ بیان کرتا ہوں کیونکہ اس زمانہ میں عریانی عام ہونے سے اس مرض میں عام ابتلاء ہے اور یہی اس وقت اللہ کے راستہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید جو اسّی سال سے زیادہ کے ہیں، ان کا نام حاجی افضل صاحب ہے، میرے شیخ

کے بھی خلیفہ ہیں اور مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے بھی خلیفہ ہیں انہوں نے صوفی غلام سرور ڈار صاحب سے جو میرے شیخ کے خلیفہ ہیں اور دوسرے کئی دوستوں سے فرمایا جوان سے ملنے کے لئے گئے تھے کہ اس زمانے میں حکیم اختر غضِ بصر کا مجدد ہے۔ میں اس کو ان کی دعا سمجھتا ہوں، دعویٰ مجددیت نہیں کر رہا ہوں۔ اللہ والے اگر کوئی بات شاباشی کے طور پر فرمائیں تو وہ ان کی دعا ہوتی ہے۔ لہٰذا میں اس کو کلماتِ دعائیہ سمجھتا ہوں۔

وصول الی اللہ کا سب سے مختصر راستہ

لیکن اس مضمون کو اس لیے بیان کرتا ہوں کہ یہ مختصر راستہ یعنی شارٹ کٹ بہت جلد ولی اللہ بنا دیتا ہے۔ دیکھئے جو آدمی بھینس اٹھا سکتا ہے وہ مرغی اٹھا سکتا ہے یا نہیں؟ تو نظر بچانا اس زمانے میں بھینس اٹھانا ہے، یعنی نہایت مشکل کام ہے۔ جو مشکل پرچہ حل کرے گا آسان سوال اس کو حل کرنا کیا مشکل ہے۔ نظر بچانے سے دل پارہ پارہ ہو جاتا ہے، ٹوٹ جاتا ہے آہ نکل جاتی ہے کہ آہ شریعت کا حکم نہ ہوتا تو ہم بھی خوب دیکھتے لیکن جو صاحبِ نسبت ہوتا ہے اگر اس کو معلوم ہو جائے کہ جو حسن میں اوّل نمبر آئی ہے وہ کسی روڈ سے گذرنے والی ہے تو وہ کہے گا کہ اے دل تجھے ہرگز دیکھنے نہ دوں گا، اگر تو نے ذرا بھی ظاہر کی تو لے آنکھ تجھ کو نکال کر پھینک دوں گا۔

نہ دیکھیں گے نہ دیکھیں گے انہیں ہرگز نہ دیکھیں گے
کہ جن کو دیکھنے سے رب مرا ناراض ہوتا ہے
نہیں ناخوش کریں گے رب کو اے دل تیرے کہنے سے
اگر یہ جان جاتی ہے خوشی سے جان دے دیں گے

اللہ تعالیٰ ان کو حوصلہ دیتا ہے۔ جب خالق شیرِ دل میں آتا ہے تو اس کی ہمت شیرانہ اور مردانہ ہو جاتی ہے۔ مردانہ پر یاد آیا کہ ایک وکیل صاحب کے پاس ایک مراثی کا مقدمہ آیا، وکیل صاحب مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین میں سے تھے۔ انھوں نے کہا ہم تمھارا مقدمہ جب لڑیں گے جب تم ہمیں گانا سنانے لگے وہ گویا تھا اس نے دیکھا کہ سب داڑھی والے بیٹھے ہیں اس لحاظ سے اس نے بہت ہی محتاط اشعار سنائے جن کے پڑھنے میں کوئی گناہ بھی نہ تھا۔ آپ سنئے وہ شعر۔ اس نے کہا۔

بلبل نے کہا عشق میں غم کھانا چاہیئے
پروانہ بولا عشق میں جل جانا چاہیئے
فرہاد بولا کوہ سے ٹکرانا چاہیئے
مجنوں نے کہا ہمت مردانہ چاہیئے

تو ایک مولوی صاحب جو میرے خاص دوست تھے بہت ظریف اور خوش دِل آدمی تھے۔ انھوں نے وکیل صاحب کو دیکھ کر کہا کہ۔

بولا وکیل ہم کو محنتانہ چاہیئے

خیر یہ تو بات ہنسی کی ہے۔

مردانِ خدا کون ہیں؟

لیکن سبق لینے کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں کو ملتا ہے جو ہمت مردانہ رکھتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کو رجال فرمایا ہے کہ یہ میرے راستے کے مرد ہیں۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔

یہ ہیں مردانِ خدا کہ بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی تجارت ان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں کر سکتی۔ کیوں؟ وجہ کیا ہے؟

يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ

قیامت کے اس دن سے ڈرتے ہیں کہ جس دن دل اور آنکھیں لوٹ پوٹ ہو جائیں گی۔ خوف سے مستقبل کو دیکھتے ہیں، خالی بل نہیں دیکھتے۔ اللہ والے خوفِ مستقبل کی وجہ سے اپنے مستقبل کو تقویٰ سے روشن رکھتے ہیں چاہے ساری زندگی بل نادیدہ اور لذتِ بل ناچشیدہ رہیں جیسے ہمارے میر صاحب کی شادی نہیں ہوئی ان کا لقب یہی ہے بل نادیدہ لذتِ بل ناچشیدہ لیکن دیکھو کیسی گذر رہی ہے۔ ماشاء اللہ میرے ساتھ حج، عمرہ، افریقہ، برطانیہ جہاں بھی جاتا ہوں یہ بھی ساتھ جاتے ہیں۔ جو مجھے ٹکٹ دیتا ہے ان کو بھی ٹکٹ دیتا ہے۔ ان کے لئے میں نے یہ شعر کہا ہے ؎

اک میر خستہ حال بھی اختر کے ساتھ ہے
گذرے ہے خوب عشق کی لذت لئے ہوئے

موت کی تین حالتیں

میں نے جو آیت تلاوت کی تھی۔ اب اس کا ترجمہ کر کے مضمون کو سمیٹ رہا ہوں۔ اس کا نام بلاغت میں لف و نشر مرتب ہے۔

موت سب کو آنی ہے تو موت تین طریقے سے آئے گی۔ کچھ لوگ حالتِ کفر میں مریں گے، کچھ حالت ایمان میں مریں گے مگر تقویٰ اختیار نہ کرنے کی وجہ سے حالت فسق و نافرمانی میں مریں گے اور تیسری موت ہے اولیاء اللہ کی جو پوری

طرح اللہ تعالیٰ کو راضی کر کے دُنیا سے جائیں گے۔ بس موت ان تین حالتوں پر آئے گی۔ تین سے زیادہ چوتھی کوئی ثابت نہیں کر سکتا۔ 'کافرانہ موت'، 'فاسقانہ موت' اور دوستانہ موت' اب ہم خود فیصلہ کر لیں کہ ہم کون سی موت چاہتے ہیں۔ بتائیے اللہ کے سامنے اگر ولی اللہ بن کر ہم پیش ہوں اس میں فائدہ ہے یا کسی گناہ کی خبیث عادت میں نافرمانوں کی صورت اور سیرت میں مُبتلا ئے معصیت رہ کر مرنے میں فائدہ ہے؟ بتاؤ اگر ایسی حالت میں موت آئی تو کیا حال ہوگا۔ جب اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیشی ہوگی تو اس وقت ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ہم کو دیکھ کر مُنہ پھیر لیں۔

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دُعا ہے کہ

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ تَصُدَّ عَنِّیْ وَجْهَكَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ

اے خدا! میں آپ سے پناہ چاہتا ہوں کہ قیامت کے دن آپ مجھ کو دیکھ کر اپنا مُنہ مجھ سے پھیر لیں۔

روحانی بیوٹی پارلر

اس لئے دوستو! اللہ والوں کی خانقاہوں کے روحانی بیوٹی پارلر میں اپنی روحوں کو حسین کر لو۔ والمادوں کو بیٹیاں دیتے ہو تو بیوٹی پارلر میں لے جاتے ہو تاکہ داماد خوش ہو جائے اور جسمانی بیوٹی پارلر والا تو کافی پیسہ فیس کا بھی لیتا ہے اور روحانی بیوٹی پارلر والے آپ کو مُفت میں ملتے ہیں۔ اب آپ کہیں گے کہ مولانا وعظ کہہ کر کھانا کیوں کھاتے ہیں تو آپ ہی لوگ اصرار کرتے ہیں ورنہ وہ تو مُفت میں تقریر کرنے کو تیار ہیں جہاں چاہو لے چلو۔ جو سچے اللہ والے ہیں وہ وعظ کہہ کر نہ فیس لیتے ہیں نہ کھانے کی شرط لگاتے ہیں۔ آپ ہی لوگ ہاتھ پاؤں جوڑتے ہیں کہ مولانا آپ کا احسان ہوگا

جو آپ غریب خانے پر کھانا تناول فرمالیں۔

علماء کے لئے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا

اور یہ بھی سن لو۔ مولوی کو جو دعوت ہے یہ اس پر کوئی احسان نہیں ہے۔ یہ علماء کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا لگی ہے۔ آپ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ میری اُمت کے علماء کا رزق سارے عالم میں منتشر فرما دے تاکہ جب وہ اپنے رزق کے لیے جائیں تو میرا دین بھی پھیلائیں لہٰذا دعائے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ہم کھاتے ہیں لیکن جس کو کسی عالم کی دعوت کی توفیق ہوئی تو سمجھ لو دعائے پیغمبر اس کے حق میں قبول ہوگئی اور یہ اس کے لیے مبارک بادی اور بشارت ہے کہ جہاں جہاں بھی وہ عالم اس روٹی کی طاقت سے تقریر کرے گا تو اس کا ثواب اس کھلانے والے کو بھی ملے گا۔

اہل اللہ کے بعض واقعات و ارشادات

میں اپنے شیخ کے سر میں جب تیل کی مالش کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا تھا کہ اے اللہ آپ کی اس مشین میں تیل ڈال رہا ہوں تم اس سے جو طاقت آئے گی اور جہاں جہاں بیان میرے شیخ کا ہوگا اس میں میرا حصہ بھی لگا دینا اور میرے شیخ نے فرمایا کہ میں ظہر سے عصر تک دو دو گھنٹہ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر تیل کی مالش کرتا تھا اور مالش کے بعد حضرت حکیم الامت اپنے سر پر ہاتھ پھیر کر دیکھتے تھے کہ تیل خشک ہوگیا تو فرماتے تھے ماشاء اللہ! کیا کہوں آپنے بزرگوں کی ہر ادا یاد آتی ہے۔ اب وہ باتیں یاد آتی ہیں۔ ایک دن حضرت شیخ پھولپوری تلاوت کرتے ہوئے سراتے میر بخاری شریف پڑھانے

جا رہے تھے، اختر ساتھ تھا۔ حضرت راستہ میں کئی کئی پارے پڑھ لیتے تھے، راستہ میں اچانک تلاوت روک دی اور فرمایا کہ دیکھو یہاں بدبو آرہی ہے جہاں بدبو آئے وہاں تلاوت روک دو، اللہ تعالیٰ کا نام نہ لو۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بدبودار مقام پر خُدا کا نام لینے میں اندیشۂ کفر ہے اور ایک دن راستہ میں تلاوت کرتے کرتے فرمایا کہ اختر سنو اگر دُعا میں آنسو نکل آئے تو سمجھ لو قبول ہوگئی۔ آنسو دُعا کی قبولیت کی رسید ہے جیسے منی آرڈر کرتے ہو تو ڈاکخانے والا ٹھپہ لگا کر رسید دیتا ہے اور فرمایا کہ میرے شیخ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نکلے ہوئے آنسوؤں کو اپنی ہتھیلی سے مل کر اپنے چہرے اور داڑھی پر پھیر لیتے تھے۔

راہِ خُدا کے آنسوؤں کی قیمت

پھر میں نے یہ روایت دیکھی کہ ایک صحابی فرماتے ہیں کہ یہ آنسو میں اپنے چہرے پر پھیلا لیتا ہوں کیونکہ جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے نکلے ہوئے یہ آنسو لگ جائیں گے وہاں وہاں دوزخ کی آگ حرام ہو جائے گی۔

آنسوؤں پر مغفرتِ کاملہ کی ایک عجیب تمثیل

اور جب دوزخ حرام ہو جائے گی تو صرف چہرہ ہی جنت میں نہیں جائے گا بلکہ وہ ایسا کریم مالک ہے کہ اگر ایک جزء پر اپنا دستِ کرم رکھ دے گا تو ہم کو مجسم اُٹھائے گا اور اس کو ثابت کرنے کے لیے حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ہندوستان کا ایک ہندو راجہ مر گیا اس کا بیٹا ابھی کم عمر تھا، اس کے چچا وغیرہ اس کی ریاست پر قابض ہونا چاہتے تھے۔ وزیروں نے کہا کہ ہم نے اس کے باپ کا نمک کھایا ہے

چلو دلی میں عالمگیر بادشاہ سے اس کی سفارش کریں گے۔ راستہ بھر وزیر اس بچہ کو سمجھاتے سمجھاتے دہلی تک آئے کہ بادشاہ یہ پوچھے تو یہ کہنا اور یہ پوچھے تو یہ کہنا۔ آخر میں اس لڑکے نے کہا کہ آپ جو مجھے سمجھاتے ہوئے آئے ہیں۔ بادشاہ نے اگر کوئی اور سوال کر لیا تو پھر آپ کہاں سمجھانے آئیں گے۔ یہ سُن کر وزیروں نے کہا کہ یہ لڑکا چالاک ہے اس کو کچھ سمجھانے کی ضرورت نہیں۔ یہ بادشاہ سے بات کرے گا لہٰذا جب بادشاہ کے محل میں داخل ہوا تو عالمگیر رحمۃُ اللہ علیہ جو صرف بادشاہ نہیں، صاحبِ نسبت بزرگ بھی تھے اس وقت نہار ہے تھے۔ پُوچھا کیوں آئے ہو؟ کہا میری ریاست خطرے میں ہے، میرے خاندان والے اس پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں، آپ ایک پرچہ لکھ دیں کہ یہ ریاست مجھے مل جائے کیونکہ میرا باپ وہاں کا راجہ تھا۔ عالمگیر نے مزاحاً اس کے دونوں بازو پکڑ کر اُٹھا لیا اور کہا کہ تجھ کو حوض میں ڈال دوں؟ اس لڑکے نے زور سے قہقہہ مارا۔ تب عالمگیر رحمۃُ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم احمق معلوم ہوتے ہو، تم اس قابل نہیں ہو کہ میں تمہیں ریاست دوں اس لئے کہ خوف کے موقع پر ہنسنا یہ علامت حماقت ہے۔ اس نے کہا حضور اتنا تو پُوچھ لیں کہ میں کیوں ہنسا۔ پھر فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے، آپ ہمیں احمق قرار دیجئے یا کچھ اور بادشاہوں کے فیصلے کون رد کر سکتا ہے۔ عالمگیر ذرا ٹھٹکے کہ کوئی بات ہے کہا، اچھا بتاؤ کیوں ہنسے۔ کہا حضور میں اس لئے ہنسا ہوں کہ آپ بادشاہ ہیں اور بادشاہوں کا بڑا اقبال ہوتا ہے اگر آپ کسی کی ذرا سے اُنگلی پکڑ لیں تو وہ ڈوب نہیں سکتا۔ چہ جائیکہ میرے دونوں بازو آپ کے دونوں ہاتھوں میں ہیں۔ اس پر حکیم الامت جوش میں آ کر فرماتے ہیں کہ ایک کافر بچہ ایک مُسلمان بادشاہ سے اتنی امید رکھتا ہے

کیا ہم ہندو بچے سے بھی گئے گذرے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ایسا سوءِ ظن رکھیں کہ جب آنسوؤں سے چہرہ جنت کے قابل ہو گیا تو صرف چہرہ کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کر دیں گے اور بقیہ جسم کو دوزخ میں پھینک دیں گے؟ ہم اس کریم مالک سے کیوں نہ امید رکھیں کہ بہ بشارت نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم جب وہ اتنا فیصلہ کریں گے۔ کہ خوف اور محبت کے آنسوؤں سے اس کا چہرہ جنت کے قابل ہے تو پورا جسم بھی جنت میں داخل کر دیں گے لہٰذا جنت میں جانے کا یہ ایک چٹکلہ ہے کہ اپنے گناہوں کو یاد کر کے کبھی کبھی رو لیا کرو اور دوسرا چٹکلہ بھی بیان کئے دیتا ہوں جو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کے لئے عطا فرمایا کہ تھوڑے سے عمل سے غیر فانی اور غیر محدود جنت مل جائے۔

حدیث رَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللهِ کی تشریحِ عجیب

بخاری شریف کی حدیث ہے

رَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ دو بندے جو ایک دوسرے سے صرف اللہ تعالیٰ کے لئے محبت رکھتے ہیں، آپس میں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ملتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے جُدا ہوتے ہیں لیکن سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلامِ نبوت کی بلاغت دیکھئے کہ مُلاقات کے لئے بابِ افتعال استعمال فرمایا جس میں اخذ ما خذ کی خاصیت ہے یعنی جب ایک دوسرے سے مُلاقات کے لئے جاتے ہیں تو ارادہ کر کے جاتے ہیں، قلبی تقاضے سے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کو مُراد بنا کر اللہ والے دوست سے مُلاقات کرتے ہیں لیکن جب جُدا ہوتے ہیں تو یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بابِ افتعال استعمال نہیں فرمایا

کیونکہ حُبٌّ فِی اللّٰہِ والوں کو افتراق پسند نہیں اس لئے آپ نے باب تفعّل استعمال فرمایا جس میں خاصیت تکلّف کی ہے کہ اپنے ضرور(ی) کاموں کی مشغولیت کی وجہ سے اپنے کاروبار، روزی اور بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنے کے لیے تکلفاً بادلِ ناخواستہ کلفت محسوس کرتے ہوئے الگ ہوتے ہیں کیونکہ جہاں اُلفت ہوتی ہے وہاں جدائی میں کلفت ہوتی ہے۔ میں جب اپنے کسی اللہ والے دوست کو رخصت کرتا ہوں تو اپنا یہ شعر پڑھتا ہوں ؎

گرچہ پہلو سے تمہیں رخصت کیا
بادلِ ناخواستہ رخصت کیا

اور کبھی اس شعر کو یوں پڑھتا ہوں ؎

اپنے پہلو سے جُدا عشرت کیا
بادلِ ناخواستہ رخصت کیا

سایۂ عرش سے بے حساب مغفرت پر عجیب استدلال

یہ بخاری شریف کی حدیث ہے، اللہ کے لئے آپس میں محبت پر قیامت کے دن سایۂ عرشِ الٰہی کا وعدہ ہے اور محبت دل کا عمل ہے یہاں کسی عمل کی قید نہیں کہ آپس میں محبت رکھنے والے بہت نفلیں پڑھتے ہیں یا بہت روزے رکھتے ہیں بلکہ خالی محبت پر، تَحَابَّا فِی اللّٰہِ پر یہ وعدہ ہے کہ ان کو عرش کا سایہ ملے گا اور جس کو عرش کا سایہ ملے گا اس کا حساب نہیں ہوگا کیونکہ جہاں حساب ہوگا وہاں سایہ نہیں ہوگا۔ تمام حدیثیں اس پر مجتمع ہیں کہ جہاں حساب ہوگا وہاں سایہ نہیں ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاں

سایہ ہوگا وہاں حساب نہیں ہوگا. قیامت کے دن اعلان ہوگا۔ اَیْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ فِیَّ میری وجہ سے آپس میں محبت رکھنے والے کہاں ہیں. تم کہاں گرمی میں حساب دے رہے ہو چلو ادھر آؤ۔ میرے عرش کے سائے میں آجاؤ اور ظاہر ہے کہ جب سایہ عرش دیں گے تو اس کا حساب ختم، بے حساب جنت میں جائے گا۔ دلیل یہی ہے کہ سائے میں بُلا رہے ہیں اور ان کی رحمت سے بعید ہے کہ سائے میں بُلا کر پھر حساب لیں۔ دیکھئے اگر کسی کو کوئی ڈاکو قتل کے لیے دوڑا رہا ہے اور ایک کریم نے کہا کہ آجاؤ آجاؤ میرے گھر میں پناہ لے لو اور اس کے بعد جب وہ اس کی پناہ میں آگیا تو ڈاکو سے کہا ادھر آؤ اسے آسانی سے قتل کردو. کیا کوئی کریم ایسا کر سکتا ہے؟ پھر حق تعالیٰ کے کرم سے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ ہمیں عرش کے سائے میں بلائیں کہ آؤ میری رحمت کے سائے میں آجاؤ پھر کہیں کہ جاؤ جہنم میں۔ ایسا سوچنا بھی خلافِ معرفتِ کرمِ حق تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کرم کی معرفت نہیں اس شخص کو۔ اسی لیے میں کہتا ہوں جہاں حساب ہوگا وہاں سایہ نہ ہوگا اور جہاں سایہ ہوگا وہاں حساب نہ ہوگا تو یہ دو چٹکلے ہیں جنت میں جانے کے اور ایک نسخہ اللہ کا ولی بننے کا بتاتا ہوں۔

ولی اللہ بننے کے پانچ نسخے

اگر ہم پانچ عمل کرلیں تو ان شاء اللہ سب کے سب ولی اللہ ہوجائیں گے۔ بہت تجربے کی بات کہتا ہوں اور دردِ دل سے کہتا ہوں کہ عمل کر کے دیکھیں اس کا فائدہ خود محسوس کرلیں گے۔

ولایت کا نسخہ نمبر (۱) اہل اللہ کی مصاحبت

کسی اللہ والے کی صحبت اختیار کرو، اس کے مصاحب بن جاؤ، دل سے ان سے محبت کرو اور اس کی دلیل قرآن پاک کی آیت کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ہے۔ جدید ٹیکنالوجی دیسی آم کو لنگڑا بنانے کی اب ایجاد ہوئی ہے لیکن یہ وہ سائنس ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے چودہ سو برس پہلے قرآن پاک میں نازل کر دیا جس کو تفصیلاً ابھی بیان کر چکا ہوں کہ تم اللہ والوں سے اپنی روح کا پیوند لگا لو تم بھی اللہ والے ہو جاؤ گے۔ ولی اللہ کا صحبت یافتہ کوئی ایسا نہیں ہو سکتا جو ولی اللہ نہ ہو صحبت میں رہ کے دیکھو۔ ایک اللہ والے کی تھوڑی سی صحبت جگر مراد آبادی نے پانی عمر بھر کی شراب چند لمحوں کی صحبت کی برکت سے چھوڑ دی۔ یہ وہ کرنٹ ہے جو مردہ روح کو ایمانی حیات بخشتا ہے۔ دُنیا کا کرنٹ تو ہلاک کرتا ہے لیکن اللہ والوں کے پاس جذب کی تجلیات کا جو کرنٹ ہے وہ ہمیں ایک نئی ایمانی حیات بخشتا ہے۔ دُنیا کی بجلی کا کرنٹ اگر پانی میں آجائے تو کہتے ہیں اس پانی کو مت چھونا ورنہ مر جاؤ گے لیکن اللہ والوں سے مُصافحہ کر کے دیکھو، ان کی صحبت میں تجلیاتِ جذب کی جو برقی لہریں ہیں وہ ہمارے لیے حیات بخش ہیں۔

اہل اللہ کی صحبت میں رہنے کی مدت

اب ایک علمی سوال یہ ہوتا ہے کہ کتنے عرصہ اللہ والوں کے ساتھ رہیں تو تفسیر روح المعانی میں علامہ سیّد محمود بغدادی آلوسی مفتی بغداد اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں اَیْ خَالِطُوْهُمْ لِتَکُوْنُوْا مِثْلَهُمْ اتنا اللہ والوں

کے ساتھ رہو کہ انہیں جیسے ہو جاؤ جس کی مدت پچھلے بزرگوں نے دو سال رکھی تھی اور حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے چھ مہینے کر دی لیکن اب جیسے جیسے قوتیں اور ہمتیں کمزور ہو رہی ہیں تو حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدتِ تعلیم کم کر کے چالیس دِن کر دی اور سلوک کو آسان کر دیا کیونکہ زندگی میں چالیس دِن نکالنا کیا مشکل ہے۔ اگر کسی کو کوئی بیماری لگ جائے اور تمام ڈاکٹر کہہ دیں کہ چالیس دِن مری پہاڑ پر رہنا پڑے گا تو بتائیے پھر اس کو کوئی مشکل معلوم ہوگی؟

مری پر ایک لطیفہ یاد آیا کہ ہندوستان کا ایک شاعر پاکستان آیا، کافی موٹا بھی تھا لیکن داڑھی والا تھا۔ ریل میں اس کی سیٹ کے پاس کالج کی ایک لونڈیا آکر بیٹھ گئی اب وہ پریشان کہ کہاں سے یہ مصیبت آگئی، چاہتا تھا کہ یہاں سے بھاگ جائے۔ پوچھا کہ بی بی صاحبہ آپ کہاں جائیں گی اُس نے کہا میں مری جا رہی ہوں پھر اُس نے پوچھا کہ حضور آپ کہاں جا رہے ہیں؟ کہا کہ میں مرا جارہا ہوں بس پھر کیا تھا وہاں سے اُٹھ کر بھاگی اور دوسری سیٹ پر جا کر بیٹھ گئی۔ یہ ہے ایمان کا کمال۔

تو زندگی میں ایک دفعہ چالیس دِن نکالو اور جس اللہ والے سے روحانی بلڈ گروپ ملتا ہو یعنی مناسبت ہو اس کی خدمت میں رہو کیونکہ فائدہ کا مدار مناسبت پر ہے، شہرت پر مت جانا ورنہ جاہ تو مل جائے گی کہ بہت بڑے شیخ کے مرید ہیں مگر اللہ نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ وہیں ملے گا جہاں آپ کے قلب کو مناسبت ہے جیسے بلڈ گروپ جس سے ملتا ہو اسی کا خون نافع ہوتا ہے چاہے بالکل غیر مشہور

آدمی بچنے والے سے اگر بلڈ گروپ ملتا ہے تو ڈاکٹر اس کا خون چڑھائے گا اور محمد علی کلے سے اگر بلڈ گروپ نہیں ملتا تو اس کے خون سے فائدہ نہ ہوگا۔ شہرت مل جائے گی مگر صحت نہیں ملے گی۔

ولایت کا نسخہ نمبر (۲) گناہوں سے محافظت

اس کی دلیل ہے ذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَ بَاطِنَهٗ ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ظاہری گناہوں کو بھی چھوڑ دو اور باطنی گناہوں کو بھی چھوڑ دو۔ اسی کا نام تقویٰ ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کی دوستی کی بنیاد ہے۔ محبت کے دو حق ہیں کہ دوست کو خوش رکھنا اور اس کو ناراض نہ کرنا۔ جو آپ کو ناراض کرتا ہے آپ بھی اس کو اپنا دوست نہیں بناتے پھر کس منہ سے ہم یہ امید رکھتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کو ناراض بھی کرتے رہیں اور ان کے دوست بھی بن جائیں اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے ہمارے کان پر جوں بھی نہیں رینگتی حالانکہ عاشق کو کہاں چین آتا ہے جب تک محبوب کو راضی نہ کرلے۔ ایک دنیادار شاعر اپنی بیوی کی ناراضگی پر کہتا ہے ۔

ہم نے فانی ڈوبتے دیکھی ہے نبضِ کائنات
جب مزاجِ یار کچھ برہم نظر آیا مجھے

یعنی میری بیوی جب ذرا بھی ناراض ہو جاتی ہے تو مجھے سارے عالم کی نبض ڈوبتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ لیلیٰ کی ناراضگی سے تو اتنا اثر ہو اور مولیٰ کی ناراضگی سے کوئی اثر نہ ہو جو ہماری صحت و بیماری، موت و حیات کا مالک ہے اور ہماری جنت و دوزخ اور ہماری عزت و ذلت کے فیصلے سب اسی کے ہاتھ میں ہیں۔

اتنی طاقت والے اللہ کی ناراضگی سے بے پرواہ ہونا کتنی بڑی حماقت ہے۔ کراچی کا واقعہ ہے کہ ایک نوجوان رات کو خیریت سے سویا اور صبح گردے بیکار ہو گئے، گردوں میں کینسر تھا جب سو کر اٹھا اور کھڑا ہوا فوراً دونوں گردے گر گئے اور اسی وقت مرگیا، نہ اس کے گھر والے سمجھتے تھے کہ میرا بیٹا کل نہیں رہے گا، نہ اس کی بیوی سمجھتی تھی کہ کل میرا شوہر نہیں رہے گا، نہ اس کے بھائی سمجھتے تھے کہ کل میرا بھائی نہیں رہے گا ؎

نہ جانے بُلا لے پیا کس گھڑی
تُو رہ جائے تکتی کھڑی کی کھڑی

اس لیے درد دل سے کہتا ہوں، کوئی نذرانہ کوئی دولت مقصود نہیں، صرف اللہ کے لئے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو ناراض نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کے ولی ہو کے مرو۔ بس یہی کوشش کرو اور یہاں کعبہ شریف میں یہ دُعا مانگو کہ اے خدا! جب تک ہم سو فیصد آپ کے نہ بن جائیں ہم کو موت نہ دیجئے۔

حدیث اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ..... الخ کی نادر تشریح

اسی لئے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو ہمیں دُعا سکھائی کہ:

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ۔

یہاں وَارْزُقْنَا فرمایا کہ اے اللہ اتباعِ حق اور صحیح راستے پر چلنا ہمارا رزق بنادے۔

وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ۔

اور گناہوں سے بچنا ہمارا رزق بنا دے۔ یہاں وَفِّقْنَا نہیں فرمایا کیونکہ رزق کا مسئلہ
یہ ہے کہ جب تک کوئی اپنا پورا رزق نہ کھائے گا اسے موت نہیں آئے گی۔
حدیث پاک میں ہے۔ اِنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوْتَ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا۔
ہرگز کوئی جاندار نہیں مرے گا جب تک اپنا رزق مکمل نہ کرلے تو ہمارے پیارے
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تقاضائے رحمت نے وَارْزُقْنَا کا ایسا لفظ عطا
فرمایا تاکہ میری اُمت کا کوئی فرد محروم نہ مرے، حق کا مکمل متبع ہوکر مرے کیونکہ
رزق جب تک مکمل نہیں ہوگا موت نہیں آئے گی لہٰذا میرے کسی اُمتی کو اس
وقت تک موت نہ آئے جب تک اتباعِ حق کا مکمل رزق اس کو نہ مل جائے،
مکمل متبعِ حق، کامل درجہ کا حق پرست اور مکمل درجہ کا متقی نہ ہوجائے۔ اسی
طرح جب تک اِجْتِنَابٌ عَنِ الْبَاطِلِ کا مکمل رزق اس کو نہ پہنچ جائے
ایک گناہ کی عادت بھی اس میں باقی نہ رہے اس وقت تک اس کو موت
ہی نہ آئے۔ وَارْزُقْنَا کی یہ شرح جب میں نے کی تو بخاری شریف کے
پڑھانے والے بعض علماء نے کہا کہ آج زندگی میں پہلی دفعہ ہم یہ سن رہے ہیں
کہ وَفِّقْنَا کے بجائے وَارْزُقْنَا کیوں فرمایا۔ اب اگر کوئی کہے کہ حالاً
اگر کوئی گناہوں سے مکمل طور پر بچ گیا لیکن ماضی میں جو گناہ کیے ہیں اُن کا کیا
ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ماضی کا تدارک استغفار سے کرے کیونکہ مرقاۃ
شرح مشکوٰۃ کتاب الاستغفار میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جو مستغفر
ہوتا ہے۔ اس میں اور متقی میں کوئی فرق نہیں یعنی جو اپنے گناہوں پر نادم ہو
کر معافی مانگ لے وہ متقی کے درجہ میں ہے۔ حدیث پاک میں ہے۔

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَاذَنْبَ لَهٗ

گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اُس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ پس جب وہ لَاذَنْبَ ہوگیا تو اس کو دشبہ کیوں سمجھتے ہو۔ مرقاۃ کی عبارت ہے۔ فَاِنَّ الْمُسْتَغْفِرِيْنَ نُزِّلُوا بِمَنْزِلَةِ الْمُتَّقِيْنَ۔ جو بھی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے وہ اولیاء کی صف میں کھڑا ہوگا، متقین کے درجے میں ہوگا۔ مستغفرین متقین کے درجے میں اُٹھائے جائیں گے اور اس کا ثبوت یہ حدیث ہے۔

مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ كُلِّ ضِيْقٍ مَخْرَجًا وَّمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَّرَزَقَهٗ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ (مشکوٰۃ ص ۲۰۴)

جو کثرت سے استغفار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ہر مشکل سے نکال دے گا اور ہر غم سے نجات دے گا اور ایسی جگہ سے روزی دے گا جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوگا۔ قرآن مجید میں تقویٰ کے جو انعامات ہیں اس حدیث میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے استغفار کے بھی وہی انعامات بیان فرما دیئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

(وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ)

(وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا)

تو تقویٰ کے انعامات اور استغفار کے انعامات دونوں مساوی ہو گئے یا نہیں؟ اس لئے مُلّا علی قاری کی عبارت بلا دلیل نہیں ہے۔ ہر آدمی جو اللہ تعالیٰ سے

معافی مانگ لے وہ متقی ہوگیا، ولی اللہ ہوگیا مگر توبہ کے سہارے پر بار بار گناہ مت کرو۔ مرہم کی ڈبیہ ایمرجنسی کے لیے ہوتی ہے کہ اگر کبھی آگ میں جل جائے تو لگالے۔ یہ کوئی نہیں کرتا کہ آزمانے کے لیے جلاتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے استغفار کا جو مرہم نازل فرمایا اس کے سہارے پر نافرمانی کر کے مالک کو ناراض کرنے والا غیر شریفانہ مزاج رکھتا ہے، گناہ ہوجانا اور ہے گناہ کرنا اور ہے، پھسلنا اور ہے پھسلانا اور ہے، گڑھے میں گرنا اور ہے گرانا اور ہے، جان بوجھ کے گناہ کا ارتکاب کرتے رہنا اور ہے گناہ ہوجانا اور ہے۔ جب ایمرجنسی کے طور پر گناہ ہوجائے پھر استغفار کا مرہم لگاؤ اور مستغفر بن کر متقیوں کے درجے میں پہنچ جاؤ لیکن گناہ کو اوڑھنا بچھونا بنا لینا اور نافرمانی کر کے اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنا عقل کے بھی خلاف ہے۔ بے وقوف ہے یہ شخص کہ اتنے بڑے مالک کو ناراض کر رہا ہے جو دونوں جہان کا مالک ہے۔

میں جب ملاوی گیا وہاں ایک سڑک پر "S" لکھا تھا اور پھر لال روشنائی سے اس کو کراس (CROSS) کیا ہوا تھا، تو ایک عالم سے میں نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے؟ کہا کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ جب یہاں آجاؤ تو بے وقوف ہو جاؤ، وقوف نہ کرو۔ میں نے کہا کہ بہت مزے دار ترجمہ کیا آپ نے۔

تو گناہوں سے محافظت ولی اللہ بننے کے نسخہ کی اہم شرط ہے۔ خوب غور سے سُن لو۔ میں اس عمر میں ہوں کہ دوبارہ حاضری ہو کہ نہ ہو۔ ہر وقت مجھے یہی خیال ہوتا ہے کہ ستر سے اوپر میری عمر ہوگئی ہے، دعا تو یہی کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اور زیادہ عمر بڑھائے تاکہ میں آپ کے گیت گاتا رہوں اور آپ کے بندوں

کو سناتا رہوں اپنے بزرگوں سے جو سیکھا ہے۔ میری تقریر کا مزہ ایک میمن نے پایا تو اس نے کہا کہ جنت میں بھی میں اللہ سے درخواست کروں گا کہ اختر کا بیان سنوائیے۔

میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنا عقل کے بھی خلاف ہے اور شرافتِ بندگی کے بھی خلاف ہے۔ ان کے ہم پر اتنے احسانات ہیں جن کا تقاضا ہے کہ ہم اللہ کو ناراض نہ کریں۔ میں ایک جملہ پیش کر رہا ہوں جو ہمارے دادا پیر حکیم الامت تھانوی کا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ دوزخ کو پیدا نہ کرتا تو بھی اللہ کے خاص بندے، پیارے، شریف اور لائق بندے محض اپنی شرافتِ طبع کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو ناراض نہ کرتے۔ ان کے اتنے بے پایاں احسانات ہم پر ہیں کہ ان احسانات کا تقاضا ہے کہ ہم گناہ کر کے ان کو ناراض نہ کریں۔ کتنی بڑی بات ہے، یہ معمولی بات نہیں ہے کہ مفروضہ کے طور پر اگر کر کے فرمایا کہ فرض کر لو کہ اگر دوزخ اور سزا نہ بھی ہوتی تو بھی شریف بندے، حیا اور شرم والے بندے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے اپنے دل کو خوش نہ کرتے، حرام خوشیاں نہ آنے دیتے، وہ کہتے کہ اس سے بہتر موت ہے ہم مر جائیں گے مگر آپ کو ناراض کر کے حرام مزہ نہیں آنے دیں گے اور جب کہ دوزخ اور جنت پیدا کی جا چکی ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنا خلافِ عقل بھی ہے۔

ولایت کا نسخہ نمبر (۳) اسباب گناہ سے مباعدت

گناہوں کے جو اسباب ہیں ان سے بھی اپنے کو دور رکھو۔ کسی لڑکی کو کوئی تاجر اپنے اسے نہ رکھے اور بے ریش یا خوبصورت لڑکوں سے پیر مت دبواؤ۔ گناہوں کے اسباب سے ہٹنا دور

رہو۔ اگر قریب رہو گے تو پھسل جاؤ گے۔ اس کی کیا دلیل ہے قرآن پاک کی؟ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا۔

یہ اللہ تعالیٰ کے حدود ہیں، خداوندی ضابطے ہیں، اللہ تعالیٰ کی قائم کی ہوئی حدیں ہیں، ان کے قریب بھی مت جاؤ کیونکہ قریب جانے میں خطرہ ہے کہ تم ان حدوں کو توڑ دو گے۔ جب جنگ ہوتی ہے تو سرحدی علاقوں کو خالی کرا لیا جاتا ہے ورنہ بمباری ہو جائے گی اس لیے اسبابِ گناہ سے بہت دور رہو، نہ ان کے قریب جاؤ نہ قریب آنے دو ورنہ مبتلا ہو جاؤ گے۔

ولایت کا نسخہ نمبر (۴) ذکر اللہ پر مداومت

میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ذکر ذاکر کو مذکور تک پہنچا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام بہت بڑا نام ہے اگر منہ سے بلا ارادہ بھی نکل جائے تو نفع سے خالی نہیں، اگر کوئی موتی کا خمیرہ بلا ارادہ چاٹ لے تو کیا طاقت نہیں پہنچائے گا تو خالقِ خمیرہ موتی کے نام میں طاقت نہ ہوگی؟ اللہ کا نام سرچشمہ ہے طاقت کا۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روح میں طاقت آتی ہے۔ اہل اللہ اسی لیے ذکر کا اہتمام کرتے ہیں تاکہ روح میں نفس سے لڑنے کی طاقت رہے ورنہ اگر غذائے روحانی اچھی نہ ملے گی تو ہم نفس سے کیسے لڑیں گے۔ بادام، انگور، مقناطیس اور میگنٹ وغیرہ میں جو اثر ہے سب اللہ تعالیٰ کے نام میں موجود ہے کیونکہ خالقِ انگور، خالقِ بادام، اور خالقِ مقناطیس کا نام ہے۔ جو ایسی طاقتور چیزیں پیدا کر سکتا ہے بھلا اس کے نام میں اثر نہ ہوگا، جو مزے دار

چیزیں پیدا کر سکتا ہے۔ بھلا وہ خود بے مزہ ہوگا؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ذکر میں مزہ نہیں آتا۔ میں کہتا ہوں کہ مزہ اس لیے نہیں آتا کہ معصیت یا غفلت کا ملیریا چڑھا ہوا ہے۔ جس کو ملیریا چڑھا ہوا ہے اسے شامی کباب کا مزہ کیسے آئے گا۔ لہٰذا علاج کرا لیجئے۔ جس دن متقی ہو جاؤ گے اور رُوح کی بیماریاں اچھی ہو جائیں گی پھر ایک اللہ میں اتنا مزہ آئے گا کہ سارا عالم نُور سے بھر جائے گا جس کے آگے شربتِ رُوح افزا کیا بیچتا ہے کہ جس کو پی کر پیشاب کرنا پڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نام سے نور ہی نور بنتا ہے۔ اسی لیے اللہ والوں کے سینوں میں نور کا دریا بہتا ہے۔

سُنئے بہت پیارا شعر ہے کسی شاعر کا، میرا نہیں ہے۔

شاہوں کے سروں میں تاجِ گراں سے درد سا اکثر رہتا ہے
اور اہلِ وفا کے سینوں میں اک نُور کا دریا بہتا ہے

اللہ والے ہی اہلِ وفا ہیں کہ یہ اللہ کا رزق کھا کر اللہ کی نافرمانی سے اپنے اندر حرام خوشیاں نہیں لاتے، مُعاشرہ کچھ بھی ہو، سوسائٹی کچھ بھی ہو پورے زمانے سے بے خوف ہوتے ہیں۔ یہ کیا کہ صاحب زمانے کو بھی دیکھنا پڑتا ہے، ہوا کے ساتھ چلنا پڑتا ہے، زمانہ کی رفتار کا بھی خیال کرنا پڑتا ہے لیکن اللہ والا کہتا ہے کہ زمانہ کیا بیچتا ہے، زمانہ ہم سے بنتا ہے، ہم زمانے سے نہیں بنتے۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے۔

ہم کو مٹا سکے یہ زمانے میں دم نہیں
ہم سے زمانہ خود ہے زمانے سے ہم نہیں

زمانہ کیا چیز ہے، سوسائٹی کیا چیز ہے، بین الاقوامی کلچر کیا چیز ہے یہ سب مخلوق

ہیں جن کو خالق سے نسبت ہے وہ کسی سے متاثر نہیں ہوتے۔ دیکھ لیجئے اسی معاشرہ میں وہ لوگ کس طرح رہتے ہیں' معاشرہ و سوسائٹی کے کلچر پر اللہ و رسُول کے کلچر کو غالب کرتے ہیں۔ شیر ہمیشہ دریا کے بہاؤ کے خلاف تیرتا ہے۔ کیونکہ اپنی طاقت اور فراوانی طاقت میں وہ بہاؤ کے دھارے پر بہنا اپنی طاقت کی توہین سمجھتا ہے۔ تو مومن کے اندر جب شیرانیت آجاتی ہے' خالقِ شیر سے تعلقِ خاص پیدا ہو جاتا ہے تو وہ مُعاشرے کے بہاؤ کے خلاف تیرتا ہے' معاشرہ کچھ بھی ہو وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر جان دیتا رہتا ہے۔ ایک مجذوب سے کسی نے کہا کہ سارا مُعاشرہ آج کل خراب ہے تو اکیلا چنا بھاڑ کو کیسے پھوڑ سکتا ہے تو اس مجذوب نے جواب دیا کہ بھاڑ تو نہیں پھوڑ سکتا لیکن خود تو پھوٹ سکتا ہے ہم اللہ پر فدا ہو جائیں ہماری تو جنت بن گئی کوئی ہماری نہ مانے تو نہ مانے' ہمارا کیا نقصان ہے۔ اب آپ پوچھیں گے کہ ذکر اللہ پر مداومت کی کیا دلیل ہے تو سارا قرآنِ پاک اس کے دلائل سے بھرا ہُوا ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا

اے ایمان والو! کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ پورے قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یاد رکھو' کوئی حالت ہو اللہ تعالیٰ کو نہ بھولو اسی لئے فرمایا کہ جب جُمعہ کی نماز ہو جائے فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ تو اب دُنیا کے کاموں کے لئے چلنے پھرنے کی اجازت ہے۔ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ اور اپنی روزی کی تلاش میں مارکیٹ میں جا سکتے ہو' دوکانیں کھول سکتے ہو لیکن یہ امر اباحت کے لیے ہے وجوب کے لیے نہیں ہے

کہ جمعہ کی نماز کے بعد روزی کی تلاش میں جانا ہی پڑے گا۔ اگر کوئی نہ جائے تو کوئی مواخذہ، کوئی گناہ نہیں کیونکہ سابقہ آیات میں اذانِ جمعہ کے بعد خرید و فروخت وغیرہ تمام دینوی اُمور کی مُمانعت کر دی گئی تھی اس آیت میں اجازت دے دی گئی کہ نمازِ جمعہ کے بعد اب روزی کمانا جائز ہے۔ لیکن بازار اور مارکیٹ میں اللہ تعالیٰ کو زیادہ یاد کرنا وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ کیونکہ جب ہوائی جہاز طوفان میں پھنستا ہے تو پائلٹ اس کی رفتار کو تیز کر دیتا ہے اسی طرح مارکیٹ میں غفلت کے طوفان زیادہ ہیں اسی لئے مارکیٹ میں مار پیٹ بھی ہو جاتی ہے۔ لہٰذا وہاں اپنے اللہ کو زیادہ یاد کرنا تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

ولایت کا نسخہ (۵) سُنّت پر مواظبت

اب پانچویں بات کیا ہے؟ جو شخص چاہے کہ میں اللہ کا پیارا بن جاؤں تو اُسے کیا کرنا چاہیے؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ کا پیار اور اللہ کی محبت چاہتے ہو تو فَاتَّبِعُوْنِیْ تم میری چلن چلو۔ یہ ترجمہ شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے' عاشقانہ ترجمہ ہے کہ تم میری چلن چلو یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ، اللہ تم سے پیار کرنے لگے گا' میں اللہ کا اتنا پیارا ہوں کہ جو میری چلن چلتا ہے وہ بھی پیارا بن جاتا ہے۔ تو اتباعِ سُنّت پر مواظبت یہ پانچواں نمبر ہے۔

اُسوۂ رسول میں حُسن کس کو نظر آتا ہے؟

ایک عالم نے کہا کہ اس کو آخر میں کیوں رکھا' اتباع

سُنّت تو پہلے نمبر پر ہونا چاہیئے تھا۔ مَیں نے کہا کہ بُخاری شریف آخر میں ملتی ہے موقوف علیہ پڑھنے کے بعد۔ اہل اللہ کی مصاحبت، ذکر اللہ پر مداومت گناہوں سے محافظت، اسبابِ گناہ سے مباعدت یہ سب موقوف علیہ ہیں۔ اشرف و اعلیٰ اور اصل چیز تو اتباعِ سُنّت ہی ہے مگر اتباعِ سُنّت کے لیے خود اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ میرے نبی کے اُسوۂ حسنہ، میرے نبی کی اَدائے زندگی، میرے نبی کے چلن میں کن کو حُسن نظر آتا ہے؟ جن کی آنکھوں میں معصیت اور غفلت اور دُنیا کی محبت کا موتیا اُترا ہوا ہے ان کو یہ حُسن نظر نہیں آئے گا۔ پھر کس کو نظر آئے گا؟ فرماتے ہیں:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًا۔

میرے نبی کے چلن پر ان لوگوں کو پیار آتا ہے جو مجھ سے تعلق رکھتے ہیں، جس کو اللہ سے جتنا زیادہ تعلق ہوگا اتنا ہی زیادہ اس کو رسُول سے تعلق ہوگا اور جن کو قیامت کے دِن پر یقین ہوگا کہ ایک دِن ہم کو پوری زندگی کا حساب دینا ہے، اپنے بالوں کا حساب دینا ہے اپنے گالوں کا حساب دینا ہے بِجَمِيعِ أَعْضَائِنَا ہم جواب دہ ہیں، اس دِن ہر عضو خود بولنے لگے گا۔

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ۔

آج ہم ان کے مُنہ پر مہر لگا دیں گے، ان کی زبانوں کو سِیل کر دیں گے تاکہ جھوٹے عذر

نہ پیش کر سکیں اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں شہادت دیں گے جو کچھ یہ لوگ کیا کرتے تھے۔

مولانا رومی مثنوی میں گویا اس آیت کی تفسیر کرتے ہیں۔

لب بگوید من چنیں بوسیدہ ام

ہونٹ خود بولے گا کہ میں نامحرم حسینوں کا بوسہ لیا کرتا تھا، رزق آپ کھاتا تھا لیکن نفس کی بات مان کر اس کو حرام مزہ دے کر نمک حرامی کرتا تھا اور

دست گوید من چنیں دزدیدہ ام

ہاتھ بولے گا کہ میں یوں چوری کرتا تھا، یوں جیب کاٹتا تھا، یوں ڈاکہ ڈالتا تھا اور

چشم گوید کردہ ام غمزہ حرام

آنکھیں گواہی دیں گی کہ حرام نظر بازی کرتا تھا اور کسی عورت کو گوری ہو یا کالی نہیں چھوڑتا تھا۔ لہٰذا میں نے ساؤتھ افریقہ میں یہ شعر کہا کہ

نہ گوری کو دیکھو نہ کالی کو دیکھو

اسے دیکھ جس نے انہیں رنگ بخشا

ان کو رنگ بخشنے والے کو دیکھو کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ اگر وہ خوش نہیں تو بس نظر بچا لو ورنہ قیامت کے دن یہی آنکھیں اور یہی اعضاء ہمیں گرفتار کرا دیں گے۔

گوش گوید چیدہ ام سوء الکلام

کان کہے گا کہ میں نے گانے سُنے ہیں، دوسروں کی غیبت سُنی ہے۔

اتباعِ سُنّت کے لیے محبت شرطِ اوّلین ہے

اس تقریر سے ثابت ہو گیا کہ اصل چیز تو اتباعِ سنت ہے

لیکن اللہ تعالیٰ نے خود فرما دیا کہ اتباعِ سُنّت کی تقریر جب مُفید ہوگی جب مجھ پر یقینِ کامل ہوگا، آخرت کے دِن پر یقین ہوگا اور جو کثرت سے مجھے یاد کرے گا، اسی یقین کو بڑھانے کے لیے اہل اللہ کی مصاحبت، ذکر اللہ پر مداومت، گناہوں سے محافظت اور اسبابِ گناہ سے مباعدت ضروری ہے۔ جتنا یہ یقین بڑھتا چلا جائے گا اتنا ہی اللہ کے نبی کے چلن اور زندگی میں حُسن نظر آئے گا۔ یہ تعلیم ہمیں اس خالقِ حُسن نے دی ہے جو دُنیا بھر کے حسینوں کو حُسن دیتا ہے، جنت میں حوروں کو حُسن دیتا ہے تو وہ خالقِ نمکیاتِ لیلائے کائنات اور خالقِ حُسنِ حورانِ جنت جب اپنی صفتِ عطائے حُسن کے ساتھ جس دِل میں آئے گا تو وہ دِل حسین نہ ہو جائے گا؟ تب اس کو نبی کے اُسوۂ حسنہ میں حُسن نظر آئے گا کیونکہ تجلیاتِ قربِ خاص سے اپنے مولیٰ کو دِل میں نقد پائے گا تو جنت کو تو ادھار پائے گا۔ لیکن خالقِ جنت کے قرب کی بہار سے دل دونوں جہان سے بے نیاز ہو جائے گا کیونکہ وہ مولائے دو جہان جس دِل میں اپنی تجلیاتِ خاصہ سے متجلّی ہوتا ہے تو یہ عالمِ غیب اس کے لیے برائے نام عالمِ غیب رہ جاتا ہے، جنت اس کے لیے ادھار ہوتی ہے لیکن وہ اپنے مولیٰ کو دِل میں نقد پاتا ہے میرا شعر ہے۔

گذرتا ہے کبھی دِل پر وہ غم جس کی کرامت ہے
مجھے تو یہ جہاں بے آسماں معلوم ہوتا ہے

اسی لیے میں کہتا ہوں کہ جنت تو ادھار ہے لیکن مولیٰ نقد ہے کیونکہ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ اس کی شان ہے لہٰذا جو خالقِ جنت کو یعنی اس کی تجلیاتِ خاصہ کو دِل میں پائیں گے تو مست ہو جائیں گے اور دوسروں کو بھی مست کرنے

لگیں گے۔ اصلی مست وُہ ہے جو خود بھی مست ہو اور دوسروں کو بھی مست کر دے اور جو اوپر سے مستی دکھا رہا ہے لیکن مخلوق سے الگ ہونے کے بعد خلوت میں ساری مستیاں غائب تو معلوم ہوا کہ اس مستی کی تہہ میں اس کی پارٹی ہے اور پارٹی کے پیچھے بالٹی چھپی ہوتی ہے لہٰذا جس پارٹی کے پیچھے بالٹی ہو، اخلاص نہ ہو اس میں نہ جاؤ، اللہ والوں کے پاس جاؤ جو سراپا اِخلاص ہیں۔

بس ان پانچ باتوں پر جو سو فیصد عمل کرے گا۔ ان شاء اللہ یقین سے کہتا ہوں کہ بغیر ولی اللہ بنے ہوئے اس کا انتقال نہیں ہو سکتا۔ اِس کا خلاصہ پھر سُن لیجئے۔

(۱) اہل اللہ کی مصاحبت
(۲) ذکر اللہ پر مداومت
(۳) گناہوں سے محافظت
(۴) اسبابِ گناہ سے مباعدت
(۵) اتباعِ سُنّت پر مواظبت

یہ وہ تقریر ہے جو مَیں نے اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کے حکم سے شیخ کی موجودگی میں کی۔ بعد میں شیخ نے اپنے حجرے میں مجھ سے فرمایا کہ آج تمہاری تقریر نہایت اہم نہایت مُفید اور نہایت ضروری تھی۔ تو میری یہ تقریر سند یافتہ ہے۔ جس کی تقریر اس کا مُرشد سُن لے وہ سند یافتہ نہ ہوگی؟ یہ سند مستند بھی ہے اور مضبوط سہارا ہے۔ اسی لئے کہتا ہوں کہ دیکھو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سہارے کا اعتبار نہ کرو۔ پتہ نہیں کب وہ سہارا ساتھ چھوڑ

دے۔ دیکھئے پچھلے سال میری بیوی کا انتقال ہوگیا۔ پچاس سال ساتھ رہی، نصف صدی کا ساتھ تھا۔ پچھلے سال عمرہ کے لئے آیا تھا، مکہ مکرمہ پہنچتے ہی ان کی بیماری کی اطلاع ملی اور میں ایک ہی دن میں کراچی واپس چلا گیا تھا، عمرہ بھی کیا اور مدینہ شریف بھی حاضری دی اور فوراً رات کے جہاز سے واپس ہوگیا۔ میرے احباب جو ساتھ آئے تھے تڑپتے رہ گئے کہ آیا بھی وہ، گیا بھی وہ اور ختم فسانہ ہوگیا لیکن رفیقۂ حیات کے حق دلجوئی کا اُن کو سبق بھی مل گیا اور بعض دوستوں نے کہا کہ تمہارے اس عمل سے ہمیں بیویوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کا ایسا زبردست سبق ملا جو بڑی بڑی تقریروں سے نہ ملتا۔

اللہ تعالیٰ کے سوا ہر سہارا فانی ہے

کسی چیز کا سہارا نہیں کالے بالوں کا بھی سہارا مت لو کہ یہ سفید ہونے والے ہیں جب اسٹرکچر کمزور ہوجائے گا تو لاکھ خضاب ڈسٹمپر لگاؤ، کچھ فائدہ نہیں۔ میرے دو شعر ہیں۔

جب ترا اے دوست اسٹرکچر ہلا
مجھ پہ رازِ حُسن ڈسٹمپر کھلا
حُسن جب چہرے سے زائل ہوگیا
وہ نظر آیا مجھے بندر کھلا

اکبر الٰہ آبادی جج تھے ان کا ایک ساتھی ساٹھ سال کا وہ خضاب لگا کر جوان بن رہا تھا، اکبر نے اسی وقت یہ شعر کہا، بڑے مزاحیہ شاعر تھے مگر حقیقت گو تھے۔ کہا کہ۔

مصروف ہیں جناب یہ کس بندوبست میں
اپریل کی بہار نہ ہو گی اگست میں

یہ خضاب لگا کر ساٹھ برس کے اسٹرکچر کو جوانی دینے کی کوشش نہ کرو، بڑھاپے میں جوانی کی بہار نہیں آسکتی۔

اللہ تعالیٰ دائماً بندوں کے ساتھ ہیں

تو یہ بتا رہا ہوں کہ دُنیا کا کچھ بھروسہ نہیں، نہ جانے کس وقت کیا چیز جُدا ہو جائے صرف ایک اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو ہم سے کبھی جُدا نہیں ہوتی۔ تمہارا باپ بھی یہ صفت نہیں رکھتا کہ جہاں بیٹا جائے وہاں ابا بھی جائے لیکن میری ذات کو دیکھو، میری شفقت، میری رحمت دیکھو، میں رب العالمین ہوں مگر رحمٰن و رحیم بھی ہوں، میری ربوبیت میں میری شانِ رحمت کی تجلی دیکھو کہ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ جملہ اسمیہ سے نازل فرمایا جو دوام و ثبوت پر دلالت کرتا ہے کہ تم دُنیا میں جہاں بھی رہو گے ہم تمہارے ساتھ ہوں گے، تمہارا ابا تمہارے ساتھ ہو گا، روئے زمین پر چاہے خشکی میں رہو، چاہے فضا میں رہو، جہاں بھی رہو یہی ایک اللہ ہے جو ہر جگہ تمہارے ساتھ ہے۔ زمین کے اوپر بھی ساتھ ہے زمین کے نیچے قبر میں بھی ساتھ ہے، عالمِ برزخ میں، میدانِ محشر میں اور جنت میں بھی اللہ ہی ساتھ ہو گا۔ ایسے اللہ کو چھوڑ کر کس چیز پر مر رہے ہو کہ ایک دن کوئی ساتھ نہیں دے گا۔ روح نکلتے ہی پتہ چل جائے گا کہ سارا عالمِ اسباب ختم، چائے تیار ہے پی نہیں سکتے، بیوی موجود ہے دیکھ نہیں سکتے، بچے ابو ابو چلا رہے ہیں مگر ابو صاحب بچوں کو نہیں دیکھ سکتے۔ اکبر الٰہ آبادی فرماتے ہیں ؎

قضا کے سامنے بیکار ہوتے ہیں حواس اکبر
کھلی ہوتی ہیں گو آنکھیں مگر بینا نہیں ہوتیں

آیت رَبُّنَا اللّٰہُ میں اَللّٰہُ کے مبتدا ہونے کی نحوی و منطقی دلیل

اس لیے

سہارا صرف اللہ تعالیٰ کا ہے، اس سے بہتر کوئی سہارا نہیں۔ ایک عالم نے مجھ سے سوال کیا کہ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا میں رَبُّنَا مبتدا ہے یا خبر۔ میں نے کہا خبر مقدم ہے تاکہ معنی حصر کے پیدا ہوں کہ تمہارا پالنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اگر یہاں تَقْدِیْمُ مَا حَقُّہُ التَّاخِیْرُ نہ ہو تو یُفِیْدُ الْحَصْرَ نہیں ہو سکتا۔ کہنے لگے اگر ہم اللہ کو خبر بنا دیں اور رب کو مبتدا؟ میں نے کہا مبتدا مسند الیہ ہوتا ہے اور مسند الیہ قوی ہونا چاہیے کیونکہ سہارا ہمیشہ قوی کا لیا جاتا ہے اور اللہ اسم ذات ہے اور رب اسم صفات سے ہے اور صفت سے قوی ذات ہوتی ہے اور مسند الیہ ہمیشہ قوی کو بنایا جاتا ہے، اقویٰ کے ہوتے ہوئے قوی کو بھی مسند الیہ بنانا جائز نہیں ہے لہٰذا اللہ کے اسم جلالہ کے ہوتے ہوئے رب کے اسم صفاتی کو مسند الیہ بنانا جائز نہیں۔ یہ سن کر وہ عالم پھڑک گئے کہنے لگے کہ واہ کیا بات کہی۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے میں سوچ رہا تھا کہ کیا بیان کروں مگر واہ رے میرے اللہ میرے بزرگوں کی دعاؤں کا صدقہ ہے کہ ہر وقت نئے نئے مضامین عطا ہوتے ہیں۔ دعا کرو کہ اے اللہ! جو سنا ہے اس پر عمل کی توفیق دے۔ دیکھیے خالی سَمِعْنَا کام

نہیں دے گا سَمِعْنَا کے بعد اَطَعْنَا بھی ضروری ہے کیونکہ کافر سَمِعْنَا کے بعد عَصَیْنَا کہتے تھے۔ لہٰذا سَمِعْنَا تو ہوگیا اب اَطَعْنَا کی فکر کرو کہ جو سُنا ہے اس پر اے اللہ! عمل کی توفیق اور اولاً اختر کو عطا فرما ثانیاً سب دوستوں کو عطا فرما اور اس کیسٹ کو پورے عرب میں پھیلا دے۔ بتائیے مضمون مدلل ہے یا نہیں۔ یہ تصوف وہ نہیں ہے جس سے کوئی سعودی بھی گھبرائے۔ قرآن پاک کی تفسیروں کے ساتھ پیش کیا ہے اور ایک عالم نے خواب میں دیکھا ہے کہ سعودیہ میں تمھاری کتاب تصوف کی پڑھائی جا رہی ہے تو میں امید رکھتا ہوں کہ سعودی عرب میں تصوف زندہ ہوجائے گا۔ اس کیسٹ کو زیادہ سے زیادہ سعودی حضرات کو بھی پیش کرو۔ دیکھو قرآن پاک کی آیات سے پورا مضمون مدلل ہے جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ یہ وہ لوہے کا چنا ہے جس کو کوئی چبا نہیں سکتا، ماننا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق دے اور مرنے سے پہلے اے خدا! ہم سب کو اپنا ولی بنا کر دُنیا سے اٹھائیے اور دیر بھی نہ ہونے دیجیے، آپ کی نافرمانی میں جینا اور آپ کی فرماں برداری میں ذرا سی بھی تاخیر کرنا ہم غیرتِ بندگی اور شرافتِ بندگی کے خلاف سمجھتے ہیں کہ رزق آپ کا کھاتے رہیں اور اپنی نافرمانی میں آپ ہم کو دیکھتے رہیں۔ اے اللہ! جلد وہ لمحہ عطا فرما، وہ گھڑی ہمیں عطا فرما کہ ہماری زندگی سو فیصد نفس و شیطان کی غلامی سے نکل کر اے اللہ! آپ کی اور آپ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آجائے۔ اے اللہ! آپ کی بندگی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی

کا طوق ہماری گردن میں ڈال دے کہ سر سے پیر تک ہم آپ کے ہوجائیں۔

نہیں ہوں کسی کا تو کیوں ہوں کسی کا
انہیں کا انہیں کا ہوا جا رہا ہوں

جس کے ہو اسی کے بن جاؤ میرے دوستو!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

گت ہے دُنیا پہ تو پروانہ وار گو تجھے جلنا پڑے انجام کار
پھر یہ دعویٰ ہے کہ ہم ہیں ہوشیار کیا یہی ہے ہوشیاروں کا شعار

ایک دِن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

حیف، دُنیا کا تو ہو پروانہ تو اور کرے عقبیٰ کی کچھ پروا، نہ تو
کس قدر ہے عقل سے بیگانہ تو اس پہ بنتا ہے بڑا فرزانہ، تو

ایک دِن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

(مجذوب رحمۃ اللہ علیہ)

---

۱ طریقہ ۲ افسوس ۳ عقلمند

بسم اللہ الرحمن الرحیم
حقیقتِ شکر
سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۲۰
عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم
www.ahlehaq.org

فہرست مضامین

حقیقتِ شُکر

حَقیقتِ شُکر

۳۰ شوال المکرم ۱۴۳۱ھ مطابق ۲۶ جنوری ۲۰۱۰ء بروز جمعہ
بوقت ڈھائی بجے دوپہر مقام مسجد اشرف گلشن اقبال ۲ کراچی

آٹھ ماہ کی علالت کے بعد آج الحمدللہ تعالیٰ مرشدی ومولائی عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت ظلہم العالی نمازِ جمعہ کے لیے وہیل چیئر پر خانقاہ گلشن کی مسجد اشرف میں تشریف لائے. حضرت والا کو دیکھ کر لوگوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور بہت سے لوگ غلبہ خوشی میں رونے لگے. بعد نماز تھوڑی دیر حاضرین کرام سے شکر کی حقیقت پر نہایت مؤثر اور عجیب غریب خطاب فرمایا۔ (مرتب)

(حضرت نے بھرائی ہوئی آواز میں فرمایا کہ) آج خوشی کا دن ہے کہ میں مسجد میں نظر آیا ہوں یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اور کرم ہے کہ آٹھ ماہ کے بعد آج مسجد میں جمعہ پڑھنے کی توفیق بخشی اس لیے اب اس کے شکریہ میں کیا بیان ہونا چاہیے؟ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ. اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تم نعمتوں پر شکر ادا کرو گے تو ہم تم کو اور زیادہ دیں گے اور ہر عضو کا شکر الگ

الگ ہے۔ سر کا شکریہ یہ ہے کہ سر مطابق بڑے سر (SIR) کے ہو یعنی تابع حکم الٰہی ہو۔ سر پر انگریزی بال نہ ہوں۔ چھوٹے بال ہوں تو سب برابر ہوں یا کان کی لو تک بڑے بال ہوں یا بالکل نہ ہوں' سر منڈا دیجئے لیکن انگریزی بال نہ ہوں۔

سر کے بعد آنکھ ہے۔ آنکھ کا شکریہ یہ ہے کہ نامحرم سامنے آجائے تو فوراً نظر نیچی کر لیجئے۔ یہ حکم قرآن شریف کا ہے۔ کہتے ہیں کہ قرآن میں دکھاؤ۔ میں قرآن میں دکھا سکتا ہوں کہ جب نامحرم سامنے آجائے تو نظریں نیچی کر لو اپنی بیوی چاہے کتنی ہی حسین ہو لیکن دوسرے کی بیوی زیادہ حسین معلوم ہوتی ہے۔ اس لیے نفس کی بات مت مانو۔

اور آنکھ کے بعد کان ہے۔ کان کا شکریہ یہ ہے کہ ان کو گانا بجانا نہ سنوایا جائے۔ چند روز مجاہدہ کر لیجئے پھر جنت میں گاتے بجاتے جائیے' یہاں چند دن گانے بجانے پر صبر کر لیجئے' کانوں کو اللہ کی عبادت میں مصروف رکھئے اور گناہوں سے بچائیے۔

اور کان کے بعد ناک ہے۔ ناک سے کسی نامحرم کو نہ سونگھئے۔ ناک سے بعض لوگ حسینوں کو سونگھ کر ہڑپ کر لیتے ہیں۔ ایک جانور ہے۔ جس کا نام اجگر یا اژدہا ہے' وہ پچاس فٹ کا ہوتا ہے' چار پانچ فٹ موٹا ہوتا ہے' چل نہیں سکتا' اپنی جگہ سے کھسک بھی نہیں سکتا' آنکھ بند کئے اپنی جگہ پڑا رہتا ہے' کوئی پرندہ قریب سے گذرا اور اس کی خوشبو محسوس ہوتی بس ناک سے زور سے سانس کھینچ کر اس کو سُڑک لیتا ہے۔ بعض لوگوں کی ناک بڑی خطرناک ہوتی ہے۔

اس کے بعد منہ ہے۔ منہ سے حلال کھاؤ حرام سے بچو اور غیبت کرو۔

جھوٹ نہ بولو اور ہونٹوں کا شکریہ یہ ہے کہ بڑی بڑی مونچھیں نہ رکھی جائیں جس سے لب چھپ جائیں لب کے اوپر مونچھوں کے بال نہ آنے پائیں۔ اگر رکھنی ہیں تو لب سے بچا کر رکھیں اور گالوں کا شکریہ یہ ہے کہ گالوں کو سُنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیب زینت کے ساتھ سجا کر رکھو تاکہ قیامت کے دن پیا آپ کو پیار کر لے۔

اس کے بعد دل ہے۔ دل میں گندے خیال نہ لاؤ اور ٹخنہ سے اوپر شلوار رکھو پاجامہ یا شلوار یا کرتے سے ٹخنے نہ چھپاؤ۔ بس سارے احکام ادا ہو گئے اور آپ سر سے پیر تک شکر گذار ہو گئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنا حقیقی شکر ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ اے صحابہ بدر میں ہم نے تمہاری مدد فرمائی جبکہ تم کمزور تھے۔ پس تم تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم شکر گذار ہو جاؤ۔

حضرت والا نے بھرائی ہوئی آواز میں فرمایا کہ میں نے شکر کا مضمون اس لئے بیان کیا کہ میں اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ کروڑ کروڑ شکر ادا کرتا ہوں کہ آج مجھے آٹھ مہینے کے بعد مسجد میں حاضری کی توفیق دی۔ اللہ تعالیٰ اس صحت کو برقرار اور قائم و دائم رکھے اور صحتِ کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرماتے اور اس پر شکر گذاری نصیب فرماتے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ۔ اگر تم شکر کرو گے تو ہم اور زیادہ دیں گے۔ پس اگر ہم شکر زیادہ کریں تو ہماری ہر طاقت میں برکت ہو گی۔ اس لئے شکر کے لوازم و احکام بیان

کر دیئے۔ سر کا حکم ہو گیا کہ انگریزی بال نہ رکھیں، کانوں کا حکم ہو گیا کہ گانا نہ سنیں، ناک کا حکم ہو گیا کہ اجگر کی طرح کسی حسین کو نہ سونگھیں، زبان کا حکم یہ ہو گیا کہ کوئی غلط بات نہ کرو، جھوٹ مت بولو، حرام نہ کھاؤ، گالوں کا حکم ہو گیا کہ سنتِ نبوی کے مطابق ایک مُشت داڑھی رکھو، دل کا حکم ہو گیا کہ دل میں گندے خیالات مت لاؤ، اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف دل میں سوچنا بھی اللہ تعالیٰ کی وفاداری کے خلاف ہے کیونکہ اگر کوئی بادشاہ کے خلاف دل میں بغاوت کے خیالات باندھ رہا ہے تو وہ بادشاہ سے تو چھوٹ جائے گا کہ وہ دل کی بات نہیں جانتا مگر اللہ تعالیٰ دل کی بات جانتا ہے، وہ ایسے باغیوں کو سزائے سخت دیتا ہے اور پاجامہ ٹخنے سے اوپر رہے، نیکر بھی نہ پہنو کہ گھٹنہ کھولنا بھی نافرمانی ہے۔ لہٰذا چاہے کھیل کود ہو چاہے صبح کیاری میں پانی دینا ہو، بعض لوگ صبح نیکر پہن کر کیاریوں میں پانی دیتے ہیں اور تمام لوگ دیکھتے ہیں۔ گھٹنہ کھولنا بھی نافرمانی ہے اور ٹخنہ چھپانا بھی نافرمانی ہے۔ پتلون ہو تو اس کو ٹخنوں سے اونچا پہنو۔ دفتر میں آفیسران کچھ کہتے ہوں تو ان کی مت سنو، بڑے سر (SIR) کی بات سنو گے تو محفوظ رہو گے۔ جو بڑے سر (SIR) یعنی اللہ تعالیٰ کی بات مانتا ہے محفوظ رہتا ہے اور زیادہ سے زیادہ موزے پہن لو گرمی میں ٹھنڈے اور سردی میں گرم۔ موزے پہننے میں کوئی حرج نہیں، موزہ سے ٹخنہ ڈھانپنے سے گناہ نہیں ہوتا۔ اگرچہ موزہ کتنا ہی اونچا ہو، گھٹنہ تک ہو یا ران تک ہو یہاں تک کہ سر بھی چھپ جائے۔

اس کے بعد حضرت اقدس مدظلہم العالی نے محمد رمضان صاحب کو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ رمضان صاحب ایک نظم سنائیں گے جو میری بہت پسندیدہ

ہے اور میری ہی کہی ہوئی ہے جس کا ایک مصرع یہ ہے۔

اہلِ وفا کا بوریا تختِ شہاں سے کم نہیں

اس کے بعد رمضان صاحب نے حضرتِ والا کے اشعار پڑھے حضرتِ والا کے اشعار بھی منظوم وعظ ہیں جن میں عشقِ الٰہی کی آگ بھری ہوئی ہے۔ افادۂ قارئین کرام کے لیے پیش کیے جاتے ہیں۔

میری زبانِ حال بھی میرے بیاں سے کم نہیں
میرا سکوتِ عشق بھی میری زباں سے کم نہیں
یادِ خدا کا ہر نفس کون و مکاں سے کم نہیں
اہلِ وفا کا بوریا تختِ شہاں سے کم نہیں

ارشاد فرمایا کہ اہلِ وفا وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو ہر وقت راضی رکھتا ہے اور ایک سانس بھی اللہ تعالیٰ کو ناراض نہیں کرتا یعنی اپنی ہر سانس اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کے لئے وقف رکھتا ہے اور ایک سانس بھی ان کی نافرمانی نہیں کرتا۔ اگر احیاناً کبھی خطا ہو جاتی ہے تو سجدہ گاہ کو خونِ دل خونِ جگر سے تر کر دیتا ہے اور رو رو کر جب تک ان کو راضی نہیں کر لیتا چین سے نہیں بیٹھتا۔ یہ اہلِ وفا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا وفادار بندہ ہے اہلِ وفا ہونا کوئی معمولی بات نہیں، یہ لفظ بول دینا آسان ہے اہلِ وفا ہونا مشکل ہے، ہر سانس میں اللہ تعالیٰ کا باوفا رہنا اور ایک سانس بھی ان کو ناراض نہ کرنا بے وفاؤں کے بس کی بات نہیں، یہ صرف اہلِ وفا کا کام ہے۔ اس لئے اہلِ وفا بہت بڑے لوگ ہیں اور اہلِ وفا کا بوریا تختِ شہاں سے کیوں افضل ہے؟ کیونکہ اس پر اس ذاتِ پاک کا نام لیا جاتا ہے جو بادشاہوں کو تخت و تاج کی بھیک عطا کرتی ہے۔ پھر یہ بوریا تختِ شہاں

سے افضل نہ ہوگا؟ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو صاحبِ وفا بنا دے' ہر سانس اپنا باوفا رکھے اور بے وفائی سے اپنی پناہ میں رکھے اور اللہ تعالیٰ کا باوفا بننا بہت آسان ہے لیکن ہم نے اس کو مشکل بنا رکھا ہے۔ اوابین نہ پڑھیے' تہجد نہ پڑھئے' اشراق وچاشت عمر بھر نہ پڑھئے' صرف ایک کام کیجئے کہ کام نہ کیجئے یعنی جس کام سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اس کام سے بچئے۔ پھر فرض واجب اور سُنّتِ مؤکدہ پر ولایت علیا ولایت صدیقیت مل جائے گی۔ کرنے کے کام زیادہ نہیں ہیں' کام نہ کیجئے' کام کو چھوڑ دیجئے' آرام سے رہیئے اور ولی اللہ بن جائیے۔ آنکھوں کا آرام یہ ہے کہ نامحرموں کو مت دیکھو' حرام چیزوں کو مت دیکھو۔ اپنا دل ہو یا کسی اور کا دِل ہو دل کو اذیت دینا حرام ہے یا نہیں؟ مومن جب غیر عورتوں کو دیکھتا ہے تو دِل کو تکلیف ہوتی ہے کہ نہیں؟ جس طرح دوسرے کے دِل کو تکلیف دینا حرام ہے اسی طرح اپنے دِل کو تکلیف دینا بھی تو حرام ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کی ایذاؤں سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ تو آپ بھی تو مسلمان ہیں لہٰذا پرائی عورتوں کو دیکھ کر اپنے دِل کو تڑپانا' کلپانا اور ایذاء پہنچانا کیسے جائز ہوگا؟

ان کے حضور میں مرے آنسو زباں سے کم نہیں
عشق کی بے زبانیاں لفظ و بیاں سے کم نہیں
دامنِ فقر میں مرے پنہاں ہے تاجِ قیصری
ذرّۂ دردِ وغم ترا دونوں جہاں سے کم نہیں

ارشاد فرمایا کہ کہنے کو تو یہ ایک ذرہ ہے لیکن اس ذاتِ پاک کا ذرہ ہے

جو غیر محدود ہے اور غیر محدود کا ذرہ بھی غیر محدود ہوتا ہے۔ اسی لیے بزرگوں نے اللہ تعالیٰ کی محبت کا ایک ذرہ مانگا ہے۔

ذرۂ دردے دلِ عطار را

خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! اپنی محبت کا ایک ذرہ میرے دِل کو عطا فرما دے۔

فاش کیا ہے آہ نے زخمِ جگر کو بزم میں
لیکن ہماری آہ بھی زخمِ نہاں سے کم نہیں

کاشفِ رازِ دردِ دل یعنی یہ آہِ عاشقاں
رہبرِ دیگراں ہے جب رازِ نہاں سے کم نہیں

یہ بھی کرم ہے آپ کا جس میں اہل بھی نہ تھا
یعنی جو دردِ دِل دیا دونوں جہاں سے کم نہیں

میری ندامتیں رہیں کبر سے پاسباں مری
یعنی مرا نیاز بھی نازِ شہاں سے کم نہیں

اہلِ نفاق پر گنہ جیسے مگس ہو ناک پر
مومن کے دِل پہ ہر گنہ کوہ گراں سے کم نہیں

رندوں کی آہ و زاریاں اختر خدا کو ہیں پسند
ان کا شکستہ دِل بھی پھر کرو بیاں سے کم نہیں

اشکِ روانِ عاشقاں نجم السماء سے کم نہیں
اُن کا یہ خونِ آرزو عہدِ وفا سے کم نہیں

اُن کی نظر کے حوصلے رشکِ شہانِ کائنات
وسعتِ قلبِ عاشقاں ارض و سما سے کم نہیں

یارب یہ دردِ دل ترا سارے مرض کی ہے دوا
ہے یہ مرض تری عطا جو کہ شفا سے کم نہیں

جو ہے ادائے خواجگی پنہاں اسی میں ہے کرم
ان کی رضا بھی دوستو ان کی عطا سے کم نہیں

جلوۂ حق کے سامنے حیرت سے بے زباں سہی
پھر بھی سکوتِ عشق کا اس کی صدا سے کم نہیں

اخترؔ ہمارا دردِ دل بزم میں بے نوا سہی
لیکن کسی کی چشمِ نم اُس کی نوا سے کم نہیں

کٹ رہی ہے میری تنہائی سرِ نغمات سے
اب جو خاموش ہوں گے چشم تر ہو جائے گی

کر رہا ہوں آہ پیہم گو ابھی ہے نارسا
ایک دن آخر تو ممنونِ اثر ہو جائے گی

درحقیقت میری آہ خام کا ہے یہ قصور
رفتہ رفتہ پختہ ہو کر پردہ در ہو جائے گی

(فیضانِ محبت صفحہ نمبر ۱۷۵)

اَلشُّکْرُ عَلٰی تَرْکِ الْمَعْصِیَةِ

۷، ذیقعدہ ۱۴۲۱؁ھ بمطابق ۲، فروری ۲۰۰۱؁ء بروز جمعہ بوقت ۲ بجے دوپہر بمقام مسجد اشرف گلشن اقبال بلاک ۲ ۔ کراچی

○

الحمد للہ تعالیٰ اس جمعہ کو بھی مُرشدی و مولائی حضرت عارف باللہ دامت برکاتہم العالیہ وھیل چیئر پر مسجد تشریف لائے اور نماز جمعہ ادا فرمائی۔ بعد نماز حضرت والا نے شکر کے متعلق مزید ارشادات فرمائے اور ایک خاص نعمت کی طرف توجہ دلائی کہ ترکِ معصیت نعمتِ عظمیٰ ہے جو ولایت کی ضامن ہے اس لیے اس نعمت پر شکر بھی سب سے زیادہ کرنا چاہیے۔ بیان مختصر لیکن نہایت جامع، نہایت مفید نہایت سبق آموز، اثر انگیز اور انوکھا تھا جو بغرض استفادہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش ہے۔ (مرتب)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ ؁

اگر تم شکر کرو گے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم اور زیادہ دیں گے جس قوت پر شکر زیادہ کرو گے، جس نعمت پر شکر زیادہ کرو گے اس میں زیادتی ہوگی اور اگر شکر ادا نہیں کرو گے تو اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ میرا عذاب بہت سخت ہے

منجملہ اور نعمتوں سے ایک نعمت ہے جس کا ہم لوگوں کو خیال نہیں آتا اور وہ ہے ترکِ معصیت اور اس وقت اِسی کا شکر ادا کرنا ہے اور اس نعمت کا تعلق محض رحمتِ الٰہیہ سے ہے' جس پر رحمت ہوتی ہے وہی گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْکِ الْمَعَاصِیْ۔ اے اللہ! ہم پر وہ رحمت نازل فرما جس سے ترکِ معصیت کی توفیق ہوجائے۔ معلوم ہوا کہ اصل رحمت یہ ہے اور یہ جو مکانوں پر لکھ دیتے ہیں۔ ھٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ تو کچھ فضل حاصل نہیں اگر معصیت میں مبتلا ہیں' نہایت ہی عذاب اور ذلت میں ہیں مگر وہ بندے جو گناہوں سے محفوظ کیے گئے اور اگر یہ نہیں ہے تو وہ رحمت سے محروم ہے۔ معلوم ہوا کہ گناہوں کو چھوڑ دینا بہت بڑی نعمت ہے لیکن عام لوگ گناہ چھوڑنے کو نعمت نہیں سمجھتے حالانکہ یہ نعمتِ عظمیٰ ہے جو اللہ تعالیٰ کی ولایت کی ضمانت ہے کیونکہ بغیر متقی ہوئے کوئی اللہ کا ولی نہیں ہوسکتا اور بغیر گناہ چھوڑے کوئی متقی نہیں ہوسکتا معلوم ہوا کہ ترکِ معصیت سے بڑھ کر دونوں جہان میں کوئی نعمت نہیں کیونکہ یہ نعمت اللہ تعالیٰ کی دوستی میں تبدیل ہوجاتی ہے اور اسی سے وہ ذات ملتی ہے جو بے مثل ہے۔ یہاں ولایت عامہ کی بات نہیں کر رہا ہوں' ولایتِ عامہ تو ہر گنہگار مسلمان کو بھی حاصل ہے' یہاں ولایت خاصہ مراد ہے یعنی وہ تعلق خاص جو اولیاء اللہ کو عطا ہوتا ہے اور یہ تعلق موقوف ہے گناہوں کے چھوٹنے پر۔ پس ترکِ معصیت اتنی بڑی نعمت ہے جو اللہ صرف اپنے دوستوں کو دیتا ہے' یہ نعمت نہ کافر کو ملتی ہے' نہ منافق کو ملتی ہے' نہ گنہگار مسلمان کو ملتی ہے' یہ غذائے اولیاء ہے جس کو یہ نعمت مل گئی وہ فاسق رہ ہی نہیں سکتا' ولی ہوجاتا ہے

بندہ جس وقت ترکِ معصیت کا ارادہ کرتا ہے اسی وقت سے اس کی ولایت کا آغاز ہوجاتا ہے اور وہ ولی اللہ لکھ لیا جاتا ہے۔ جس دن اس نے ارادہ کرلیا کہ آج سے کوئی گناہ نہیں کروں گا، نہ آنکھوں سے نامحرموں کو دیکھوں گا، نہ کانوں سے ان کی بات سنوں گا، سارے اعضاء سے فرماں بردار رہوں گا اسی وقت سے وہ ولی ہوگیا کیونکہ اس وقت جب وہ گناہوں سے توبہ کررہا ہے اس وقت اس کا ارادہ توبہ توڑنے کا نہیں ہے اس لئے ارادہ توبہ قبول ہے۔ بشرطیکہ توبہ توڑنے کا ارادہ نہ ہو اور اگر پھر بھی وسوسہ آئے کہ میری توبہ ٹوٹ جائے گی، ہزار بار میں اپنے دست و بازو کو آزما چکا ہوں تو یہ وسوسہ شکست توبہ مضر نہیں بلکہ مفید ہے کیونکہ یہ عبدیت کا تکمل ہے کہ بندہ توبہ تو کررہا ہے مگر اپنے ارادہ پر اسے بھروسہ نہیں، کہتا ہے کہ مجھے ڈر ہے کہ مجھ سے پھر گناہ نہ ہوجائے اس لئے اے اللہ آپ کی مدد چاہتا ہوں کیونکہ صرف گناہوں سے بچنے والے ہی آپ کے دوست ہیں۔

معلوم ہوا کہ ترکِ معصیت سب سے بڑی نعمت ہے کیونکہ وہ سبب ولایت ہے اور اللہ تعالیٰ کی ولایت سب سے ارفع و اعلیٰ نعمت ہے۔ پس جب گناہ سے بچنے کی توفیق ہو تو بتائیے شکر ضروری ہے یا نہیں؟ جب ہر نعمت پر شکر ادا کرنے کا حکم ہے تو ترکِ معصیت پر کیوں شکر ادا نہیں کرتے۔ اس نعمت پر تو سب سے زیادہ شکر ادا کرنا چاہئے کیونکہ اس نعمت کے بغیر کوئی ولی اللہ نہیں بن سکتا۔ اِنْ اَوْلِیَاؤُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرا کوئی ولی نہیں ہے لیکن وہ جو گناہوں سے بچتے ہیں یعنی میرے ولی صرف وہ ہیں جو مجھے ناراض نہیں کرتے۔ وہ کیسے دوست ہو سکتے ہیں جو میری نافرمانی پر دلیری اور جرأت کرتے

ہیں۔ اس لیے یہ نہیں فرمایا کہ تہجد پڑھنے والے یا ذکر کرنے والے یا اوابین پڑھنے والے یا صلوۃ اشراق و چاشت پڑھنے والے میرے دوست ہیں بلکہ الا المتقون فرمایا کہ میرے دوست صرف اہل تقویٰ ہیں۔ لہٰذا جس کو کسی گناہ کے مشغلے سے چھٹی مل جائے اس کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے تاکہ شکر کی برکت سے حسبِ وعدۂ الٰہی اور زیادہ مدد آئے، اور زیادہ فضل و رحمت نازل ہو اور زیادہ توفیق ہو اور شکر کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اگر آج ہم میں نوے فیصد تقویٰ ہے تو شکر کی برکت سے سو فیصد ہو جائے گا کیونکہ شکر پر نعمت میں اضافہ کا وعدہ ہے لَاَزِیْدَنَّکُمْ فرمایا کہ ہم کمّاً اور کیفاً نعمت میں اضافہ کریں گے، جس کمیت سے متقی ہو اس کیفیت میں بھی اضافہ ہو جائے گا اور جس کیفیت میں اضافہ یہ ہے کہ صرف تقویٰ اختیار کرو گے اور گناہوں سے فرار اختیار کرو گے اور اگر کبھی احیاناً خطا ہو گئی تو نہایت ندامت کی کیفیت طاری ہو گی پس شکر سے تقویٰ میں ترقی ہو گی اور ترقی پر شکر کرے گا، تو تقویٰ میں اور اضافہ ہو گا اور اضافہ پر شکر کرے گا تو نعمت میں مزید ترقی ہو گی اور اس طرح ترقی کا تسلسل قائم ہو جائے گا پس شکر ترقی فی التقویٰ کا اور ترقی فی التقویٰ ترقی فی الولایت کا ذریعہ ہے۔

سب سے بڑی نعمت ترکِ معصیت یعنی تقویٰ ہے۔ اس لئے اس نعمت پر شکر کرنا بھی سب سے زیادہ ضروری ہے کیونکہ اس نعمت کے بغیر کوئی ولی اللہ نہیں بن سکتا، غیر متقی کو اللہ کی دوستی مل ہی نہیں سکتی، جب تقویٰ کا آغاز ہوتا ہے۔ اسی وقت اللہ کی دوستی کا آغاز ہوتا ہے اور متقی کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اس سے کبھی گناہ ہی نہ ہو۔ متقی رہنا اتنا ہی آسان ہے جتنا باوضو رہنا۔ اگر وضو

ٹوٹ جائے تو پھر وضو کر لو۔ اگر گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کر کے پھر متقی بن جاؤ۔
اوّل تو کوشش کرنے سے ان شاء اللہ گناہ بالکل چھوٹ جاتے ہیں۔ جس کے دل میں
اللہ تعالیٰ آجاتا ہے اس کو گناہوں سے شرم آتی ہے۔ میرا شعر ہے۔

جب تجلی اُن کی ہوتی ہے دلِ برباد میں
آرزوئے ماسویٰ سے خود ہی شرماتا ہے دل

لیکن اگر باوجود کوشش کے پھر گناہ ہو جائے تو توبہ کا دروازہ ابھی کھلا ہوا ہے
اِنَّ اللّٰہَ یَقْبَلُ تَوْبَۃَ الْعَبْدِ مَالَمْ یُغَرْغِرْ اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ
الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ جب تک موت کا غرغرہ نہ شروع ہو جائے اللہ تعالیٰ
بندے کی توبہ کو قبول کرتا ہے۔

بہر حال توبہ سے گناہوں کی معافی تو ہو جاتی ہے لیکن شرافت کا تقاضا یہ
ہے کہ گناہ کبھی نہ ہو اور طبیعت شریف بن جاتی ہے جب دل میں وہ حقیقی شریف
یعنی اللہ آجاتا ہے، پھر غیر شریفانہ حرکت سے خود شرم آتی ہے۔ جب تک دل
میں اللہ نہیں آتا یعنی جب تک اللہ تعالیٰ سے نسبت خاصہ حاصل نہیں ہوتی اس
وقت تک گناہوں کے تقاضوں سے آدمی مغلوب ہو جاتا ہے لیکن جب دردِ دل
مستقل ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ سے نسبت مستقل قائم ہو جاتی ہے، تعلق مع اللہ
عَلٰی سَطْحِ الْوَلَایَۃِ نصیب ہو جاتا ہے تو پھر آدمی گناہوں سے کانپتا رہتا
ہے اور اس غم میں گھلتا رہتا ہے کہ کہیں مجھ سے گناہ نہ ہو جائے۔

اس لئے نافرمانی سے سخت احتیاط کرو ورنہ یہ نفس کی زندگی کی علامت ہے۔

مولانا رومی فرماتے ہیں۔

تا ھوئی تازہ ست ایماں تازہ نیست
کیں ھوئی جز قفلِ آں دروازہ نیست

جب تک خواہش نفسانی گرم ہے اس وقت تک ایمان تازہ نہیں ہے کیونکہ خواہشِ نفس اس بارگاہِ شاہی کے دروازۂ قرب کے لئے تالہ کا کام کرتی ہے۔ گناہ اللہ کے دروازۂ قرب پر تالہ کا قائم مقام ہے اور اللہ کا تالہ کون کھول سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے تالہ پر بھلا تمہاری کُنجی لگے گی؟ اللہ تعالیٰ کا تالہ اللہ تعالیٰ کے ذِکر سے کُھلتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ افْتَحْ اَقْفَالَ قُلُوْبِنَا بِذِکْرِكَ. اے اللہ آپ کا تالہ آپ کے ذکر ہی سے کُھلتا ہے جس کا تالہ ہے اُسی کے نام کی برکت سے کُھلے گا، دُنیا کی کوئی تدبیر اللہ تعالیٰ کا تالہ نہیں کھول سکتی، یہ تالہ ایسا ہے جس پر کوئی کُنجی نہیں لگتی سوائے اللہ تعالیٰ کے نام کے اور جب تالہ کُھلتا ہے تب خزانہ نظر آتا ہے اور گناہ ذکر کی ضد ہے پس گناہ کے ساتھ دِل کے تالے کیسے کُھل سکتے ہیں لہٰذا گناہوں کو چھوڑو، اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ تب یہ تالے کُھلیں گے اور قُرب کے خزانے ہی خزانے نظر آئیں گے۔

لہٰذا سب گناہوں کو جلد از جلد چھوڑ دو اور گناہ چھوڑ کر شکر بھی کرو لیکن پھر بھی اپنے کو پاک نہ سمجھو۔ اپنا تزکیہ کرانا، گناہوں سے پاک ہونا تو فرض ہے لیکن اپنے کو پاک سمجھنا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم تمہیں خوب جانتے ہیں۔ اِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّھٰتِکُمْ. جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے خُون اور حیض میں لتھڑے ہُوئے پھر ہمارے سامنے کیا پاک بنتے ہو۔ فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَکُمْ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی. اپنے کو تم پاک اور مقدس نہ سمجھا کرو،

ہم خوب جانتے ہیں کہ کون کتنا متقی ہے یعنی کون متقی ہے اور کون نہیں معلوم ہوا کہ پاک کردن ضروری، پاک گفتن حرام یعنی اپنے کو پاک کرنا واجب ہے لیکن خود کو پاک کہنا اور پاک سمجھنا حرام ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حسن بھی ایک نعمت ہے۔ تو حُسن کا شکریہ کیا ہے؟ سُورۃ یوسف کی تفسیر میں دیکھئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام بہت حسین تھے اس لئے تفسیر روح المعانی میں حُسن کے شکر کا طریقہ لکھا ہے۔ کیا یہ شکر ہے کہ کاجل قلو پطرہ لگا کر اپنی چنک مٹک دکھلاؤ؟ حُسن کا شکریہ ہے کہ اپنے حُسن کو کسی نافرمانی میں مُبتلا نہ ہونے دے' اللہ پاک جس کو حسین پیدا کرے اس کا شکریہ ہے کہ حُسن کے خالق کو ناراض نہ کرے' اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مبتلا نہ ہو اَنْ لَّا یَشُوْبَ حُسْنَہٗ فِیْ مَعَاصِیْ اللّٰہِ تَعَالٰی شَانُہٗ اپنی خوبصورتی کو اللہ تعالیٰ کی معصیت میں استعمال نہ کرے اور خوبصورتی ایک کلی مشکک ہے۔ کلی مشکک اس کلی کو کہتے ہیں جس میں بہت سے درجات ہوں جیسے کوئی زیادہ حسین ہے' کوئی اس سے کم ہے' کوئی اس سے کم ہے۔ پس جس درجہ میں بھی حُسن ہو اس کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال نہ کرنا حسن کا شکر ہے۔ حدیث پاک کی دُعا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلُقِیْ۔ اے اللہ! آپ نے مجھے حسین خلق فرمایا پس آپ کا احسانِ عظیم ہوگا کہ آپ میرے اخلاق کو بھی حسین کر دیجئے تاکہ اس نعمتِ حُسن کو آپ کی معصیت میں استعمال کر کے اپنے اخلاق کو میں خراب نہ کروں۔ پھر اگر کوئی فاسق و فاجر اس نعمت حسن کو غلط استعمال کرتا ہے تو کوئی

تعجب نہیں کیونکہ وہ تو پہلے ہی خدا سے دُور ہے لیکن اگر کوئی اللہ والوں کا صُحبت یافتہ مُبتلائے معصیت ہوجائے تو آہ کس قدر افسوس و تعجب کا مقام ہے. مولانا رومی فرماتے ہیں۔

گر خفاشے رفت در کور و کبود
بازِ سُلطاں دیدہ را بارے چہ بود

اگر چمگادڑ غلاظت اور گندگی میں لت پت ہو رہا ہو تو تعجب کی بات نہیں کیونکہ وہ تو ظلمت پسند اور غلاظت خور ہے لیکن اگر کسی بازِ شاہی کو دیکھو جو بادشاہ کی کلائی پر رہنے والا اور نگاہِ شاہ کا فیض یافتہ ہے وہ اگر گندی نالیوں میں پیشاب چوس رہا ہے اور پاخانہ چاٹ رہا ہے تو تعجب اور افسوس کا مقام ہے. پس اگر فساق و فجار معصیت کے مرتکب ہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں لیکن آہ اگر کوئی شہبازِ معنوی، مُقرب بارگاہِ حق، اہل اللہ کا صُحبت یافتہ اپنی نعمتِ حُسن کو غلط استعمال کر کے مُبتلائے معصیت ہوجائے تو کس قدر غم اور رونے کا مقام ہے کہ آہ مقربِ حق ہو کر دُوری کے عذاب میں مُبتلا ہے اس لیئے ہر گُناہ سے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتے رہو اور کوشش کرو کہ ایک سانس بھی اللہ تعالیٰ کو ناراض نہ ہونے دو. گُناہ سے بچنے کی طاقت موجود ہے. اگر طاقت نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ حکم نہ دیتے کہ یَاۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ. اِتَّقُوا اللّٰهَ کا حکم اسی وجہ سے ہے کہ انھوں نے ہمیں طاقتِ تقویٰ دی ہے مگر ہم اُسے استعمال نہیں کرتے. آنکھوں کو اجنبیہ عورتوں سے اور امردوں سے بچانا، کانوں کو ساز اور گانوں سے بچانا، ہونٹوں کو غلط کاموں سے بچانا، ہر اعضاء کے احکام ہیں اور سب کی طاقت

اللہ تعالیٰ نے دی ہے لیکن نفس کی محبت ہم کو زیادہ ہے بہ نسبت اللہ تعالیٰ کے۔ جب بھینس کو اپنے بچہ کی محبت زیادہ ہوتی ہے تو مالک کو دودھ پورا نہیں دیتی، چار پانچ کلو مالک کو دیتی ہے تو ایک کلو بچے کے لئے بچالیتی ہے۔ اسی طرح نفس دشمن کو خوش کرنے کے لئے ہم طاقت تقویٰ کو بچالیتے ہیں، طاقت کو پورا استعمال نہیں کرتے تاکہ نفس دشمن کو مزہ آجائے حالانکہ نفس دشمن، بین الاقوامی دشمن سے بھی زیادہ قوی دشمن ہے اور بین الاقوامی بھی کوئی چیز نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے سامنے۔ رسول خدا کا سفیر ہوتا ہے، اس کا اعلان اللہ کا اعلان ہوتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ نفس تمہارا دشمن ہے اور کتنا دشمن ہے

اِنَّ اَعْدٰى عَدُوِّكَ فِيْ جَنْبَيْكَ

تمہارے دشمنوں میں سب سے بڑا دشمن تمہارے پہلو میں چھپا ہوا ہے اس کا نام نفس ہے جس کو خوش کرنے کے لئے بعض بے وقوف اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دیتے ہیں۔ اس لئے ہر گناہ سے استغفار و توبہ کرو اور ہر گناہ سے بچنے کی پوری کوشش کرو، جو ہمت اور طاقت اللہ تعالیٰ نے گناہ سے بچنے کی دی ہے اس ہمت اور طاقت کو پورا استعمال کرو۔ گناہ سے بچنے کے لئے تین ہمتوں کی ضرورت ہے۔

۱۔ ایک ہمت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان کو دی ہے۔ اس کو استعمال کرو۔

۲۔ دوسرے اللہ تعالیٰ سے درخواست کرو کہ اے خدا! جو ہمت تو نے تقویٰ کی دی ہے اس ہمت کو استعمال کرنے کی ہمیں توفیق دے دے۔

۳۔ تیسرے خاصانِ خدا سے دُعا کراؤ کہ آپ خدا کے خاص بندے ہیں آپ میرے لئے دُعا کر دیجئے کہ میں فلاں فلاں گناہ چھوڑ دوں۔

بعض حاضرین نے عرض کیا کہ آپ ہمارے لئے دُعا فرما دیجئے تو ارشاد فرمایا کہ میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی سب گناہ چھوڑ دینے کی توفیق دے اور میرے دوستوں کو بھی سب گناہ چھوڑنے کی توفیق دے دے۔ اے اللہ! میری اس دُعا کو قبول کر لیجئے کیونکہ آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دُعَاءُ الْمَرِیْضِ کَدُعَاءِ الْمَلٰٓئِکَۃِ۔ مریض کی دُعا ایسی ہوتی ہے جیسے کہ فرشتوں کی دُعا ہوتی ہے۔ اے اللہ! تو اپنی نافرمانی سے انتہائی نفرت دے دے تاکہ ہم نہ دُنیا میں رسوا ہوں نہ آخرت میں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

آخرت کی فکر کرنی ہے ضرور   جیسی کرنی' ویسی بھرنی ہے ضرور
عمر یہ اِک دِن گذرنی ہے ضرور   قبر میں میت اترنی ہے ضرور

ایک دِن مرنا ہے' آخر موت ہے
کر لے' جو کرنا ہے' آخر موت ہے

(مجذوب رحمۃ اللہ علیہ)

الشکر علی الایمان

۱۴ ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ مطابق ۹ فروری ۲۰۰۱ء بعد نماز جمعہ ڈھائی بجے دوپہر بمقام مسجد اشرف گلشن اقبال بلاک ۲ ۔ کراچی

○

الحمد للہ تعالیٰ مرشدنا و مولانا عارف باللہ حضرت اقدس مدظلہم العالی نے اس جمعہ کو بھی مسجد اشرف میں نماز ادا فرمائی اور نعمتِ ایمان پر شکر ادا کرنے کی اہمیت پر نہایت مختصر، جامع اور بصیرت افروز بیان فرمایا۔ (مرتب)

فرمایا کہ گذشتہ جمعہ کو میں نے عرض کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ اگر تم شکر کروگے تو ہم تمہاری نعمتوں میں اور اضافہ کردیں گے وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ اور اگر ناشکری کروگے تو میرا عذاب بہت سخت ہے۔ تو میں نے عرض کیا تھا کہ جتنے اعضاء ہیں سب کا شکر الگ الگ ہے۔

سر کا شکر سجدہ ہے اور سر سے سرکشی نہ کرنا ہے، آنکھوں کا شکریہ ہے کہ بدنظری نہ کرے جس آنکھ سے اللہ تعالیٰ کو دیکھے اس آنکھ سے غیر اللہ کو نہ دیکھے اور ویسے بھی بدنظری ایک حماقت کا گناہ ہے کہ مال پرایا اور دیکھ کر للچا رہا ہے، دیکھنے سے کہیں وہ مل جائے گا؟ ناک سے نامحرموں کو سونگھنا نہ چاہیے جن باتوں کو سننے سے شریعت نے منع کیا ہے، کان سے ان باتوں کو نہ سنے مثلاً گانا وغیرہ نہ سنے، اگر گانے کی آواز آرہی ہے تو کانوں میں انگلی دے لیجئے تو سنت

ادا ہو جائے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کانوں میں انگلیاں دے لیتے تھے۔ جب گانے کی آواز آتی تھی۔ اس سُنّت کو بھی تو ادا کیجئے۔ کانوں میں انگلیاں دیتے وقت نیت کر لیجئے کہ میں سُنّت ادا کر رہا ہوں۔ لبوں کا شکریہ ہے کہ مونچھیں لبوں پر نہ آنے دیں، بڑی بڑی مونچھیں نہ رکھئے، بعض لوگوں کو مونچھیں رکھنے کا شوق ہے تو رکھیں جائز ہے۔ لیکن اتنی بڑی نہ رکھیں کہ لبوں پر آجائیں، لبوں کا کنارہ کھلا رہے اور گال کا شکریہ یہ ہے کہ ایک مُشت داڑھی رکھیں اور دل کا شکریہ یہ ہے کہ قصداً دل میں غیر اللہ نہ آنے دے، بلا قصد آجائے تو معاف ہے لیکن اس میں اپنے قصد سے مشغول نہ ہو جائے، کسی مباح کام میں دل کو لگا دے، وساوس کا آنا بُرا نہیں، لانا بُرا ہے، یعنی اللہ کی مرضی کے خلاف اپنے ارادہ سے وساوس کا لانا گناہ ہے۔

میں نے عرض کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی ہر ہر نعمت کو سوچو کہ اللہ تعالیٰ نے پڑھایا لکھایا، بیوی بچے دیئے، بہت سے ہیں جو اولاد سے محروم ہیں، بعض کو بیوی ملی تو تنکھنی ملی اور بعضوں کی بیوی بڑی صابرہ شاکرہ ہے، اس کا شکر کریں۔ دونوں ٹانگیں سلامت ہیں اس کا شکر کریں۔ اگر طواف کیا ہو تو یاد کر لیں کہ ان پیروں سے اللہ کے گھر کا طواف کیا ہے۔ جن پیروں سے اللہ تعالیٰ کے گھر کا طواف کیا ہو ان کو نامحرموں کی گلی میں نہ جانے دے، یہ پیروں کا شکر ہے۔ سارے اعضاء کا شکریہ الگ ہے۔

کچھ روز پہلے خیال آیا کہ اس جمعہ کو کیا بیان کروں تو کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ جب جمعہ قریب آتا ہے تب سمجھ میں آتا ہے، پہلے سے نہیں بتاتے۔ جب یہ

جمعہ آیا تورات ہی میں مضمون آگیا کہ ایک نعمت اور ہے جس کا احساس ہم لوگوں کو نہیں ہے اور وہ ہے ایمان کی دولت لہٰذا ایمان کا شکریہ ادا کرو کہ ہم لوگوں کو بلا سوال اللہ تعالیٰ نے ایمان عطا فرمایا اور جنت کا ٹکٹ مُفت میں ہمیں مل گیا' ماں کے پیٹ میں ہم کو پہلے مُسلمان بنایا پھر دُنیا میں بھیجا' یہ کس قدر فضل ہے۔ ہم لوگوں کو وراثت میں اسلام و ایمان مل گیا' مُسلمان گھرانے میں پیدا کرنا یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے ورنہ اگر آج کوئی کافر ایمان لے آئے خصوصاً ہندوستان میں کوئی ہندو مُسلمان ہو جائے تو اس کے جینے کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ میرا ایک جاننے والا ہے' وہ ایمان لایا پہلے سکھ تھا' اس کے ماں باپ نے اعلان کر دیا کہ یہاں نہ آئے' پاکستان بھاگ جائے ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا اور اسے وراثت سے بھی محروم کر دیا۔ کافر سے مُسلمان ہونے میں کتنی مصیبت اٹھانی پڑتی ہے' مار پٹائی الگ' جائداد سے محروم' عزیزوں سے محروم وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے مُفت میں ایمان دے دیا اور ہم مار پٹائی سے بچ گئے' جائداد کی محرومی سے بچ گئے' ہم موروثی مُسلمان ہیں اس لئے ہر جگہ آزادی سے دندناتے پھرتے ہیں اور مُسلمان پیدا کر کے ایک احسانِ عظیم اور فرمایا کہ ہماری آئندہ نسلوں کو بھی مُسلمان بنا دیا۔ اب قیامت تک جتنی نسلیں آئندہ آئیں گی سب مُسلمان ہوں گی اللہ تعالیٰ نے سب پر احسان کیا ہے کہ ان کو جنتی بنا دیا ہے کیونکہ مُسلمان ہو کر مرتد شاذ و نادر ہی ہوتے ہیں یعنی تقریباً ہوتے ہی نہیں۔ پھر صرف مُسلمان ہی نہیں بنایا۔ بلکہ مُسلمان بنا کر خوش اعتقاد بنایا' خوش عقیدہ مسلک سے تعلق عطا فرمایا' دُنیا میں سب سے بہترین عقیدے کے جو حاملین ہیں۔ اس گروہ میں شامل فرمایا۔ لہٰذا ہم اس کا بھی

شکر ادا کریں کہ ہم پر تو احسان فرمایا ہی کہ ہم کو مسلمان گھر میں پیدا کیا لیکن ہماری آئندہ نسلوں کا بھی انتظام فرمادیا کہ آئندہ جتنی نسل آئے گی سب مسلمان ہوگی۔ پس اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ ہم کو ایمان واسلام کی دولت دینے کے لئے ہمارے ماں باپ اور آباء واجداد کو مسلمان بنایا اور ہم کو دولتِ ایمان دے کر ہماری آئندہ نسلوں کے ایمان کا انتظام فرمایا۔ لہٰذا ہمارے ماں باپ اور جتنے آباء واجداد تھے جو سبب ہوئے ہمارے ایمان کا وہ بھی ہمارے لئے نعمت ہیں اور ہماری آئندہ نسل میں جتنے مسلمان ہوں گے وہ سب بھی ہمارے لئے باعثِ شکر اور باعثِ نعمت ہیں۔ لہٰذا ایمان کی نعمتِ عظمیٰ پر بہت زیادہ شکر کرنا چاہیے۔

بس آج مجھے یہی مضمون بیان کرنا تھا۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اس کے بعد حضرت والا کے حکم پر حضرت والا کا عارفانہ کلام جو ابھی تک غیر مطبوعہ ہے سنایا گیا۔ افادہ قارئین کے لئے پیش ہے۔

جو گذری تری یاد میں زندگی ہے
وہی زندگی بس مری زندگی ہے

جو غفلت میں گذرے وہ کیا زندگی ہے
وہ جینا نہیں بلکہ شرمندگی ہے

فنا یاد میں تیری جو زندگی ہے
اسی کے مقدر میں پائندگی ہے

جو ہر سانس سنت کے تابع نہیں ہے
خدا کی نہیں نفس کی بندگی ہے

جو ہے کسبِ دُنیا میں غافل خدا سے
دَنی زندگی ہے بُری زندگی ہے

جو فرزانگی لائے اک دن تباہی
وہ کس کام کی ہائے فرزانگی ہے

رہِ عشق میں عقل کانٹا ہے کانٹا
جو ہے کام کی بس تو دیوانگی ہے

ہو مطلوب جس عقل کی صرف دُنیا
سمجھ لو کہ اس عقل میں تیرگی ہے

بنائیں وہ کیسے ترے دِل کو مسکن
ترے دِل میں جب شرک کی گندگی ہے

نہ ہو جائے جب تک کہ اختر انہیں کا
یہ کس کام کی اس کے وارفتگی ہے

دُعا

ایسی صوت جو مجھے آپ سے غافل کر دے
اے خدا! اس سے بہت دور مرا دِل کر دے

اپنی رحمت سے تو طوفان کو ساحل کر دے
ہر قدم پر تو مرے ساتھ میں منزل کر دے

اے خدا! دِل پہ مرے فضل وہ نازل کر دے
جو مرے دردِ محبت کو بھی کامل کر دے